وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

مسند عبدالرحمن بن عوف

تالیف

احمد بن محمد بن عیسی البرتی رحمہ اللہ

(م ۲۸۰ ھ)

ترجمہ، تخریج وتشریح

حافظ حامد محمود الخضری

الھدایۃ - AlHidayah

نظر ثانی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

تقریظ

شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

12

سلسلۃ خدمۃ الحدیث النبوی

مُسند

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

تالیف

احمد بن محمد بن عیسی البرتی

(م ۲۸۰ھ)

ترجمہ، تخریج وتشریح

حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ

نظرثانی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر حفظہ اللہ

تقریظ

شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

نام کتاب | **مُسند عبدالرحمن بن عوفؓ**

تالیف | **احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی**

ترجمہ تخریج وتشریح | **حافظ حامد محمود الخضری**

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر: ابو مومن منصور احمد

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

Dar-us-Salam
486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com

الهداية- AlHidayah

الهداية - Al Hidayah
اللّٰهم
صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللّٰهم
بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

فہرست

عرضِ ناشر

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسول الله، وبعد!

احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جمع و تدوین مسلمانوں کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال کوئی امت یا قوم پیش نہیں کر سکتی۔ احادیث اور فن حدیث پر اتنی بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ ان کی فہرست ہی مرتب کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسا بحرِ ذخار ہے کہ جس کے ساحل پر پہنچنے کے لیے ایک مدت دراز درکار ہے۔ یہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس پر امت مسلمہ جتنا فخر کرے کم ہے۔

ایک دوسرے نقطہ نظر سے غور کریں تو ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہادئ برحق ﷺ کے ایک ایک قول و فعل کو حرزِ جان بنائے اور اس کی روشنی میں اپنی دنیاوی اور اُخروی زندگی کو سنوارے۔

موجودہ زمانے میں جب کہ دین سے بے رغبتی عام ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ کا نزول ہوا کہ وقت کی اس اہم ضرورت کے پیش نظر ہم نے ان مجموعہ ہائے احادیث کو بزبان اُردو ترجمہ، تخریج اور تشریحات کے ساتھ پیش کرنا شروع کر دیا۔ الحمد للہ آج ہم "ادب المفرد للبخاری" اور "مسند عبد الرحمن بن عوف للبرتی" کو شائع کر رہے ہیں اور ہم نے ان کتب احادیث کو مروجہ انداز سے ہٹ کر جدید ترین انداز میں پیش کیا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ان شاء اللہ قارئین کو یہ انداز پسند آئے گا۔ ہم نے حتیٰ الامکان کوشش کی ہے کہ متن، ترجمے اور تشریح میں کہیں کوئی غلطی نہ رہنے پائے۔ لیکن بشری کمزوری کی بناء پر عین ممکن ہے کہ کہیں سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ تمام اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر ان کو ان کتابوں میں کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اس سے ہمیں مطلع فرمائیں تا کہ اس کو درست کیا جا سکے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ کلامِ رسول اللہ کو اس کے شایانِ شان بہترین انداز میں پیش کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتب احادیث قبول عام حاصل کریں گی۔

ہم اپنے مربی و مرشد فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کے انتہائی شکر گزار ہیں جو اپنی مصروفیات کے باوجود ادارہ کی سرپرستی کر رہے ہیں ان کی ترغیب، تشجیع اور اشراف کا نتیجہ کہ خدمات حدیث منظر عام پر آ رہی ہیں۔

ممبران ادارہ جناب ابویحییٰ محمد طارق جاوید، منصور سلیم، میاں سجاد، عبد الوحید، شہزاد جاوید، محمد ناظر سدھو، جاوید علی، ظفر اقبال، عمران طاہر، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، اسجد محمود منج، ملک طاہر، محمد عرفان اور مرزا ذاکر احمد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کے تعاون سے کتبِ حدیث منظر عام پر آرہی ہیں۔

ابومؤمن منصور احمد، جناب محمد رمضان محمدی اور محمد سلیم جلالی حفظہ اللہ کی تمام کوششیں اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، کیونکہ ان کے تعاون سے ان دونوں کتابوں کی اشاعت ہوئی۔

آخر میں بھائی عدنان عارف صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری گردانتے ہیں جنہوں نے مسند عبدالرحمٰن بن عوف کے ترجمہ، تخریج اور شرح کے مصارف برداشت کیے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے والد مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

اللہ کے حضور سربسجود ہو کر دعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کا نفع عام کردے، ادارہ کو تا روزِ قیامت باقی رکھے۔ تاکہ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف محدثین اور فقہاء کی علمی تراث کو منصۂ شہود پر لاتا رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی آله وصحبه وسلم

مجلس شوریٰ

محمد اکرم سلفی	ابوطلحہ صدیقی
محمد شاہد انصاری	حاجی نوید آصف
شمشیر اشرف	ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور

تقریظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن اقتدىٰ بهديه ونهج بنهجه وسن بسنته إلى يوم الدين .

أما بعد!

زیرِنظر کتاب درحقیقت ایک عظیم الشان حدیث کی کتاب ہے، یہ حدیث کی کتاب امام احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی (م ۲۲۸ھ) کی (مفقود) مسند سے محض مسند عبدالرحمٰن بن عوف ہے۔ جس میں کل 52 عظیم الفوائد روایات ہیں۔ ان روایات سے نشر دین اور غلبہ دین کے تعلق سے بہت سے زریں قواعد و فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

حافظ حامد محمود حفظہ اللہ نے بڑی محنت کے ساتھ ترجمہ، تخریج اور علمی شرح سے آراستہ کیا ہے، حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خدمت حدیث کے تعلق سے بڑا نفیس ذوق عطا فرمایا ہے، کتاب پر کام کا اسلوب ان کے اخلاص اور محبت منہج سلف صالحین کا مظہر اتم ہے۔

بھائی ابوحمزہ عبدالخالق صاحب حفظہ اللہ میرے بہت زیادہ شکر و امتنان کے مستحق ہیں، جنہوں نے کتب حدیث کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ فجزاه الله عني وعن المسلمين خير الجزاء .

اس کتاب کی طباعت میں جن جن دوستوں کا کسی بھی اعتبار سے تعاون شامل ہے، سب کے لیے اخلاص نیت اور عند اللہ قبولِ حسن کی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کتابِ نافع کا نفع عام فرمادے اور ہمیں اپنے پیارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے خدام کے زمرہ میں شامل فرمالے۔ روز افزوں یہ تمنا و خواہش بڑھتی جارہی ہے کہ اللہ رب العزت روزِ حشر طلبۃ الحدیث کے قدموں میں جگہ عطا فرمادے، اللھم آمین .

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

وکتبہ

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست: ادارہ انصار السنۃ پبلی کیشنز
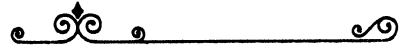
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام ساتھ (میں شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

مقدمة الكتاب

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ .

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

(آل عمران: ۳/ ۱۰۲)

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ (النساء: ٤/ ١)

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۷۰-۷۱)

اَمَّا بَعْدُ!

فَإِنَّ اَحْسَنَ الْكِتَابِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

تمہید:

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (الروم: ۳۰/ ۳۰)

''پس (اے میرے نبی!) آپ یکسو ہو کر دین اسلام پر قائم رہیے، یہ اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس
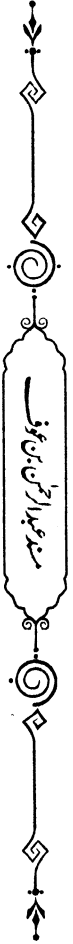
کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے، یہی سچا اور صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

بخاری، مسلم اور احمد کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے مادہ چوپایہ ایک مکمل چوپائے کو جنتی ہے، کیا اس میں کوئی بچہ کان کٹا ہوتا ہے؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو:

﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾

(الروم: ۳۰/ ۳۰)

''یہ اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے، یہی سچا اور سیدھا دین ہے۔''

اسلام کا مطلب ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے۔ دوسرے لفظوں میں اس طرح سمجھیں کہ اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کے فرامین اور پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝۳۳ ﴾

(محمد: ٤٧/ ٣٣)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔''

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تفسیر ہے:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ (النحل: ١٦/ ٤٤)

''اے نبی! اور آپ کی طرف ہم نے یہ ذکر اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لئے اس کو جوان کی طرف اتارا گیا واضح کردو۔''

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ آپ اُمت کے پاس اپنی قولی یا فعلی سنت سے آیات قرآنی کی وضاحت فرما دیا کریں۔ پس جو وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہی حدیث رسول ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝۱۶ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝۱۷ۚۖ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۱۹ؕ ﴾ (القيامة: ٧٥/ ١٦-١٩)

''اے میرے نبی! آپ (نزولِ وحی کے وقت) اپنی زبان نہ ہلایئے تاکہ اسے جلد یاد کرلیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارا کام ہے۔ اس لیے جب ہم اس کی قراءت پوری کرلیں تو آپ اُسے پڑھ لیا کیجیے۔ پھر یقیناً اس کی تفسیر و توضیح بھی ہمارا ہی کام ہے۔''

اس آیت کریمہ میں توضیح و تبیین کا جو ذکر ہے، وہ وہی ہے جس کا القا آپ ﷺ کے قلب اطہر پر ہوتا تھا اور اس کو حدیث نبوی کہتے ہیں۔

جیسے قرآن مجید کی آیات بینات قطعی الثبوت ہیں بعینہٖ احادیث رسول ﷺ کی قطعیت میں بھی شک و شبہ نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ ﴾ (النجم: ۵۳/ ۳-۴)

''اور آپ اپنی خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہ تو وحی ہوتی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے۔''

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (النساء: ۴/ ۱۱۳)

''اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت یعنی قرآن و سنت دونوں کو نازل کیا ہے۔''

نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت وحی ہوتی تھی جو آپ کے دل میں ڈال دی جاتی تھی۔''[1]

اس مضمون کی (جن میں کتاب کے ساتھ حکمت کا ذکر ہے) آیتیں کئی ایک مقام پر وارد ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ ان آیتوں پر رقم کرتے ہیں:

"فذكر الله الكتاب وهو القرآن وذكر الحكمة فسمعت من ارضاه من أهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة سنة رسول الله ﷺ"[2]

''یعنی اللہ نے کتاب کا ذکر کیا اور وہ تو قرآن ہے پھر حکمت کا ذکر فرمایا، میں نے اُن اہل علم سے جو قرآن کے ماہر تھے سنا وہ کہتے تھے کہ حکمت سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔''

حافظ ابن قیم حکمت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] تفسير فتح البيان، تحت الآية.

[2] الرسالة للشافعي، ص: ۱۱۳.

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر دو قسم کی وحی نازل کی اور دونوں پر ایمان لانا اور جو کچھ ان دنوں میں ہے اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور وہ دونوں قرآن و حکمت ہیں...... کتاب تو قرآن ہے اور حکمت سے باجماع سلف سنت مراد ہے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حاصل کر کے جو خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی زبان سے جو خبر دی دونوں واجب التصدیق ہونے میں یکساں ہیں۔ یہ اہل اسلام کا بنیادی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جو ان میں سے نہیں ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((أُوْتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ)) [1] ''مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اسی کے مثل ایک اور چیز بھی دی گئی ہے یعنی سنت۔'' [2]

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات و اعمال کے بغیر کتاب اللہ اور منشاء الٰہی کو سمجھنا ممکن نہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

پھلی مثال:......حرام و حلال جانوروں کے بارے میں قرآن و حدیث کے قوانین:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ...... حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾

(المائدۃ: ۵/ ۱، ۳)

''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو، تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں، ان کے سوا جن کے نام تمہیں بتا دیئے جائیں گے۔............ تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو چوٹ کھانے سے مر گیا ہو، اور جو اُوپر سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر گیا ہو اور جسے درندوں نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۰۹، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲۲، مسند احمد: ۲/ ۳۰۱، المشکاۃ رقم: ۹۰، مسند احمد: ۴/ ۱۳۰، صحیح ابن حبان، رقم: ۲، ابن حبان اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] کتاب الروح لابن القیم، ص: ۹۲.

پھاڑ کھایا ہو، لیکن اگر تم اسے ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جسے کسی بت کے آستانوں پر نہ ذبح کیا گیا ہو۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (الانعام: ٦/ ١٤٥)

''آپ کہہ دیجیے کہ جو کتاب مجھے بذریعہ وحی دی گئی ہے اس میں کسی کھانے والے کے لیے کوئی چیز حرام نہیں پاتا ہوں سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا کہ بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا ایسا جانور جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہو۔''

ان دو آیات میں درج ذیل پانچ حرام جانوروں کا ذکر ہے:

مردار، ذبح کے وقت بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت، جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، جسے بت کے آستانہ پر ذبح کیا گیا ہو۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ ان دو آیات میں یہ نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ ان پانچ جانوروں کے علاوہ باقی جانور حلال ہیں، جبکہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ کئی مزید جانور بھی حرام ہیں، حتیٰ کہ منکرین حدیث اور علم حدیث پر مختلف پہلوؤں سے اعتراض کر کے اس کی حجیت میں تشکیک پیدا کرنے والے بھی قرآن مجید میں مذکورہ حرام جانوروں کے علاوہ دوسرے کئی جانوروں کو حرام سمجھتے ہیں، جبکہ اس معاملے میں رہنمائی صرف اور صرف احادیث مبارکہ سے ملتی ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ، فَاَكْلُهُ حَرَامٌ)) [1]

''درندوں میں سے ہر ''ذِي نَاب'' جانور کا کھانا حرام ہے۔''

''ذِي نَاب'' سے مراد ایسا درندہ ہے جو کچلیوں کے ساتھ شکار کر کے کھائے، مثلاً: شیر، بھیڑ، چیتا، گیدڑ اور لومڑ وغیرہ۔ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے حجت ہونے پر قطعی دلیل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی رو سے ان جانوروں کا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا، لیکن ہر مسلمان ان کو حرام سمجھتا ہے۔ ایسے تمام جانوروں کی حرمت احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتی ہے۔

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

[1] صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، رقم: ٤٩٩٤.

((نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے درندوں میں سے کچلی والے اور پرندوں میں سے ''ذِیْ مِخْلَبٍ'' سے منع فرمادیا۔''

''ذِیْ مِخْلَبٍ'' سے مراد پنجے سے شکار کرنے والے پرندے ہیں، جیسے: باز، بحری، شکرہ، الو، چیل اور گدھ وغیرہ۔

ہر مسلمان ان پرندوں کو حرام سمجھتا ہے، جبکہ قرآن کی رو سے ان کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ احادیث نبویہ قطعی حجت ہیں، ان کے بغیر مسائل و احکام اور عقائد کو حل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دوسری مثال:...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (المائدة: ٥/ ٣)

''تم پر حرام کردیا گیا ہے مردہ جانور اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مردار اور خون حرام ہیں۔

اور اب درج ذیل حدیث پر غور کریں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ؛ فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ؛ وَأَمَّا الدَّمَانِ؛ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ .)) ❷

''ہمارے لیے دو مردار اور خون حلال کیے گئے ہیں۔ دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر (کلیجہ) اور تلی ہیں۔''

قرآن مجید میں مذکورہ مقام پر مردار علی الاطلاق حرام قرار دیا گیا ہے، لیکن حدیث نے دو قسم کے مردار جانوروں کو حلال قرار دیا ہے۔ یہ حدیث اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ احادیث رسول مستقل حجت ہیں اور ان سے قرآن مجید کی تخصیص کی جاسکتی ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، رقم: ٤٩٩٤.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الأطعمة، رقم: ٣٣١٤، مسند احمد: ٢/ ٩٧.

تیسری مثال:...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ ﴾ (النساء : ٤/ ٢٣)

''یعنی (اور تم پر حرام کیا گیا ہے کہ) تم دو بہنوں کو جمع کرو۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ ﴾ (النساء : ٤/ ٢٤)

''یعنی اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں ہیں۔''

تفصیل یہ ہے کہ چوتھے پارے کے آخر اور پانچویں پارے کے شروع میں محرمات کا ذکر کرنے کے بعد صرف دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے روک کر باقی عورتوں سے نکاح کرنے اور ان کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو حلال قرار دیا گیا ہے۔

لیکن درج ذیل حدیث مبارکہ کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے تو حجیت حدیث روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُنۡکَحُ الۡمَرۡأَةُ عَلٰی عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰی خَالَتِهَا .)) [1]

''کسی عورت پر اس کی پھوپھی سے اور کسی عورت پر اس کی خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔''

قابل تعجب بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایک رشتے کو جمع کرنے سے منع کے بعد مزید کی اجازت دے دی، لیکن احادیث مبارکہ میں دو مزید رشتوں کی تخصیص کردی گئی، کیا احادیث کی حجیت کا انکار کرنے والے بھتیجی پھوپھی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی اجازت دیں گے؟ ہرگز نہیں، مگر باوجود اس کے حجیت حدیث میں تشکیک پیدا کرنے کی ناکام کوشش سے باز نہیں رہتے۔

چوتھی مثال:...... قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کو بلا ناغہ اور بلا تخصیص نماز قائم کرنے اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔

﴿ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ﴾ (البقرة : ٢/ ١١٠)

''اور تم لوگ نماز قائم کرو۔''

﴿ وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ ﴾ (الاحزاب : ٣٣/ ٣٣)

''اور تم عورتیں نماز قائم کرو۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ٥١٠٩، صحیح مسلم، کتاب النکاح، رقم: ١٤٠٨.

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ﴾ (البقرة: ٢/ ١٨٣)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔''

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

((اِنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ: أَتَجْزِيْ اِحْدَانَا صَلَاتَهَا اِذَا طَهُرَتْ؟ فَقَالَتْ: أَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ، أَوْ قَالَتْ: فَلَا نَفْعَلُهُ .)) [1]

''ایک خاتون نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: جب ہم میں سے کوئی عورت (حیض سے) پاک ہو گی تو کیا وہ اپنی نمازوں کی قضا دے گی؟ انھوں نے کہا: تو حروریہ تو نہیں ہے؟ ہمیں بھی حیض آتا تھا، جبکہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں، پس آپ ﷺ ہمیں اس چیز کا حکم نہیں دیتے تھے یا انہوں نے کہا: ہم تو اس طرح نہیں کرتی تھیں۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ فَذَالِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا .)) [2]

''کیا بات ایسے ہی نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے؟ یہی اس کے دین کی کمی (کی وجہ) ہے۔''

اس مقام پر ہم صرف اس نقطے پر توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں خواتین وحضرات کو پانچ نمازوں اور رمضان کے روزوں کا فرضی حکم دیا گیا، لیکن احادیث مبارکہ کے ذریعے اہم فریضے سے حیض ونفاس والی عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا۔

یہ کتنی بڑی بات ہے کہ مخصوص عورت کو ہر ماہ میں تقریباً چھ سات اور بچے کی ولادت کے بعد زیادہ سے زیادہ چالیس دن نماز نہ پڑھنے کی مستقل اور روزے نہ رکھنے کی عارضی رخصت دے دی جائے۔ ہم بلحاظ حجت قرآن وحدیث میں کوئی موازنہ پیش نہیں کر رہے، کیونکہ دونوں کا ماخذ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

ہم ان نام نہاد مسلمانوں کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اتنی ناعاقبت اندیشی بھی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ایک طرف حجیت احادیث نبویہ میں تشکیک پیدا کر رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف ان کے گھر میں ان ہی احادیث کی روشنی میں قرآن کریم کے حکم کو مستثنیٰ کیا جا رہا ہوتا ہے۔

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الحيض، رقم: ٣٢١.

[2] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٥١.

اگر تنہا کلامِ مجید اُمت کی راہنمائی اور لوگوں کی تمام دینی ضروریات کے لیے اکتفا کرسکتا اور منکرین حدیث کے زعم کے بموجب مہبط وحی ﷺ کا محض اتنا فرق ہوتا کہ آپ کتاب اللہ کو لوگوں کے ہاتھوں میں دے کر الگ ہوجاتے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اُمت کے سامنے حق و صدق کا کوئی عملی نمونہ نہ ہوتا تو لوگ ہمیشہ گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکے رہتے اس لیے خدائے رحیم و ودود نے اُمت مرحومہ کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہادئ عالم ﷺ کی ذات گرامی کو عملی نمونہ کی حیثیت سے دنیا میں بھیجا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۲۱)

''اے مسلمانو! تمہارے لیے (یعنی) اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں، پیروی کرنے کو رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔''

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مومن کے لیے رسول پاک ﷺ کے اقوال و افعال پیروی کرنے کے لیے بہترین نمونہ ہیں اور آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کے مجموعہ ہی کا نام حدیث نبوی ﷺ ہے اور ایک جگہ تو اللہ عزوجل نے اپنی محبت کو رسول اکرم ﷺ کی پیروی پر موقوف و منحصر ٹھہرایا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۳۱)

''اے رسول ﷺ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم کو چاہے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ ﴾ (النساء: ٤/ ٦٥)

''اے پیغمبر ﷺ! مجھے آپ کے رب کی قسم کہ جب تک کہ یہ لوگ اپنے باہمی نزاعات کا آپ ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور (صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس سے کسی طرح تنگ دل بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اس کو) قبول کرلیں، اس وقت تک وہ ایمان سے بہرہ مند نہیں۔''

اس آیت میں ربِ جلیل نے اپنے نفس کریمہ کی قسم کھائی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک رسول اکرم ﷺ کو اپنے جمیع امور میں حکم نہ بنائے پس آپ ﷺ نے جو کچھ فیصلہ کیا اور جو حکم دیا ہو،

اس کی اطاعت و انقیاد ظاہراً و باطناً واجب ہے اور آپ ﷺ کے فیصلے اور احکام وہی ہیں جو احادیث نبویہ ﷺ کی شکل میں مدوّن ہوئے اور پھر ایمان و اسلام کی لازمی شرط یہ بھی ہے کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے احکام وفرامین، یعنی احادیث الرسول ﷺ پر ناگواری بھی محسوس نہ کرے۔ پس ظاہر ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے ارشاداتِ گرامی کے سامنے سرِتسلیم خم نہیں کرتا اور اسے آپ ﷺ کے فیصلے ناگوار ہیں، اس کو ایمان و اسلام سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اس معنی میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ .)) [1]

ایک جگہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء : ٤/ ٨٠)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اس آیت میں عمل بالحدیث کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اطاعت رسول ﷺ اس وقت تک متحقق نہیں ہوتی جب تک آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر عمل نہ کیا جائے اور بجز اتباعِ سنت اور اعتصام بالاحادیث کے اس کی کوئی صورت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا قرآن عمل بالسنۃ اور اتباعِ حدیث کا داعی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے جو محبت تھی، اس کا اندازہ اس حقیقت سے ہوسکتا ہے کہ شامی فوج نے محض لاعلمی کی بنا پر ایک حدیث سے اعتنا نہ کیا اور اس پر عمل نہ ہوا تو حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے شام کی سکونت ہی ترک کردینی چاہی۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے عامل تھے۔ حضرت خلیفہ مآب رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام حکم بھیجا کہ وہ قیصر روم کے خلاف فی سبیل اللہ رزم خواہ ہوں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ میں شریک ہوئے۔ انہی ایام میں انہوں نے دیکھا کہ بعض لشکری سونے کے ٹکڑے دیناروں کے عوض میں اور چاندی کے ٹکڑے درہموں کے بدلہ میں فروخت کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کہنے لگے۔ لوگو! تم تو سود کھاتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ سونے کو سونے کے عوض میں فروخت کرنا ہو تو برابر مقدار میں بیچا کرو۔ اس بیع میں نہ کمی بیشی ہو اور نہ مہلت، بلکہ دست بدست سودا ہو۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابوالولید! میری رائے میں ایسا لین دین رِبا میں داخل نہیں اور میرے خیال میں یہ تفاضل شرعاً جائز ہے۔'' یہ سن کر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ناخوش ہوئے اور فرمانے لگے: ''میں تم سے پیغمبر ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم اپنی رائے پیش کرتے

[1] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ١٦٧، شرح السنة للبغوی، رقم: ١٠٤.

ہو۔ اگر میں یہاں سے صحیح وسلامت واپس گیا تو کبھی ایسے ملک میں نہ رہوں گا جہاں تمہاری حکومت ہوگی۔‘‘

جب جہاد سے فراغت پاکر مراجعت کی تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بجائے دمشق مدینہ طیبہ چلے آئے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالولید! آپ یہاں کیوں چلے آئے؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کردیا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالولید! تم اپنے ملک میں جاؤ۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خدائے غیور اس ملک کو ویران کردے گا جس میں تم اور تمہارے جیسے (دوسرے باخدا) لوگ نہ ہوں گے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تمہیں ان پر کچھ حکومت نہیں ہے اور تمہیں چاہیے کہ لوگوں کو ان کے قول پر چلنے کی ترغیب دو۔ کیونکہ صحیح حکم شریعت وہی ہے جو یہ کہتے ہیں۔ [1]

چونکہ قرآن و حدیث کا سرچشمہ ایک ہی جگہ سے پھوٹتا ہے اس لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث کے مضمون کو داخل قرآن بتایا۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو جسم کو گودتی اور گدواتی ہیں اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہیں اور دانتوں کو باریک کرتی ہیں اور بزعم خود خوبصورتی کی خاطر خالق کی پیدا کردہ حالت میں تبدیلی کرنا چاہتی ہیں۔ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول قبیلہ بنی اسد کی ایک خاتون اُمّ یعقوب کے گوش زدہ ہوا تو وہ بڑی حیرت کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں۔ آپ قرآن پڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ عورتوں پر لعنت کرتے ہیں؟ کہنے لگے، میں ایسی عورتوں پر کیوں لعنت نہ کروں جن پر اللہ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور وہ لعنت قرآن میں بھی مذکور ہے۔ اُمّ یعقوب کہنے لگیں، میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے اس میں یہ لعنت کہیں مذکور نہیں۔ انہوں نے فرمایا: اگر آپ قرآن کو توجہ سے پڑھتیں تو اس میں یہ آیت موجود تھی: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر: ۵۹/ ۷) ’’رسول اللہ جو کچھ تمہارے سامنے پیش کریں اسے قبول کرو اور جس سے منع کریں، اس سے باز رہو۔‘‘

قارئین! جس محفوظ طریق پر قرآن مجید نازل ہوا، بعینہٖ اس کے اصولوں اور احکامات کی تفسیر و توضیح بھی پوری حفاظت اور ذمہ داری کے ساتھ انہیں ہاتھوں محفوظ ہوئی:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر: ۱۵/ ۹)

’’بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘

حدیث کی حفاظت اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اسوۂ حسنہ کو محفوظ رکھنے کا شدید

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب تعظيم حديث رسول الله والتغليظ على من عارضه، رقم: ۱۷.

احساس تھا، اس بات کی دلیل وہ بیسیوں روایات ہیں جن میں احادیث کو لکھنے، سیکھنے سکھانے اور دوسروں تک پہنچانے کی تلقین موجود ہے:

((تَسْمَعُوْنَ مِنِّیْ، وَیُسْمَعُ مِنْکُمْ، وَیُسْمَعُ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْکُمْ.)) ❶

''تم لوگ مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنا کریں گے اور پھر تم سے سننے والوں سے بھی لوگ سنیں گے۔''

مزید برآں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا، ثُمَّ أَدَّاھَا اِلٰی مَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا.)) ❷

''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو رونق اور چمک عطا فرمائے جس نے میری بات سنی، اور پھر یاد رکھی، اور پھر وہ بات اس شخص تک پہنچادی، جس نے اسے سنا نہیں۔''

مذکورہ بالا حدیث شریف میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے دعا فرمائی گئی جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کی حفاظت کرتے اور ضبط میں رکھتے اور پوری صحت اور اتقان کے ساتھ دوسروں تک پہنچا دیتے۔ حفاظ حدیث اور مبلغین حدیث کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ حفظ حدیث، تبلیغ حدیث اور نشر حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور دلی چاہت تھی۔ پس عہد نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے لے کر اب تک کوئی بھی دور ایسا نہیں گزرا کہ جس میں حدیث اور روایات لکھنے کا سلسلہ منقطع ہوا ہو۔

سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جو لفظ سنتا تھا اسے یاد کرنے کے لیے لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر قریش کے لوگوں نے مجھے لکھنے سے منع کیا اور کہا: تم ہر بات لکھتے ہو۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے منہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

''أُکْتُبْ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، مَا یَخْرُجُ مِنْہُ إِلَّا حَقٌّ.'' ❸

''تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس (منہ) سے حق کے سوا

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، رقم:٣٦٥٩، سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم:١٧٨٤.

❷ شرف اصحاب الحدیث، رقم: ٢٠، موافقة الخبر الخبر لابن حجر: ١/ ١٧١۔ حافظ ابن حجر نے اسے ''صحیح المتن'' قرار دیا ہے۔

❸ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، رقم:٣٦٤٦، مسند أحمد:١/ ١٦٢، مستدرك حاکم: ١/ ١٠٥، سلسلة الصحیحة، رقم: ١٠٣٢.

کچھ نہیں نکلتا ہے۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ.''[1] ''علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔''

اسلام کے قرنِ اول میں حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و تلقینات اور حیاتِ طیبہ کے کارنامے اس وسعت و تفصیل کے ساتھ جمع کیے گئے کہ دنیا کی کوئی قوم اپنے بانی مذہب کے سوانح حیات سے متعلق اس قسم کی کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتی اور پھر اس جامعیت و ہمہ گیری کے ساتھ ساتھ واقعات نگاری کی صحت کا یہ عالم ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب اپنی آسمانی کتاب کے لیے بھی اتنا اہتمام نہ کرسکا اور پھر لطف یہ کہ حضرت سیّد العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھ سوا لاکھ صحابہ میں سے قریباً تیرہ ہزار اصحاب کے حالات و سوانح اسماء الرجال کی کتابوں میں بالاستقلال منضبط ہوئے بلکہ صحابہ کے دیکھنے والوں اور پھر ان کے دیکھنے والوں کے واقعات بھی قریباً ایک لاکھ کی تعداد میں ضبط تحریر میں آئے۔

محدثین کرام نے اپنی عزیز عمریں صرف اس ایک کام میں صرف کردیں کہ حدیث و روایت کے حاصل کرنے کے لیے ایک ایک شہر اور گاؤں میں جائیں۔ رواۃ سے ملیں اور ان سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور ہر قسم کے دوسرے متعلقہ معلومات حاصل کریں۔ ان حضرات نے احادیث کے جمع کرنے میں جو محنتیں اُٹھائیں، ان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اگر ان کو پتہ چلتا تھا کہ صدہا میل کے بعد مسافت پر ایک شخص کسی حدیث کی روایت کرتا ہے تو ان کی اولوالعزمی اور شیفتگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مشقت کو بھی اپنے دوشِ ہمت پر اُٹھالیتی اور وہ صعوبت سفر اٹھا کر اس ایک حدیث کو حاصل کرتے۔

کثیر بن قیس کا بیان ہے کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم ایک حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہو، میں صرف اس حدیث کے لیے آیا ہوں۔ اس کے سوا مجھے یہاں کوئی کام نہ تھا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ''جو کوئی تحصیل علم کی راہ پر چلے، حق تعالیٰ اس کو جنت کی راہوں پر چلائے گا۔ بلاشبہ فرشتے طالب علم کی رضا مندی کے لیے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کے فرشتے یہاں تک کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی عالم کی سلامتی کے لیے دست بدعا ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی

[1] صحيح الجامع الصغير، رقم:٤٣٤، سلسلة الصحيحة، رقم:٢٠٢٦.

فضیلت ہے جیسی کہ چودھویں رات کے چاند کو دوسرے کواکب پر حاصل ہے۔ علما، انبیا کے وارث ہیں۔ انبیاء ورثہ میں درہم اور دینار نہیں چھوڑ گئے بلکہ ان نفوس قدسیہ نے اپنا ترکہ علم دین کی شکل میں چھوڑا ہے۔ پس جس کسی نے علم (دین) حاصل کیا، اسے حظ وافر نصیب ہوا۔'' ❶

اور سنیے! حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کسی حدیث کی روایت کرتے ہیں، عقبہ ان ایام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے عامل تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ایک حدیث کے حصول کے لیے عالم پیری میں راہی مصر ہوئے۔

وہاں پہنچ کر پہلے مسلمہ بن مخلد انصاری خزرجی کے مکان پر گئے۔ حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو بعجلت تمام گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کیا۔ پھر پوچھا کہ کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عقبہ رضی اللہ عنہ کا مکان بتاؤ۔ غرض مسلمہ رضی اللہ عنہ سے بعجلت رخصت ہوکر عقبہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے اور ان سے حدیث دریافت کی اور فرمایا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں۔ حدیث سن کر اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی۔ ❷

اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ صرف ایک حدیث کی خاطر مہینہ بھر کا طویل سفر برداشت کرکے عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی کے پاس پہنچے تھے۔ ❸ یہ حدیث قصاص کے متعلق تھی۔ ❹ حضرت سعید بن مسیّب تابعیؒ ایک ایک حدیث کے لیے کئی کئی دنوں اور کئی کئی راتوں کا سفر کرتے رہے ہیں۔ ❺ مکحول تابعیؒ نے طلب حدیث میں بڑی بڑی صعوبتیں اُٹھائیں۔ انھوں نے حدیثیں جمع کرنے کے طویل سفر کیے۔ شروع میں کسی کے غلام تھے اور غلامی ہی کے زمانہ سے تحصیل علم شروع کردیا تھا۔ حصولِ آزادی کے بعد طلب حدیث کے لیے ساری اسلامی دنیا میں پھرے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آزاد ہونے کے بعد مصر کا سارا علمی ذخیرہ سمیٹ لیا۔ ❻

مکحولؒ مصر سے مدینہ اور مدینہ منورہ سے عراق پہنچے۔ ان دونوں علمی سرچشموں سے سیراب ہونے کے بعد شام کا سفر کیا اور تمام شامی علما و محدثین کے فیض صحبت میں اپنے دامن کمال کو بھرا۔ غرض انھوں نے حدیث کی

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، رقم: ٣٦٤ .

❷ مسند احمد: ٤/ ١٥٣ .

❸ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ١٩، الخروج فی طلب العلم تعلیقا .

❹ تجرید اسماء الصحابه للذهبی، ص: ٣٢٠، رقم: ٣٠٦١ .

❺ طبقات ابن سعد: ٥/ ٨٩، طبع قدیم .

❻ تذكرة الحفاظ للذهبي: ١/ ١٠٨ .

تلاش میں دنیائے اسلام کا چپہ چپہ چھان مارا۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے حدیث کی جستجو میں تمام روئے زمین کا چکر لگایا۔ ❶ اسی طرح مسروق تابعی تحصیل حدیث کے لیے بڑے بڑے سفر کرتے رہے۔ ❷

اور پھر یہ نہیں کہ کسی نے جو کچھ کہیں سے سنا رطب و یابس بلا تامل قبول کرلیا بلکہ اگر کسی غیر صحابی سے کوئی روایت سنتے تھے تو راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کی پوری تحقیق کر کے اس کی اصلیت معلوم کرتے تھے۔ ایک جامع حدیث بزرگ مؤمل بن اسماعیلؒ (المتوفی ۲۰۶ھ) کو ایک حدیث کی تحقیق کے لیے کئی مہینے تک مختلف شہروں کے چکر کاٹنے پڑے تھے۔ چنانچہ عراقی نے شرح مقدمہ ابن الصلاح میں لکھا ہے کہ ہم سے مؤمل بن اسماعیلؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک بزرگ نے وہ حدیث روایت کی جس میں الگ الگ سورتوں کے فضائل مذکور ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ روایت کہاں سے پہنچی ہے؟ انہوں نے کہا، مجھ سے پہلے مدائن کے فلاں بزرگ نے جو اس وقت زندہ وسلامتی موجود ہیں، بیان کی تھی۔ یہ سن کر میں نے مدائن جانے کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر اس بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس اس حدیث کی کس نے روایت کی تھی؟ انہوں نے کہا، واسط کے فلاں بزرگ نے جو ہنوز قید حیات میں ہیں۔ میں واسط پہنچا اور حدیث سنا کر پوچھا کہ آپ نے اسے کہاں سے حاصل کیا تھا؟ انہوں نے کہا، یہ حدیث مجھ سے بصرہ کے فلاں شیخ نے بیان کی تھی، میں بصرہ گیا اور شیخ مذکور سے مل کر حدیث کی نسبت استفسار کیا۔

مؤملؒ کا بیان ہے کہ بصری شیخ نے فرمایا کہ عبادان کے فلاں بزرگ نے مجھ سے اس کی روایت کی تھی۔ میں نے وہاں عبادان کا راستہ لیا اور مشار الیہ بزرگ سے ملاقات کر کے حدیث کی نسبت استفسار کیا، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک طرف لے چلے۔ آخر ایک مکان میں داخل ہوئے جہاں متصوفہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ ان کے پیر اور مرشد بھی تشریف فرما تھے۔ ساتھ لے جانے والے نے اس پیر و مرشد کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس بزرگ ہستی نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا آپ سے کس نے اس حدیث کی روایت کی ہے؟ انہوں نے کہا، مجھ سے کسی نے اس کی روایت نہیں کی لیکن جب ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن کی طرف سے اعراض اور غفلت کر رہے ہیں تو اس خیال سے یہ حدیث خود وضع کرلی کہ لوگوں کے دل قرآن خوانی کی طرف مائل ہوں۔ ❸

---

❶ تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۰۸.

❷ تجرید اسماء صحابہ، ص ۲۹، رقم: ۲۷۵۷.

❸ التقیید والایضاح، ص: ۱۱۲۔ ۱۱۳، طبعہ اولی ۱۳۵۰ھ.

عہد نبوی میں کتابت حدیث

احادیث نبویہ ﷺ کی توضیحات قرآن کے مطلب و مقصد کا روشن آئینہ ہیں۔ جب تک صحیفہ قدس کے اجمال کو حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں نہ واضح کیا جائے۔ کتاب اللہ کا اصل منشاء و مفہوم آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل زندقہ و ضلال تصریحات نبویہ ﷺ کے قبول کرنے میں لیت ولعل کرتے ہیں اور جس کی آیت قرآنی میں الحاد وتحریف کرنا چاہتے ہیں تو یہ ناپاک حیلہ تراش کر احادیث رسول ﷺ کو نا قابل قبول ٹھہراتے ہیں کہ حدیثیں تو عہد رسالت کے ڈیڑھ دو سو سال بعد لکھی گئی تھیں۔ ہر چند کہ ان کی یہ کذب آفرینی ہمارے لیے کسی طرح مضر نہیں کیونکہ محدثین کرام نے دو تین صدیوں کے بعد بھی جو کچھ قلمبند کیا وہ انہیں ثقہ راویوں ہی کی وساطت سے پہنچا تھا تاہم جتلا دینا ضروری ہے کہ ان کا یہ بیان سراپا دروغ اور حقیقت سے قطعاً عاری ہے۔ تدوین حدیث کا کام عہد رسالت ہی میں نہ صرف پوری سرگرمی سے جاری تھا بلکہ شارع علیہ السلام بذاتِ خود وقتاً فوقتاً احکام و مسائل قلمبند کرادیا کرتے تھے۔

عہد نبوی سے پہلی صدی ہجری کے خاتمہ تک کے جامعین حدیث اور قلم بند کی ہوئی یادداشتوں اور مجموعوں کا سلسلہ کچھ اس طرح ہے:

صحیفہ علی بن ابی طالب:

یہ صحیفہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، جسے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا تھا۔ جناب ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ: ''میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کے پاس کوئی علیحدہ کتاب ہے؟ (جو اور مسلمانوں کے پاس نہ ہو) فرمایا: نہیں، مگر اللہ کی کتاب یا وہ سمجھ (کتاب وسنت کی فہم وفراست) جو ہر مسلمان کو دی گئی ہے، یا جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت اور قیدیوں کے آزاد کرنے کے احکام اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔'' [1]

الصحیفۃ الصادقۃ:

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (م ۶۵ ھ) نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ مرتب کیا جسے ''الصحیفہ الصادقہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں: ''اگر چہ یہ صحیفہ اصالتاً ہم تک نہیں پہنچا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم، رقم: ۱۱۱، سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء لایقتل مسلم بکافر، رقم: ۱۴۱۲۔

مگر یہ مسند احمد میں جوں کا توں محفوظ ہے۔'' ❶

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ انہوں نے بذاتِ خود یہ صحیفہ رقم کیا اور اس کا نام "الصحیفة الصادقة" رکھا۔ فرماتے ہیں:

"الصادقة صحيفة كتبتها من رسول الله وقال: هى الصادقة فيها ما سمعته من رسول الله ﷺ و ليس بيني و بينه أحد." ❷

''الصادقة ایک صحیفہ ہے جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سن کر لکھا ہے۔ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔''

ابن اثیر فرماتے ہیں: ''اس میں ایک ہزار احادیث تھیں۔'' ❸

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی کتاب:

رسول اللہ ﷺ نے جب سیّدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا تو انہیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا جس میں احکام اور دینی ہدایات موجود تھیں:

"إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلٰى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيْهِ الْفَرَائِضُ، وَالسُّنَنُ، وَالدِّيَاتُ، وَبَعَثَ عَمْرَو بْنَ حَزْمٍ فَقَرَأْتُ عَلَى أَهْلِ الْيَمَنِ." ❹

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کی طرف ایک نامہ تحریر فرمایا، جس میں فرائض، سنن اور دیات کے مسائل تھے۔ آپ ﷺ نے یہ نامہ دے کر عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو بھیجا، پھر اہل یمن پر یہ تحریر پڑھی گئی۔''

یاد رہے کہ رسول کریم ﷺ کے لکھوانے کے بعد انہوں نے اس میں مزید اکیس فرامین نبوی شامل کر کے ایک اچھی خاصی کتاب مرتب کر لی۔ چنانچہ "إعلام السائلين عن كُتُبِ سيّد المرسلين لابن طولون" میں عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی تالیف بطور ضمیمہ شامل اور محفوظ کر دی گئی ہے۔

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا مجموعہ:

سعید بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب زیادہ اصرار سے کہتے تو وہ ہمارے

---

❶ علوم الحديث و مصطلحه، ص:٢٧.

❷ تقييد العلم، ص:٨٢، اسد الغابة: ٣/ ٢٣٤.

❸ اسد الغابة، ترجمة عبدالله بن عمرو:٣/ ٢٣٣.

❹ إرواء الغليل، رقم:٢٢٣٨.

لیے ایک دستاویز نکال لاتے اور کہتے: یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنیں اور لکھ کر دربار رسالت میں پیش کیں۔ ❶

نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام کی خواہش پر اور کبھی از خود ان کے لئے احادیث لکھوائیں تھیں مثلاً: سادا تنا ابوہریرۃ، عبداللہ بن عباس، عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عمرو، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، ابوبکر، عمر بن خطاب، عثمان، اُم سلمہ، ابوموسی اشعری، ابوذر غفاری، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین

عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کتابتِ حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں بھی کتابت حدیث کا کام جاری رہا۔ اس مبارک دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زیادہ تر اپنی ذاتی یادداشتوں کو قلم بند کرنے پر توجہ دی۔ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اشخاص اور مختلف قبائل کے نام جو فرامین لکھوائے تھے وہ اگرچہ زیادہ تر شخصی حیثیت رکھتے تھے، تاہم ان سے بھی شرعی مسائل مستنبط ہوسکتے تھے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کا جو تحریری ذخیرہ جمع کیا تھا، اسی سلسلہ میں یہ بھی داخل ہیں اس قسم کے فرمان متعدد صحابہ کے پاس محفوظ تھے، سیّدنا مجاعہ رضی اللہ عنہ کے بھائی کو قبیلہ بنوسدوس نے قتل کردیا تھا، وہ آپ کے پاس آئے اور دیت طلب کی، آپ نے فرمایا کہ میں مشرک کی دیت تو نہیں دے سکتا، لیکن ایک فرمان لکھ دیا کہ مشرکین بنوذہل کے یہاں سے جو خمس آئے اس میں سے ان کو سو اونٹ دیے جائیں چنانچہ انہوں نے ایک حصہ وصول کرلیا، جو باقی تھا اس کو وصول کرنے سے پہلے بنوذہل نے اس کا معاوضہ دوسرے ذرائع سے پورا کردیا۔ ❷

سیّدنا یزید بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ کھڑے تھے کہ پراگندہ مو شخص ہاتھ میں سرخ چمڑا لیے ہوئے آیا، ہم نے اس کو پکڑ کر دیکھا تو وہ فرمان تھا، ہم نے پوچھا اس کو کس نے لکھا ہے؟ وہ شخص بولا رسول اللہ ﷺ نے۔ ❸

طبقات الصحابہ:

اگرچہ محدث ابوزرعہ کے قول کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ تاہم علامہ ذہبی

---

❶ مستدرك حاكم: ٣/ ٥٧٣ـ ٥٧٤.

❷ سنن ابوداؤد، كتاب الخراج والامارة، باب في بيان مواضع قَسم الخمس وسهم ذي القربى، رقم: ٢٩٩٠.

❸ سنن ابوداؤد، كتاب الخراج والامارة، باب ما جاء في سهم الصفي، رقم: ٢٩٩٩.

نے طبقات الحفاظ میں جن صحابہ کا تذکرہ کیا ہے اور جن کی نسبت لکھا ہے کہ صحاح میں ان سے حدیثیں مروی ہیں ان کی تعداد صرف ایک سو پانچ ہے، لیکن تفحص وتلاش سے اس پر اور صحابہ کے ناموں کا بھی اضافہ ہوسکتا ہے، چنانچہ مسند ابوداؤد طیالسی جو دوسری صدی کے اخیر میں تصنیف ہوئی ہے اس میں تقریباً ڈھائی سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتیں ہیں۔

علامہ ذہبی کی رائے کے مطابق ان ایک سو پانچ صحابہ میں اٹھائیس صحابہ ایسے ہیں جن کے نام سے علم حدیث کے اکثر صفحات مزین ہیں، لیکن ان اٹھائیس صحابہ رضی اللہ عنہم میں عام محدثین کی تصریح کے مطابق ٦ صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ کثیر الروایات ہیں اور علم حدیث میں نصف سے زیادہ صرف ان ہی کی روایتیں ہیں اور چونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

((مَنْ حَفِظَ عَلٰى أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا يَنْتَفِعُوْنَ بِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيْدًا.)) وَفِيْ رِوَايَةٍ كُتِبَ فِيْ زُمْرَةِ الْعُلَمَاءِ وَصِيْرَ مِنْ جُمْلَةِ الشُّهَدَاءِ. [1]

''جس نے کم ازکم چالیس حدیثیں بھی میری امت کو پہنچا دیں اس کا حشر علماء کے ساتھ ہوگا۔''

اس لیے محدثین نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ جن کی روایتیں چالیس سے کم ہوں گی وہ قلیل الروایات شمار کیے جائیں گے، اس بنا پر قلت وکثرت روایت کی حیثیت سے محدثین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چار طبقے قرار دیے ہیں:

① پہلا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں۔
② دوسرا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں۔
③ تیسرا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے زیادہ ہیں۔
④ چوتھا طبقہ: یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں۔

لیکن چونکہ پانچ سو سے چالیس تک کے رواۃ زیادہ ہیں، اس لیے اس کے دو حصے کردیے ہیں، سو سے پانچ سو تک ایک طبقہ اور چالیس سے سو تک دوسرا طبقہ، اس تفصیل کی رو سے ہم نے صحابہ کے پانچ طبقے قرار دیے ہیں:

① وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں۔
② وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں مگر ہزار سے کم۔

[1] شعب الإيمان للبيهقي ١٢/ ٢٧١، رقم: ١٧٢٧.

③ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں سو یا سو سے زیادہ ہیں مگر پانچ سو سے کم۔

④ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے زیادہ ہیں مگر سو سے کم۔

⑤ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں چالیس سے کم ہیں۔

عام محدثین اگرچہ پہلے طبقے میں صرف چھ صحابہ یعنی سیّدنا ابو ہریرہ، سیّدہ عائشہ، سیّدنا عبد اللہ بن عباس، سیّدنا عبد اللہ بن عمر، سیّدنا جابر بن عبد اللہ اور سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم کو داخل کرتے ہیں لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے کثیر الروایہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آٹھ کا نام لیا ہے، چنانچہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باعتبار کثرت وقلت روایت حدیث بر چہار طبقہ اند مکثرین کہ:

''مرویات ایشان ہزار حدیث فصاعداً یا زیادہ، متوسطین کہ مرویات ایشان پانچ صد حدیث فصاعداً باشد بمثل ابوموسیٰ اشعری، براء بن عازب، وحیبعکہ مرویات ایشان چہل حدیث باشد فصاعداً تا سہ و صد را چہار صد در حدیث شریف آمدہ است ''مَنْ حَفِظَ عَلٰی أُمَّتِیْ أَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا حُشِرَ مَعَ الْعُلَمَاءِ اَوْ كَمَا قَالَ'' ومقلین کہ مرویات ایشان تا چہل نمی رسد، جمہور محدثین گفتہ اند کثیر الروایات کہ مکثرین از صحابہ ہشت کس اند، ابوہریرہ، وعائشہ، وعبد اللہ بن عمر، وعبد اللہ بن عباس، وعبد اللہ بن عمرو بن العاص، وانس و جابر وابوسعید خدری رضی اللہ عنہم۔'' [1]

لیکن شاہ صاحب کا دعویٰ محدثین کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ ابن صلاح لکھتے ہیں:

''عن أحمد بن حنبل قال: ستة من أصحاب النبی ﷺ أكثروا الرواية عنه وعمرو ابوهريرة وابن عمر وعائشة وجابر بن عبد الله وابن عباس وأنس رضي الله عنهم .''

''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چھ صحابہ کثیر الروایات ہیں اور انہوں نے طویل عمریں پائی ہیں، ابوہریرہ، ابن عمر، عائشہ، جابر، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم۔''

علامہ بدر الدین عینی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''وكانت واحد الستة الذين هم اكثر الصحابة رواية .'' [2]

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان چھ صحابہ میں تھیں جو کثیر الروایۃ ہیں۔''

---

[1] إزالة الخفاء، ص ٢١٤ مقصد دوم.

[2] عمدة القاري: ١/ ٤٥ .
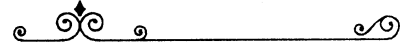
لیکن اصل یہ ہے کہ عام محدثین نے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام کثیر الروایت صحابہ کے ساتھ نہیں لیا، حالانکہ ان کی مرویات ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔ ❶ شاہ صاحب سیّدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو طبقہ اول میں داخل کرتے ہیں حالانکہ ان کی روایتوں کی تعداد صرف سات سو ہے۔ ❷ اس لیے کثیر الروایت صحابہ جن کا نام طبقہ اول میں لیا جاسکتا ہے سات ہیں، سیّدنا ابو ہریرہ، سیّدہ عائشہ، سیّدہ عبد اللہ بن عمر، سیّدنا عبد اللہ بن عباس، سیّدنا جابر بن عبد اللہ، سیّدنا انس بن مالک، سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم۔

شاہ صاحب نے دوسرے طبقہ میں سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے حالانکہ ان دونوں کی حدیثیں پانچ سو سے بہت کم ہیں، اس لیے یہ لوگ دوسرے طبقہ میں نہیں بلکہ تیسرے طبقہ میں داخل ہیں۔

مرویات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد:

بہر حال قلت و کثرتِ روایت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پانچ طبقے ہیں جن کے نام اور تعداد اور روایات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

طبقہ اوّل:

یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایات ہزار سے زیادہ ہیں، اس طبقے میں سات صحابہ کرام ہیں۔

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱:	سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (م ۵۷ھ)	۵۳۷۴
۲:	سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م ۵۹ھ)	۲۲۱۰
۳:	سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (م ۶۸ھ)	۱۶۶۰
۴:	سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (م ۷۰ھ)	۱۶۳۰
۵:	سیّدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ)	۱۵۴۰
۶:	سیّدنا انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ (م ۹۳ھ)	۱۲۸۶
۷:	سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (م ۴۶ھ)	۱۱۷۰

❶ خلاصه تذبيب تهذيب الكمال، ص ١٣٥.
❷ خلاصه تذبيب تهذيب الكمال، ص ٢٠٨.

طبقہ دوم:

یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زائد ہیں اس طبقہ میں صرف چار صحابہ ہیں۔

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱:	سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۳ھ)	۸۴۸
۲:	سیّدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (م ۶۳ھ)	۷۰۰
۳:	سیّدنا علی رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ)	۵۸۶
۴:	سیّدنا عمر بن خطاب (م ۲۴ھ)	۵۳۹

طبقہ سوم:

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کی روایات سو یا سو سے زیادہ ہیں مگر پانچ سو سے کم ہیں، اس طبقہ میں چھبیس صحابہ کرام ہیں:

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱:	سیّدہ اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا	۳۷۸
۲:	سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (م ۵۴ھ)	۳۶۰
۳:	سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ (م ۷۲ھ)	۳۰۵
۴:	سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۲۸۱
۵:	سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۲۱۵
۶:	سیّدنا سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ	۱۸۸
۷:	سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	۱۸۱
۸:	سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ	۱۷۹
۹:	سیّدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ	۱۷۰
۱۰:	سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (م ۲۹ھ)	۱۶۴
۱۱:	سیّدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ	۱۶۴
۱۲:	سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۱۵۷
۱۳:	سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۱۵۰

۱۴:	سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۱۴۶
۱۵:	سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ	۱۴۶
۱۶:	سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ)	۱۴۲
۱۷:	سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۱۳۶
۱۸:	سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ	۱۳۰
۱۹:	سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۱۳۰
۲۰:	سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (م ۶۰ھ)	۱۳۰
۲۱:	سیّدنا ثوبان مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۷
۲۲:	سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما	۱۲۸
۲۳:	سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ	۱۲۴
۲۴:	سیّدنا سمرہ بن جندب فزاری رضی اللہ عنہ	۱۲۳
۲۵:	سیّدنا ابومسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۱۰۲
۲۶:	سیّدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ	۱۰۰

طبقہ چہارم:

میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں جن کی روایات چالیس سے سوتک ہیں، اس طبقہ میں ۳۲۳ صحابہ کرام ہیں:

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱:	سیّدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ	۹۵
۲:	سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (م ۴۵ھ)	۹۲
۳:	سیّدنا ابوطلحہ زید بن سہل (م ۳۵ھ)	۹۲
۴:	سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	۹۰
۵:	سیّدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ	۸۱
۶:	سیّدنا کعب بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ	۸۰
۷:	سیّدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ	۷۸
۸:	سیّدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ	۷۷

۴۳:	سیّدنا سلمہ بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ	۴۰

طبقہ پنجم:

میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کی روایات چالیس یا چالیس سے کم ہیں، اس طبقہ میں پچپن صحابہ کرام ہیں:

نمبر	نام	تعداد احادیث مرویہ
۱:	سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	۳۸
۲:	سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا	۳۴
۳:	سیّدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ	۳۲
۴:	سیّدنا عیاض بن حماد تمیمی رضی اللہ عنہ	۳۰
۵:	سیّدنا مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ	۲۸
۶:	سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۲۵
۷:	سیّدہ اُمّ قیس بن محصن رضی اللہ عنہا	۲۴
۸:	سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ	۲۵
۹:	سیّدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	۲۲
۱۰:	سیّدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا	۲۱
۱۱:	سیّدنا اسید بن حضیر اشہلی رضی اللہ عنہ	۱۸
۱۲:	سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (م۲۲ھ)	۱۸
۱۳:	سیّدنا عمر بن حریث رضی اللہ عنہ	۱۸
۱۴:	سیّدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا	۱۵
۱۵:	سیّدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ	۱۴
۱۶:	سیّدنا معاویہ بن سلمی رضی اللہ عنہ	۱۳
۱۷:	سیّدنا عروہ بن ابی جعد الاسدی رضی اللہ عنہ	۱۳
۱۸:	سیّدنا بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہ	۱۱
۱۹:	سیّدنا مجمع بن یزید رضی اللہ عنہ	۱۰
۲۰:	سیّدنا سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ	۷
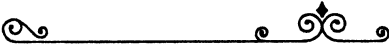
۲۱:	سیّدنا قتادہ بن لقمان رضی اللہ عنہ	۷
۲۲:	سیّدنا قبیصہ بن مخارق عامری رضی اللہ عنہ	۶
۲۳:	سیّدنا عاصم بن عدی قضاعی رضی اللہ عنہ	۶
۲۴:	سیّدنا سلمہ بن نعیم اشجعی رضی اللہ عنہ	۵
۲۵:	سیّدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ	۵
۲۶:	سیّدنا محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ	۵
۲۷:	سیّدنا سائب بن فلاح رضی اللہ عنہ	۵
۲۸:	سیّدنا خفاف غفاری رضی اللہ عنہ	۵
۲۹:	سیّدنا ذو مخمر حبشی رضی اللہ عنہ	۵
۳۰:	سیّدنا مالک بن ہبیر کندی رضی اللہ عنہ	۴
۳۱:	سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۴
۳۲:	سیّدنا ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ	۲
۳۳:	سیّدنا کعب بن عیض اشعری رضی اللہ عنہ	۲
۳۴:	سیّدنا کعب بن عیاض اشعری رضی اللہ عنہ	۲
۳۵:	سیّدہ کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ	۲
۳۶:	سیّدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ	۲
۳۷:	سیّدہ جدانہ بنت وہب رضی اللہ عنہا	۲
۳۸:	سیّدنا مالک بن یسار رضی اللہ عنہ	۱
۳۹:	سیّدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ	۱
۴۰:	سیّدہ کلثوم بنت علقمہ رضی اللہ عنہا	۱

ان کے علاوہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے ہیں چونکہ وہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کی روایت کتب حدیث میں اس قدر کم ہے کہ وہ شمار میں نہیں آئی، اس لیے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔ مختلف طبقات میں ہم نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لیا ہے ان کی مجموعی تعداد ایک سو پچیس ہے اور مسلمانوں کے پاس احادیث کا جو سرمایہ باقی ہے وہ انہی برگزیدہ ہستیوں کا فیض عام ہے۔

صحیفہ صحیحہ:

یہ صحیفہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ۱۳۹ احادیث پر مشتمل ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد ہمام بن منبہ کو لکھوائی تھیں۔

وہ تمام صحیفے جو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے مرتب کیے تھے امتداد زمانہ کے ساتھ ناپید ہو گئے، مگر یہ صحیفہ باقی رہا، جسے صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صحیفہ سیّدنا جابر بن عبداللہ:

سیدنا جابر بن عبداللہ (م ۷۱ھ) نے بھی ایک صحیفہ لکھ رکھا تھا۔ [1] امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ یہ صحیفہ مناسک حج سے متعلق تھا۔ [2]

مشہور تابعی قتادہ بن دعامہ السدوسی (م ۱۱۸ھ) اس صحیفہ کی بڑی تعریف کیا کرتے اور کہا کرتے تھے:

((لَأَنَا لِصَحِيْفَةِ جَابِرِ اَحْفَظُ مِنِّیْ لِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ.)) [3]

''یقیناً جابر کا صحیفہ تو مجھے سورۃ بقرہ سے بھی زیادہ ازبر ہے۔''

صحیفہ سیّدنا سمرۃ بن جندب:

سیدنا سمرہ بن جندب بن ہلال الفزاری رضی اللہ عنہ (م ۶۰ھ) نے بھی ایک صحیفہ میں حدیثیں جمع کی تھیں ان کے بعد یہ صحیفہ ان کے بیٹے سلیمان کو ملا اور وہ اس کی روایتیں بیان کرتے تھے۔ [4]

غالباً یہ وہی صحیفہ ہے جو سمرہ رضی اللہ عنہ نے بصورت مکتوب اپنے بیٹوں کو روانہ کیا' اسی کے بارے میں ابن سیرین فرماتے ہیں: ''فِيْ رِسَالَةِ سَمُرَةَ إِلَى بَنِيهِ عِلْمٌ كَثِيْرٌ.'' [5]

''سمرہ نے جو مکتوب اپنے بیٹوں کے نام (روانہ کیا) اس میں بہت سا علم موجود ہے۔''

○ اس کے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری خطبہ فتح مکہ کے موقع پر جو ابو شاہ یمنی رضی اللہ عنہ کی درخواست پر لکھوایا گیا، سیدہ عائشہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات کے مجموعے، صحیفہ وائل بن حجر، صحیفہ سعد بن عبادہ اور مکتوبات امام نافع رحمہ اللہ ہیں۔

---

[1] تذكرة الحفاظ: ۱/ ۴۳.

[2] صحيفه همام بن منبه، ص: ۱۴.

[3] التاريخ الكبير: ۴/ ۱۸۲، تهذيب التهذيب: ۸/ ۳۵۳، طبقات ابن سعد: ۷/ ۲۲۹.

[4] تهذيب التهذيب: ۴/ ۲۳۶.

[5] تهذيب التهذيب: ۴/ ۲۳۶-۲۳۷.

سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ سے جو کچھ سنتے تھے، لکھ لیتے تھے، قریش نے ان کو منع کیا کہ آپ مختلف حالتوں میں گفتگو کرتے ہیں، اس لیے آپ کا ہر ارشاد حدیث نہیں ہوسکتا، انہوں نے آپ کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ لکھا کرو اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔ [1]

ان کے علاوہ اس دور کے ان تابعین کو بھی نہیں بھلایا جاسکتا جن کی مساعی جمیلہ اور جہود مخلصہ کی بدولت سنت کے خزانوں سے امت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام مالا مال ہوتی رہی ہے اور تا روزِ قیامت ہوتی رہے گی۔ مثلاً سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ بن عمر اور نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر رحمہم اللہ ہیں۔

عہد تابعین میں کتابت حدیث

خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جن لوگوں نے روایتیں کیں ان کو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قَیِّدُوْا الْعِلْمَ بِالْکِتَابِ یعنی ''علم کو لکھ لیا کرو۔''

بشیر بن نہیک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو کچھ سنتا تھا لکھ لیتا تھا، جب ان سے رخصت ہونے لگا تو اس مجموعہ کو دکھالیا، انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ رات کو مکہ کے راستہ میں چلتا تھا، وہ حدیث بیان کرتے تھے تو میں اپنے کجاوے کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا، پھر صبح کو صاف کر لیتا تھا۔ سیّدنا براء رضی اللہ عنہ کے تمام تلامذہ قلم سے اپنی ہتھیلیوں پر لکھتے تھے۔ حضرت نافع سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تمام حدیثیں ان کے سامنے لکھ لیا کرتے تھے۔ سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو خود حدیث لکھوائی اور اس نے لکھ لی۔ [2]

سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حدیثوں کے لکھنے کے مخالف تھے، لیکن مروان بن حکم نے ان کو اپنے یہاں بلوا کر بیچ میں ایک پردہ ڈال دیا اور ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ جو حدیثیں بیان کریں ان کو چپکے سے لکھتا جائے۔ [3]

غرض اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے زمانے میں فن حدیث مدون ہو چکا تھا اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے انہی اجزائے پریشان کو ایک مجموعہ کی صورت میں جمع کر دیا۔ [4]

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، رقم: ٣٦٤٦.

[2] مسند دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، ص: ٦٨، ٦٩.

[3] مسند احمد: ٤/ ١٩٩. [4] مسند دارمی، المقدمة، ص: ٦٢.

دوسرے دور میں تابعین کی ایک بڑی جماعت تیار ہوگئی جس نے دور اوّل کے تحریری سرمایہ کو وسیع تر تالیفات میں سمیٹ لیا۔ امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ (م ۱۲۵ھ) کا نام اس دور کی جلیل القدر شخصیات میں شامل ہے۔ ان کو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (م ۱۰۱ھ) نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ امام زہری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

((أَمَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدُالْعَزِيْزِ بِجَمْعِ السُّنَنِ ، فَكَتَبْنَاهَا دَفْتَرًا دَفْتَرًا . فَبَعَثَ إِلَى كُلِّ أَرْضٍ لَهُ عَلَيْهَا سُلْطَانٌ دَفْتَرًا .)) ❶

''ہمیں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا اور ان تمام علاقوں میں جن پر ان کا اقتدار تھا، یہ رسالے بھیجے۔''

ان کے علاوہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ کے گورنر ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ کو ہدایت لکھ بھیجی کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد رحمہما اللہ کے پاس جو ذخیرہ احادیث ہے اس کو ضرور قلم بند کریں:

((أَمَرَهُ أَنْ يَكْتُبَ لَهُ الْعِلْمَ مِنْ عِنْدِ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَان (۹۸ھـ) وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ (م ۱۰۷ھـ) فَكَتَبَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَ ذِهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلَاتَقْبَلْ إِلَّا حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَفْشُوْا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوْا حَتّٰى يَعْلَمَ مَنْ لَّايَعْلَمُ ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَايَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا .)) ❷

جن تابعین کی کتابت و تدوین حدیث کی خاطر خدمات ہیں اُن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ سعید بن مسیّب (م ۹۴ھ)، حسن بصری (م ۱۱۰ھ)، ابن سیرین (م ۱۱۰ھ)، علی بن حسین (م ۹۵ھ)، مجاہد (م ۱۰۷ھ)، سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)، عکرمہ مولیٰ ابن عباس (م ۱۰۷ھ)، قتادہ (م ۱۱۸ھ)، علقمہ (م ۶۲ھ) اور ابراہیم نخعی (م ۹۶ھ) رحمہم اللہ۔

اس دور میں حدیث کے بہت سارے مجموعے مرتب ہوئے، جن میں امام مالک بن اَنس الاَصبحی رحمہ اللہ کی مؤطا کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس دور کی چند دوسری مصنفات کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) جامع سفیان ثوری۔ (۲) جامع ابن المبارک۔

(۳) جامع امام اوزاعی۔ (۴) جامع ابن جریج رحمہم اللہ۔

---

❶ جامع بيان العلم: ۱/ ۷۶ .

❷ مقدمة الجرح والتعديل ، ص: ۲۱ ، توجيه النظر ، ص: ۷ ، فتح البارى: ۱/ ۲۰۸ ، ۱۹۵ .

ان کے علاوہ دیگر محدثین اور فقہائے امت جیسا کہ:

بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۶ھ)، ربیع بن صبیح (م ۱۶۰ھ) اور حماد بن ابی مسلمہ (م ۱۶۷ھ)، یمن میں معمر بن راشد (۹۰۔۱۶۳ھ)، واسط میں ہشیم بن بشیر (۱۰۴۔۱۸۳ھ)، رے میں جریر بن عبدالحمید (۱۱۰۔۱۸۸ھ) اور مصر میں عبداللہ بن وہب (۱۲۵۔ ۱۹۷ھ رحمہم اللہ) نے بھی مواد کو مرتب و منقح انداز میں جمع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ [1]

اس دور میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ، فتاوی صحابہ و تابعین کو ایک ہی مجموعہ میں مرتب کرلیا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی وضاحت ہو جاتی تھی کہ یہ صحابی یا تابعی کا قول ہے یا حدیث رسول ﷺ۔

تبع تابعین اور دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث

اس کے بعد تیسرا دور آتا ہے۔ یہ تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے چوتھی صدی ہجری کے خاتمہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں:

① احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلواۃ السلام کو آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے الگ کر کے مرتب کیا گیا۔

② قابل اعتماد روایات کے علیحدہ مجموعے تیار کیے گئے۔

③ اور علم حدیث کی حفاظت کے لئے محدثین کرام نے کئی ایک علوم کی بنیاد ڈالی۔ مثلاً:

- علم اسماء الرجال: راویانِ حدیث کے حالات و کوائف سے آگاہی حاصل کرنا اور ان کی سیرت و سوانح اور تراجم و احوال کو معرض بیان میں لانا، فن اسماء الرجال یا "علم اسماء الرجال" کہلاتا ہے۔ [2]
- علم مصطلح الحدیث: ان اصول و قواعد کا علم جن کے ذریعے بحیثیت مقبول و غیر مقبول سند و متن کی حالت پہچانی جاتی ہے، علم مصطلح کہلاتا ہے۔ [3]
- علم غریب الحدیث: اس علم کے ذریعے حدیث کے دقیق و عمیق کلمات جن کے معنی ظاہری طور پر مخفی اور بعید عن الفہم ہوں معلوم کیے جاتے ہیں۔ [4]

---

[1] مقدمه فتح الباری، ص: ۲، تدریب الراوی: ۱/ ٦٦۔ ٦٧.

[2] تاریخ حدیث و محدثون، ص ۶۰۰، از ترجمہ غلام احمد حریری، تاریخ فنون الحدیث، ص ۱۹۲۔

[3] تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۱۹، مترجم.

[4] علوم الحدیث، از ڈاکٹر عبد الرؤف، ص ٤٤٧.

* علم تخریج الأحادیث؛ اس علم کے ذریعے احادیث کو ان کتب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جن میں وہ بیان ہوئی ہیں۔ ان پر صحت اور ضعف کے لحاظ سے کلام کیا جاتا ہے یا محض اصل کتب کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے وغیرہ۔ [1]
* علم الناسخ والمنسوخ؛ اس علم کے ذریعے ناسخ اور منسوخ احادیث کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ یہ بہت اہم اور مشکل فن ہے۔ اس میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے والے مشہور ترین امام شافعی ہیں۔
* اور فقہ الحدیث وغیرہ۔

اس دور کے ممتاز اور مشہور جامعین حدیث میں سے:

(۱) عبدالعزیز بن جریج البصری (م ۱۵۰ھ)
(۲) امام عبدالرحمٰن بن عمرو الأوزاعی (م ۱۵۷ھ)
(۳) مالک بن انس اصبحی (م ۱۷۹ھ)
(۴) محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ)
(۵) سفیان ثوری (ت ۱۶۱ھ)
(۶) عبدالرزاق الصنعانی (م ۲۱۱ھ)
(۷) ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ)
(۸) امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)
(۹) امام محمد بن اسماعیل البخاری (م ۲۵۶ھ)
(۱۰) امام مسلم بن حجاج القشیری (م ۲۶۱ھ)
(۱۱) امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی (م ۲۷۵ھ)
(۱۲) امام محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ)
(۱۳) امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (م ۳۰۳ھ)
(۱۴) امام ابوعبداللہ احمد بن یزید القزوینی (المعروف ابن ماجہ) (م ۲۷۲ھ)
(۱۵) امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ (م ۲۳۸ھ)

ان کے علاوہ اس دور میں بہت سے محدثین نے تالیفات کیں، یعنی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور

[1] حصول التخریج باصول التخریج، از غماری، ص ۱۳.

معاملات وغیرہ تمام عنوانات پر مؤلفات حدیث موجود ہیں۔

صحیح بخاری سے قبل لکھی گئی کتب حدیث

صحیح بخاری سے قبل لکھی گئی کتب حدیث حسب ذیل ہیں:

(ا) مؤطا امام مالک:

- اس مؤطا کے مؤلف امام مالک بن انس الأصحی رحمہ اللہ (م ۱۷۹ھ) ہیں۔[1]
- آپ امت میں امام دارالہجرہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ تبع تابعین میں سے تھے۔ امام نووی نے ''تہذیب الأسماء'' میں لکھا ہے کہ امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی۔ جن میں تین سو تابعین تھے اور چھ سو تبع تابعین۔
- امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک کو جب حدیث کے کسی حصے (جزء) میں شک پڑ جاتا تھا تو پوری کی پوری حدیث رد کر دیتے تھے۔ آپ کی محفل ایسی رعب دار تھی کہ ملوک و سلاطین کو تاب سخن نہ تھی، ایک خاموشی کا عالم طاری رہتا۔[2]
- آپ نے اہل مدینہ کے تعامل اور احادیث رسول پر مبنی کتاب مرتب کی۔ مؤطا کی تصنیف کے وقت سے اب تک اس کی قبولیت کو دوام حاصل ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن للمؤطا لوقعا في النفوس و مهابة في القلوب لا يُوازيها شئي ."[3]

''یقیناً مؤطا کی دلوں میں جو وقعت اور قلوب میں ہیبت ہے اس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔''

- امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"ما أعلم في الأرض كتابا أكثر صوابا من كتاب مالك ."[4]

''میرے علم میں روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔''

- ''آج کل ہمارے ہاں جو متداول نسخہ ہے وہی سب سے قابل اعتماد اور مستند ترین نسخہ ہے اور یہ یحیٰی بن یحیٰی مصمودی (م ۲۳۴ھ) کا مرتب کردہ ہے۔ اس موجودہ نسخہ کے ٹائیٹل پر ہی آپ کے یہ الفاظ نظر آئیں

---

[1] سير أعلام النبلاء:۸/ ٤٨ ، شذرات الذهب:۲/ ۱۲ ، وفيات الأعيان:٤/ ۲۳٥ .

[2] تهذيب الأسماء واللغات:۲/ ۷٦ ، بستان محدثين ، ص: ۱۹ .

[3] مقدمه التعليق الممجد على مؤطا امام محمد بحواله سير السلام النبلاء .

[4] تدريب الراوی:۱/ ٦٨ ، تذكرة الحفاظ: ۱/ ۲۰۸ ، سير أعلام النبلاء:۸/ ۱۱۱ .

گے''۱۷۲۰ احادیث کا مجموعہ'' اب جو نسخے موجود ہی نہیں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ ان احادیث کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرفوع احادیث ۶۰۰، مرسل ۲۲۲، موقوف (اقوال صحابہ) ۶۰۳، مقطوع (اقوال تابعین ۲۸۵، کل میزان ۱۷۲۰۔''[1]

نوٹ: ...... یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب صحیح بخاری مدون نہ تھی وگرنہ صحیح بخاری کے لکھے جانے کے بعد ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' صحیح بخاری ہے۔

(۲) مسند أبي داود الطیالسي:

- ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری رحمہ اللہ (م ۲۰۴ ھ) ایرانی النسل تھے۔[2]
- تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کئے۔ ان کے اساتذہ میں اہم شعبہ، ثوری اور حماد بن سلمہ رحمہم اللہ تھے۔[3]
- حافظہ بلا کا تھا، کہا جاتا ہے کہ ۴۰ ہزار احادیث بغیر مکتوب ذخیرہ کو دیکھے روایت کر سکتے تھے۔[4]
- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے انہیں ''ثقہ صدوق'' لکھا ہے۔[5]
- ان کی مسند ابتدائی مسانید میں سے ہے۔ اس میں (۲۸۹۰) احادیث ہیں جو تقریباً (۲۸۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

(۳) مسند حمیدی:

- ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسی الحمیدی المکی رحمہ اللہ (م ۲۱۹ ھ) اپنے وقت کے امام تھے۔[6]
- سفیان بن عیینہ، الولید بن مسلم اور امام شافعی رحمہم اللہ ایسے علماء کی مجالس درس سے وابستہ رہے۔[7]

---

[1] آئینہ پرویزیت، ص: ۵۰۲-۵۰۳۔

[2] طبقات ابن سعد: ۷/ ۲۹۸، التاریخ الکبیر: ٤/ ۱۰۰، میزان الاعتدال: ۲/ ۲۰۳، تاریخ بغداد: ۹/ ۲٤، شذرات الذهب: ۲/ ۱۲، سیر أعلام النبلاء: ۹/ ۳۷۸.

[3] تذكرة الحفاظ: ۱/ ۳۵۲، السیر: ۹/ ۳۸۰.

[4] السیر: ۹/ ۳۸۰، تذكرة الحفاظ: ۱/ ۳۵۲.

[5] السیر: ۹/ ۳۸٤، تذكرة الحفاظ: ۱/ ۳۵۲.

[6] الجمع بین الرجال الصحیحین: ۱/ ۲٦۵، تذكرة الحفاظ: ۲/ ٤۱۳، شذرات الذهب: ۲/ ٤۵، سیر أعلام النبلا: ۱۰/ ٦۱٦.

[7] السیر: ۱۰/ ٦۱٦، تهذیب: ۵/ ۲۱۵.

- آپ کے شاگردوں میں امام بخاری اور ابو زرعہ الرازی وغیرہ چوٹی کے علماء تھے۔ [1]
- امام احمد اور ابو حاتم نے انہیں ''ثقہ امام'' قرار دیا ہے۔ [2]
- مسند میں احادیث کے ساتھ آثار صحابہ وتابعین کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ بعض مقامات پر غریب ومشکل الفاظ کی توضیح بھی ملتی ہے۔
- مسند میں احادیث وآثار کی تعداد (۱۳۰۰) ہے۔

(۴) مسند اسحاق ابن راھویہ:

- اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی التمیمی رحمہ اللہ (م ۲۳۸ھ) ابن راھویہ کے نام سے علمی حلقوں میں معروف ہیں۔ علم حدیث کی تحصیل کے لئے دور دراز کے علاقوں کے سفر کئے۔ [3]
- ان کی تالیفات میں مسند کو اہم مقام حاصل ہے۔
- محفوظ مخطوط کا آغاز سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے ہوتا ہے اور آخر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات ہیں۔ [4]
- یہ جزء اب رحمت الٰہیہ سے زیور طباعت سے آراستہ ہو گیا ہے۔ فللّٰہ الحمد علی ذلك۔
- اس مطبوعہ جزء میں روایات کی تعداد (۹۸۰) ہے۔

(۵) مسند احمد:

- احمد بن محمد بن حنبل ابو عبداللہ الشیبانی رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) عربی النسل تھے۔ [5]
- امام عبدالرزاق اور امام شافعی رحمہما اللہ نے بھی علم میں ان کی فضیلت کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ [6]
- مسند تقریباً تیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ سات سو صحابہ کرام (بشمول صحابیات) کی مرویات کا مجموعہ

---

1. السیر: ۱۰/ ۶۱۷، طبقات السبکی:۲/ ۱۴۰.
2. أیضاً:۱۰/ ۶۱۶، أیضاً:۲/ ۱۴۰.
3. وفیات الأعیان: ۱/ ۱۹۹، تاریخ بغداد: ۲/ ۳۴۵۔۳۴۶، کتاب الأنساب:۶/ ۵۶، تذکرۃ الحفاظ: ۲/ ۴۳۳۔ التهذیب: ۱/ ۲۱۶، العبر:۱/ ۴۲۶، سیر أعلام النبلاء:۱۱/ ۳۵۸، تاریخ ابن عساکر: ۲/ ۴۱۰.
4. تذکرۃ الحفاظ: ۲/ ۷۰۵، العبر للذهبی: ۲/ ۱۲۹.
5. طبقات ابن سعد: ۷/ ۳۵۴، تاریخ بغداد:۴/ ۴۳۱، وفیات:۱/ ۶۳۔ ۶۴، العبر للذهبی: ۱/ ۴۳۵، شذرات الذهب:۲/ ۹۶، السیر:۱۱/ ۱۷۷۔ ۱۷۸.
6. تاریخ بغداد:۴/ ۴۱۹، تهذیب التهذیب:۱/ ۷۳، طبقات للسبکی:۲/ ۲۸۔۳۱.

ہے۔ متن وسند کی مقبولیت کے لئے کڑی شرائط رکھیں۔ اس میں مرفوع کے علاوہ مقطوع احادیث اور آثار صحابہ بھی ہیں۔ [1]

امام ممدوح رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قلت لأبي لم كرهت وضع الكتاب و قد عملت المسند فقال: عملت هذا الكتاب إماما إذا اختلف الناس في سنة عن رسول الله رجع إليه." [2]

''میں نے اپنے والد احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ آپ کتابیں مرتب کرنے سے کیوں منع کرتے ہیں، حالانکہ آپ نے خود بھی مسند لکھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: یہ کتاب میں نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے لکھی ہے۔ جب سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں لوگوں میں کوئی اختلاف رونما ہوگا تو وہ اس کی طرف رجوع کریں گے۔''

ان کے علاوہ اس دور میں بہت سے محدثین نے تالیفات کیں۔ یعنی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاملات وغیرہ تمام عنوانات پر مؤلفات حدیث موجود ہیں۔

صحاح ستہ کے مؤلفین کے ادوار

دوسری صدی ہجری کے پہلے نصف میں تصنیف، تالیف وترتیب کی جو سرگرمیاں شروع ہوئی تھیں وہ تیسری صدی کے ابتدائی حصے میں ایک نئی علمی تحریک کو وجود میں لانے کا باعث بنیں۔ چنانچہ اس نتیجہ میں کئی کتابیں تصنیف کی گئیں جن سے طلباء حدیث استفادہ کرتے ہیں لیکن جن کتابوں کو امت مسلمہ میں زیادہ قبولیت حاصل ہوئی وہ درج ذیل ہیں:

(۱) صحیح بخاری:

حضرت امام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری رحمہ اللہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں سمرقند کے قریب ایک گاؤں خرتنگ میں وفات پائی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے طلب حدیث میں دو مرتبہ شام اور مصر کا دورہ کیا۔ چار مرتبہ بصرہ گئے۔ کئی مرتبہ کوفہ اور بغداد کا سفر کیا۔ علاوہ ازیں بلخ، سمرقند، نیشاپور، رے، بغداد، کوفہ، مکہ، مدینہ، واسط، عسقلان اور حمص کا سفر کیا۔

آپ نے بے مثال حافظہ پایا تھا۔ دس سال کی عمر سے پہلے حدیثیں یاد کرنا شروع کردیں۔ ایک ہزار سے

---

[1] طبقات السبکی: ۲/ ۳۱، السیر: ۱۱/ ۱۸۱، ۳۲۹. [2] خصائص المسند للمدبتي، ص: ۸.

زائد استادوں سے حدیثیں لکھیں۔ آپ کو ایک لاکھ صحیح احادیث (سندیں) اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد تھیں (یہاں یہ بات یاد رکھیے کہ محدثین کی اصطلاح میں مختلف سند رکھنے والی ایک ہی متن کی روایتوں کو الگ الگ حدیث سمجھا جاتا ہے) صحیح بخاری آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ صحیح بخاری کو آپ نے تالیف کے بعد اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین کے سامنے پیش کیا، جن میں حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت یحییٰ بن معین اور حضرت علی ابن المدینی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ سب نے آپ کی کتاب کو پسند کیا۔ محمد بن سلیمان ابن فارس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، جیسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے، جس سے میں مکھیاں اڑا رہا ہوں تو میں نے اس خواب کی تعبیر بعض تعبیر بتانے والوں سے پوچھی۔ انھوں نے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے جھوٹ کو اڑا دو گے (یعنی ان روایتوں کو جو لوگ خود گھڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے ہیں) اس خواب نے مجھے اس کتاب کی تالیف پر مستعد کیا۔''

محمد بن یوسف فربری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ کہتے تھے: میں نے اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لکھی، جب تک کہ غسل نہیں کیا اور دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔''

صحیح بخاری کا پورا نام ''الجامع الصحیح المسند من امورِ رسول اللہ ﷺ وسننه وأيامه'' ہے۔

صحیح البخاری کے بارے میں تمام محدثین اور علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح ہے۔ ''اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ''.

امام بخاری رحمہ اللہ نے چھ لاکھ احادیث (سندوں) میں سے انتخاب کیا اور سولہ (۱۶) سال کے عرصے میں اس کتاب کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں مکمل کیا۔ ہر حدیث کو استخارہ کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد درج کیا۔ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ کسی شیخ کے کئی شاگردوں میں سے، صرف چند بڑے بڑے اور زیادہ متقی اور زیادہ عادل وضابط شاگردوں کی ہی روایات لیتے ہیں۔

* صحیح بخاری میں تعلیقات کے ساتھ، کل احادیث کی تعداد (۹۰۸۲) ہے۔ تعلیقات سے مراد وہ حدیثیں ہیں، جن کی سند میں بعض راویوں کا ذکر حذف کر دیا گیا ہو۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تعلیقات (یعنی معلق حدیثیں) صرف تراجم ابواب (یعنی عنوانات) میں لائی گئی ہیں۔

* مکرر احادیث کے ساتھ روایات کی کل تعداد سات ہزار دو سو پچھتر (۷۵۶۳) ہے۔
* صحیح بخاری میں ۲۲ ثلاثیات ہیں۔

(۲) صحیح مسلم:

امام مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیساپوری بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح حدیث کے بہت بڑے استاد ہیں۔ ۲۴۰ھ میں بمقام نیشاپور پیدا ہوئے۔ نیشاپور شمالی مشرقی ایران مشہد کے قریب واقع ہے۔ پہلے یہ خراسان کا صدر مقام تھا۔ علم کی طلب میں عراق، حجاز، شام اور مصر کا دورہ کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے استادوں سے بھی فیض حاصل کیا۔ ۵۷ سال کی عمر میں امام مسلم نے ۲۶۱ھ میں بمقام نیشاپور وفات پائی۔

آپ کی تالیف صحیح مسلم کا درجہ صحیح بخاری کے بعد ہے۔ صحیح مسلم کی پندرہ سے زیادہ شرحیں لکھی گئیں۔ سب سے زیادہ مشہور شرح امام نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) کی ہے۔ صحیح مسلم میں احادیث کی کل تعداد (۷۵۶۳) ہے۔ حسن ترتیب کے اعتبار سے صحیح مسلم صحیح بخاری سے افضل ہے، لیکن راویوں کی چھان بین کے سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا معیار، امام مسلم رحمہ اللہ کے معیار سے بلند ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک راوی کی اپنے استاد سے ملاقات کا ثبوت ضروری ہے، جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک صرف ہم عصر ثابت ہونا کافی ہے۔ صحیح مسلم میں تعلیقات بہت کم ہیں۔ مسلم کا طرز ادا صحیح بخاری کی بہ نسبت زیادہ واضح اور قریب الفہم ہے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی تبویب یعنی مختلف ابواب میں تقسیم بہت بعد میں امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے کی۔

علامہ محمد فواد عبد الباقی رحمہ اللہ نے جو نسخہ شائع کیا ہے، اس میں احادیث کی تعداد، حذفِ مکررات کے بعد، تین ہزار تینتیس (۳۰۳۳) ہے اور مکررات کے ساتھ ان کی تعداد پانچ ہزار سات سو ستتر (۵۷۷۷) ہے۔

(۳) سنن ابو داؤد:

یہ امام ابو داؤد سلیمانؒ بن اشعث (پیدائش ۲۰۲۔ عمر ۷۳ سال۔ وفات ۲۷۵ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب فقہی اور قانونی مسائل کا بہترین ماخذ ہے۔ ان میں کل چار ہزار آٹھ سو (۴۸۰۰) احادیث ہیں، جیسا کہ خود امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ لیکن مکرر روایات کے ساتھ ابو داؤد میں احادیث کی کل تعداد پانچ ہزار ایک سو بیاسی (۵۲۷۴) ہے۔ خود امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی، جو تمام علمائے حدیث کے نزدیک قابل ترک ہو۔ امام صاحب ضعیف روایتوں کے ضعف کی وجہ بھی بیان کردیتے ہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس کتاب کو مکمل کرنے کے بعد اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دکھایا۔ انھوں نے اسے بہت پسند کیا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کو الگ الگ شائع کردیا ہے۔ جس کے اعداد و شمار یہ ہیں۔

جس کے مطابق سنن ابی داؤد میں %۸۷ سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

(۴) جامع ترمذی:

یہ امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ (پیدائش ۲۰۹ھ۔ عمر ۷۰ سال۔ وفات ۲۷۹ھ) کی تالیف ہے۔ نہر بلخ کے کنارے واقع شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ ترمذ افغانستان کی شمالی سرحد پر دریائے آسو کے کنارے ازبکستان کا جنوبی شہر ہے۔ ان کے استادوں میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد رحمہم اللہ وغیرہ جیسی ہستیاں ہیں۔ سنن ترمذی میں احادیث کی تعداد علامہ ابوعبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان کی تحقیق و ترقیم کے مطابق تین ہزار نو سو تریسٹھ (۳۹۵۶) ہے۔ یہ کتاب تکرار سے خالی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ حسن اور ضعیف روایات بھی نقل کرتے ہیں، لیکن ہر حدیث کا درجہ بھی ساتھ ساتھ بیان کردیتے ہیں اور ضعف کی وجہ پر روشنی بھی ڈالتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور فقہائے اسلام رحمہم اللہ کے مختلف اقوال اور فتاویٰ بھی نقل کردیتے ہیں۔ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے صحیح اور ضعیف کو الگ الگ شائع کردیا ہے۔ جس کے مطابق سنن ترمذی میں %۸۰ سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

(۵) سنن نسائی:

امام احمد بن شعیب نسائیؒ الخراسانی (پیدائش ۲۱۵ھ۔ عمر ۸۸ سال۔ وفات ۳۰۳ھ) نے علم کے حصول کے لیے خراسان، مکہ، مدینہ، مصر، عراق، جزیرہ، شام وغیرہ کے دورے کیے، پھر مصر میں رہائش اختیار کرلی۔ وفات سے ایک سال پہلے دمشق گئے۔ یہاں تشدد کا نشانہ بنے اور رملہ (فلسطین) میں انتقال کیا۔ بیت المقدس میں دفن ہوئے۔ ان کے اساتذہ میں قتیبہ بن سعیدؒ، امام اسحاقؒ، امام ابی داؤد اور امام ترمذیؒ شامل ہیں۔ شاگردوں میں امام طبرانی، امام طحاوی اور احمد بن اسحاق السنی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ انھوں نے سنن کبریٰ اور سنن صغریٰ کے نام سے دو کتابیں مرتب کیں۔ سنن کبریٰ میں ۱۳۱۰۲ حدیثیں ہیں۔ سنن نسائی (سنن صغریٰ یعنی مجتبیٰ) میں کل پانچ ہزار سات سو اٹھاون (۵۷۵۸) احادیث ہیں۔ یہی دوسری کتاب مشہورِ زمانہ ہے۔ سنن نسائی تراجم ابواب (عنوانات) اور فقہ الحدیث میں صحیح بخاری سے بہت ملتی ہے۔ حدیث کی علتوں کے ماہر ہیں۔ اس راوی کی روایت کو ترک کردیتے ہیں، جو اوہام کا شکار ہو یا پھر بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہو۔

سنن نسائی میں ضعیف احادیث کی تعداد سب سے کم ہے اور تحقیق البانی کے مطابق اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے صحیح نسائی اور ضعیف نسائی کو الگ الگ شائع کردیا ہے۔ جس کے مطابق سنن نسائی میں %۹۲ سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

(۶) سنن ابن ماجہ:

یہ امام ابن ماجہ ابوعبد اللہ محمد بن یزید (پیدائش ۲۰۹ھ۔ عمر ۶۴ سال۔ وفات رمضان ۲۷۳ھ) **کی تالیف** ہے۔ حصولِ علم اور احادیث کو جمع کرنے کے لیے کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور دیگر ممالک کا سفر کیا۔ ان کے استادوں میں امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (م ۲۳۵ھ) جیسے بزرگ شامل ہیں۔ علامہ محمد فواد عبد الباقی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق ابن ماجہ میں احادیث کی تعداد چار ہزار تین سو اکتالیس (۴۳۴۱) ہے۔

ان میں سے تین ہزار (۳۰۰۲) احادیث کتب خمسہ (بخاری، مسلم، نسائی، ابی داؤد اور ترمذی) میں بھی موجود ہیں۔ ۱۳۳۹ احادیث زوائد ہیں، یعنی جو پچھلی چھ کتابوں میں نہیں ہیں۔ ان زوائد میں سے ۴۲۸ صحیح، ۶۱۳ ضعیف اور ۹۹ بہت زیادہ ضعیف ہیں۔

بعض محدثین کے نزدیک اٹھتر (۷۸) روایتیں موضوع (یعنی جھوٹی) ہیں۔ جبکہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق موضوع احادیث کی تعداد صرف (۴۱) ہے اور اس کی ۸۰٪ سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔ یہ کتب قرنِ ثالث کی مدونہ ہیں اور علم حدیث میں سب سے زیادہ مستند اور صحیح سمجھی جاتی ہیں۔ انہیں صحاح ستہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دینی ادب میں ان کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور انہیں سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے معرفت کا مستند ذریعہ تسلیم کیا جاچکا ہے۔

چوتھا دور:

چوتھا دور پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں:

۱: کتب حدیث کی شروح اور حواشی لکھے گئے۔ مزید برآں دوسری زبانوں میں تراجم کیے گئے۔

۲: جن علوم کا اوپر ذکر گزرا ہے۔ ان پر بہت سی تصانیف وجود میں آئیں۔

۳: علماء محدثین نے اپنے ذوق اور لوگوں کی ضرورت کے مطابق تیسرے دور کی تالیفات سے احادیث منتخب کر کے مفید کتابیں، مثلاً (۱) مشکوٰۃ المصابیح، (۲) ریاض الصالحین، (۳) منتقی الأخبار اور (۴) بلوغ المرام وغیرہ مرتب کیں۔

اقسام کتب حدیث

عمومی طور پر محدثین کے ہاں حدیث کے مجموعوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

الف: صحیح:

وہ کتب جو صحیح احادیث پر مشتمل ہوں یا ان کے مؤلفین نے یہ شرط لگا رکھی ہو کہ وہ ان کتب میں فقط صحیح

احادیث ہی جمع کریں گے۔ ایسی کتب ''صحیح'' کہلاتی ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔

ب: جامع:

جامع وہ کتب ہوتی ہیں جن میں آٹھ کتب یعنی ابواب حدیث کے تحت احادیث جمع ہوں: (۱) العقائد (۲) الاحکام (۳) الزهد و الرقاق (۴) آداب الطعام والشراب (۵) التفسير (۶) التاريخ والسير (۷) الفتن (۸) اور المناقب والمثالب۔ جیسا کہ امام بخاری اور ترمذی کی "الجامع الصحیح" ہیں۔

ج: مسند:

ایک صحابی کی یا کئی صحابہ کی احادیث کو مراتب صحابہ کے لحاظ سے جس کتاب میں جمع کیا گیا ہو اسے مسند کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا بلحاظ سبقت اسلام یا باعتبار شرافت نسب۔ جیسا کہ مسند ابو داؤد الطیالسی اور مسند احمد وغیرہ۔

د: معجم:

معجم وہ کتاب ہوتی ہے جس میں صرف حروف تہجی کے اعتبار سے شیوخ، بلدان یا قبائل کے ناموں کے مطابق احادیث کو جمع کیا جائے۔ مشہورترین معاجم، طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر ہیں۔

ھ: مستدرک:

مستدرک وہ کتاب ہے جس میں ایسی احادیث جمع کی جائیں جو کسی مؤلف کی شرائط کے مطابق ہوں مگر اس کی کتاب میں موجود نہ ہوں۔ اس سلسلے میں مشہور کتاب امام حاکم (م ۴۰۰ھ) کی "المستدرك على الصحيحين" ہے۔

و: مستخرج:

وہ کتاب جس میں کوئی مصنف کسی کتاب کی حدیثوں کو کتاب کے مؤلف کے علاوہ اپنی سند سے روایت کرے اور اس کی سند کتاب کے مؤلف کے شیخ کے ساتھ یا اس سے اوپر جا کر ملتی ہو۔ جیسا کہ "مستخرج أبی عوانه علی صحیح مسلم" ہے۔

ز: جزء:

جس کتاب میں صرف ایک ہی عنوان اور مسئلہ کے تحت احادیث جمع کر دی جائیں اسے ''جزء'' کہتے ہیں۔

جیسے "جزء رفع الیدین و جزء القرآۃ للبخاری" وغیرہ۔

ط: سنن:

جس کتاب میں احکام کی احادیث ہوں۔ اس کی ترتیب میں سب سے پہلے کتاب الطہارۃ ہوتی ہے۔ اس کے بعد عبادات، احوال شخصیہ، معاملات اور جہاد وغیرہ۔ مشہور سنن نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ۔ [1]

قارئین کرام! تقسیم برصغیر سے قبل بلکہ یہاں انگریزوں اور منگولوں کے دور سے بھی پہلے دور تابعین میں ایک تابعی سیّدنا ربیع بن السعد البصری (م۱۶۰ھ) کے نفس مبارک کے ساتھ انفاس رسول ﷺ (حدیث) کا چراغ روشن ہوا جو آج تک بے نور نہیں ہوا۔ بلکہ کئی قلوب و اذہان کو منور کیا جن خوش نصیبوں نے اپنا تن من دھن لگا کر ان کرنوں کی حفاظت کرنے کی سعادت پائی ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ضروری ہے۔ مشہور محدث حسن بصری (م۱۱۰ھ) کے شاگرد اسرائیل بن موسیٰ، شیخ اسماعیل (م۴۴۸ھ) رفیق محمود غزنوی، امام رضی الدین صغانی (م۶۵۰ھ)، مولانا راجح بن داؤد گجراتی (م۹۰۴ھ)، سیّد عبد الاول حسینی، حسام الدین ملتانی، شیخ علی متقی الہندی صاحب کنزل العمال (م۹۷۵ھ)، عبد الوہاب متقی (م۱۰۰۱ھ) اور اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م۱۱۷۶ھ) اور ان کی اولاد و احفاد اور تلامذہ اور ایسے ہی نواب صدیق حسن خان قنوجی اور شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی محنتوں اور کاوشوں سے اس ملک کی سرزمین نور سنت سے روشن ہوگئی۔ یہ وہ سلسلہ علم حدیث ہے کہ جس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں۔ لیلھا کنھا رھا!

بحمد اللہ تعالیٰ ادارہ "انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور" عرصہ اٹھارہ سال سے علمی و قلمی میدان میں دین حنیف کی خدمت کے لیے کوشاں ہے اور اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں بفضل اللہ تعالیٰ و منہ و کرمہ اس عرصے میں قریباً ۴۵ کتب منظر عام پر لانے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی علمی و تحقیقی، فکری و اصلاحی کتب پر بڑے زور و شور سے کام جاری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رحیم و کریم اپنے کمال فضل و کرم سے تمام زیر طبع، زیر تکمیل، زیر ترتیب اور زیر غور کام بخیر و عافیت مکمل فرمائے۔ آمین

ماضی قریب میں حدیث نبوی شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے ادارہ کی گیارہ (۱۱) کتب چھپ کر برسر عام جلوہ وفا ہوئیں۔ اہل علم نے اس کاوش کو سراہا اور دادِ تحسین دی۔ اب حدیث پاک کے موضوع پر ہماری بارہویں کوشش "مسند عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ" پیش خدمت ہے۔

---

[1] علوم الحدیث از ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر۔ حفاظت حدیث، از خالد علوی۔

علاوہ ازیں احادیث مبارکہ پر ہمارے ادارے نے ایک عظیم منصوبہ تشکیل دیا ہوا ہے جس کے تحت حدیث پاک کی بہت سی چھوٹی، بڑی کتابوں پر تحقیقی کام کر کے انہیں منظر عام پر لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس رفیع الشان وعظیم المرتبت منصوبے کو کامیابی س ہمکنار فرمائے۔ آمین!

مسند عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ کتاب تھوڑا عرصہ قبل دیار کویت کے کبیر عالم صلاح بن عایش الشلاحی کی تحقیق و دراسہ کے ساتھ پہلی مرتبہ چھپ کر منظر عام پر آئی۔

مخطوطہ کے بارے معلومات:

تحقیق کردہ معتمد علیہ نسخہ مسند عبد الرحمٰن بن عوف للبرتی مکتبہ ظاہریہ میں ۷۶ نمبر پر ہے اور یہ اکیلا نسخہ کویت یونیورسٹی کی مخطوطات لائبریری کے تعاون سے حاصل ہوا۔ وہاں یہ نسخہ ۴۹۰ نمبر پر موجود ہے۔

مخطوطات کا یہ مجموعہ کئی مختلف رسائل پر مشتمل ہے۔ ان میں سے موجود تین اجزاء ایک ہی خط سے لکھے گئے ہیں اور ایک مجموعی جلد میں موجود ہیں۔ پہلا جزء "جزء منكر ونكير لابی عمرو بن السماك"، اور دوسرا جزء مسند عبد الرحمن بن عوف اور تیسرا جزء "جزء من كانت له الأيات من هذه الامة لأبی بكر النجاد" ہے۔ یہ تینوں اجزاء ۲۰۱ تا ۲۱۹ اوراق پر مشتمل ہیں۔ یہ مسند ورقہ ۲۰۸ کے سامنے آدھ حصہ سے لے کر ورقہ ۲۱۴ کی دوسری سائیڈ کے آدھ حصے پر مشتمل ہے۔ ان تینوں اجزاء میں قدیم، خط نسخ استعمال ہوا ہے جس میں نقطے کم ہوتے تھے۔ کتابت کی تاریخ پانچویں صدی معلوم ہوتی ہے یا چھٹی صدی ہجری کا ابتداء ہے۔

نسخہ کی سند:

۲۰۱ نمبر ورقہ میں مندرجہ ذیل عبارت ہے۔ اس جزء میں "منكر و نكير والقبر وحديث زريب بن بريملا وصي عيسى بن مريم عليه السلام ومواعظ ورقائق عن معروف الكرخی برواية أبی عمر بن السماك" اور جزء مسند عبد الرحمٰن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

جمع:...... احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی۔

رواية:...... ابوسہیل القطان نے ان سے روایت کیا۔

"من كانت له الآيات من هذه الامة" اور "من تكلم بعد الموت من اهل اليقين" ان دونوں اجزاء کو احمد بن سلمان بن الحسن ابوبکر الفقیہ النجاد نے اپنے شیوخ سے جمع کیا ہے۔

اور ابوالحسن بن محمد بن محمد بن احمد بن سعید بن الروزبھان نے ان سے روایت کیا ہے۔

عبدالعزیز بن علی بن احمد بن الفضل نے سماع کیا ہے۔

اس کے نیچے متبادل خط میں لکھا ہے۔ ابوالحسن الروزبھان کی طرف سے ابومحمد عبد القادر بن احمد بن الحسین بن السماک الواعظ کو اجازت حاصل ہے۔

خصوصیات شرح وتحقیق کا منہج:

ہم نے مسند عبد الرحمٰن بن عوف کی احادیث کا سلیس اردو ترجمہ بڑے ہی شاندار انداز میں کیا ہے، تخریج کے ساتھ ساتھ احادیث پر بڑی محنت کے ساتھ تحقیقی حواشی بھی لگائے ہیں نیز ابتداء میں علمی وتحقیقی مقدمہ کے ساتھ مزین کیا ہے۔ تاکہ اردو خواں طبقہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ کو پڑھ کر ان پر عمل کر کے اپنے لیے سامانِ آخرت پیدا کرے۔ مسند اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. نص الکتاب کی تحقیق کر کے پورا متن درج کیا گیا ہے صرف احادیث پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔
2. احادیث اور آثار کی نمبرنگ کر دی ہے۔
3. کتب حدیث وغیرہ سے احادیث اور آثار کی تخریج محدثین کے معیار صدق وکذب کے مطابق کی گئی ہے۔
4. احادیث، آثار، اسماء اور انساب کو اعراب لگا دیے گئے ہیں۔
5. مختصر الفاظ الاداء کو مکمل اصلی حالت میں درج کیا گیا ہے مثلاً ''ثنا'' کی بجائے ''حدثنا'' اور ''رنا'' کی بجائے "أخبرنا" درج کیا ہے۔
6. مسند کی تمام احادیث کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور تشریح وفوائد کے لیے علیحدہ عنوان دیا گیا ہے۔
7. احادیث میں اگر کسی واقعہ، قصہ اور غزوہ کی طرف اشارہ ہے تو اسے بھی بیان کیا گیا ہے۔
8. قارئین کی سہولت کے لیے احادیث کی شرح کے دوران بعض اہم مقامات پر عنوان قائم کیے گئے ہیں۔
9. شرح میں پیش آمدہ روایات واحادیث کی بھی تخریج کی گئی ہے۔
10. شرح میں ضروری مقامات پر طوالت اختیار کی گئی ہے۔
11. قارئین کرام کے لیے اسوۂ رسول سے جو عمل کی راہیں ملتی ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔
12. کتاب کے آخر میں احادیث اور آثار کی فہرست بنا دی ہے۔
13. اور ساتھ میں اعلام کی بھی فہرست بنا دی ہے۔

کتاب میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ غلطیاں کم از کم بالکل نہ ہوں لیکن پھر بھی بتقاضائے بشریت اگر کسی بھی قسم کی کوئی خامی یا کمی رہ گئی ہو تو قارئین سے عاجزانہ گزارش ہے کہ براہِ کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جائے۔

میں اس کتاب کے جملہ معاونین اور ادارے کے اراکین مجلس شوریٰ جناب محمد شاہد انصاری، محمد اکرم سلفی، ابوطلحہ صدیقی، شمشیر اشرف اور حاجی نوید آصف حفظہم اللہ تعالیٰ کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت حدیث کے لیے جن کو بہت بڑا وسیلہ اور ذریعہ بنایا اور خصوصاً بھائی ابوحمزہ عبد الخالق صدیقی چیئرمین ادارہ انصار السنہ کا بے حد مشکور و ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنی قیمتی آراء سے میرے لیے کامیابی کی راہ ہموار فرمائی۔

بقیہ معاونین ادارہ ابو یحیٰی محمد طارق جاوید، منصور سلیم، میاں سجاد، شہزاد جاوید، محمد ناظر سدھو، جاوید علی، ظفر اقبال، عمران طاہر، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، اسجد محمود منج، ملک طاہر، شیخ الیاس مجید، محمد عرفان، اختر علی، شوکت حیات، مرزا ذاکر احمد، حافظ سفیان افضل، ابومومن منصور احمد، محمد رمضان اور سلیم جلالی حفظہم اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بھائیوں اور دوستوں کے علم وعمل، تقویٰ یا پارسائی اور مال و دولت میں اضافہ فرمائے اور دونوں جہانوں میں خوش وخرم رکھے کیونکہ یہ لوگ خدمت حدیث کے لیے تن من دھن قربان کر رہے ہیں۔

آخر میں بھائی عدنان عارف صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری گردانتے ہیں جنھوں نے مسند عبد الرحمٰن بن عوف کے ترجمہ، تخریج اور شرح کے مصارف برداشت کیے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے والد مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

ان کے علاوہ میں اپنے تمام اساتذہ کرام و مربیان قابل صد احترام خصوصاً حافظ ثناء اللہ الزاہدی (رئیس جامعہ اسلامیہ صادق آباد)، پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا اور محدث العصر فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی (رئیس المعهد السلفی للتعلیم والتربیة، کراچی ورئیس ادارہ ہذا) کا ممنون ہوں جنھوں نے زندگی کے ہر موڑ پر میری راہنمائی فرمائی۔ (**کثر اللّٰہ أمثالھم في العالم**)

آخر میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو ہمارے لیے دنیوی و اخروی نجات کا باعث بنائے۔ اس کتاب کے قارئین کو ہدایت نصیب ہو اور وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے فرامینِ مقدسہ کو پڑھ کر خود بھی ان پر عمل کریں اور دوسروں کو عمل کی ترغیب بھی دلائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین حنیف کا مخلص خادم اور سچا سپاہی بنائے اور اہل علم کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم و دائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین

وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه وسلم

وكتبه

حافظ حامد محمود الخضری

رفیق ادارہ انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

مصنف کے حالات زندگی

نام اور کنیت:

نام احمد بن محمد بن عیسیٰ بن الازھر ہے۔ کنیت ابو العباس۔ بغداد کے گرد ونواح میں بستی برت کے ساتھ نسبت کی وجہ سے البرتی البغدادی کہا جاتا ہے۔

پیدائش:

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۲/۴۰۷) میں لکھا ہے کہ آپ سن ۱۹۰ ہجری کے بعد پیدا ہوئے اور تذکرۃ الحفاظ (۲/۵۹۶) میں فرمایا کہ آپ ۲۰۰ ہجری سے قبل پیدا ہوئے۔

خاندان:

آپ پیدائشی بغدادی ہیں اور بغداد میں ہی فوت ہوئے۔ آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ابوحبیب تھا اور وہ بہت بڑا عالم تھا، اس نے سن ۳۰۸ھ میں وفات پائی۔

طلب علم:

امام برتی نے فقہ کا علم ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد سے حاصل کیا اور اسی سے محمد بن حسن الشیبانی کی کتب روایت کیں۔ اس کے بعد علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ اہل بغداد، اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے بھی کافی علم روایت کیا۔ آپ محدث بھی تھے اور فقیہ بھی۔ حنفی مذہب کے ساتھ تعلق رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو کہ اپنے زمانے کے امام المحدثین کہلائے جاتے تھے سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ طبقات حنابلہ کی کتب میں امام احمد رحمہ اللہ سے کیے ہوئے سوالات کا ذکر موجود ہے۔ ابن ابی یعلی نے ان میں سے دو سوالوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے ان کی فقاہت اور معرفت بالحدیث کی دلیل ملتی ہے۔

اساتذہ:

آپ کے اساتذہ ومشائخ کی فہرست کافی لمبی ہے۔ چند کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

۱: احمد بن محمد بن ایوب، ابوجعفر صاحب المغازی:...... ابن حجر نے کہا کہ یہ صدوق ہے لیکن ان میں کچھ غفلت پائی جاتی تھی۔ ان سے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❶

۲: اسحاق بن اسماعیل الطالقانی ابویعقوب:...... ابن حجر نے اسے ثقہ کہا ہے۔ صرف اکیلے جریر سے ان کے سماع میں کلام کیا گیا ہے۔ ان سے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۳۰ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❷

۳: حفص بن عمر بن الحارث بن سخبرۃ الازدی ابوعمر الحوضی:...... ابن حجر نے انہیں ثِـقَـةٌ ثَبَتٌ کہا ہے لیکن ایک عیب بھی لگایا ہے کہ یہ حدیث پر اُجرت لیتے تھے۔ ان سے امام بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے ان کے شاگرد سے روایت کیا ہے۔ سن ۲۵۵ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❸

۴: خلف بن ہشام بن ثعلب البزار المقرئ النحوی:...... ابن حجر نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ان سے امام مسلم اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۲۹ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❹

۵: داؤد بن عمرو بن زہیر بن عمرو الضبی ابوسلیمان البغدادی:...... ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا۔ ان سے نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے روایت کیا۔ ان کا سیر میں ترجمہ موجود ہے۔ سن (۲۲۸ ہجری) میں فوت ہوئے۔ ❺

۶: سلیمان بن حرب بن بجیل بن الازدی البصری قاضی مکہ:...... ابن حجر نے انہیں ثـقـةٌ، إمامٌ، حافظٌ کہا ہے۔ امام بخاری اور امام ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے اور امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۴ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❻

۷: عاصم بن علی بن عاصم بن صہیب الواسطی ابوالحسن التیمی:...... ابن حجر نے "صدوق له أوهام" کہا ہے۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن (۲۲۱) ہجری میں وفات پاگئے۔ ❼

۸: عبداللہ بن محمد بن ابراہیم العبسی:...... ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ثقہ اور حافظ راوی ہے۔ ان سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۵ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❽

---

❶ تهذيب الكمال: ١/ ٤٣١_ ٤٣٣.
❷ أيضًا: ٢/ ٤٠٩_ ٤١٢.
❸ سير أعلام النبلاء: ١٠/ ٣٥٤.
❹ أيضًا: ١٠/ ٥٧٦.
❺ أيضًا: ١١/ ١٣٠.
❻ أيضًا: ١٠/ ٣٣٠.
❼ أيضًا: ٩/ ٢٦٢.
❽ أيضًا: ١١/ ١٢٢.

9: عبد اللہ بن مسلمہ بن قعنب القعنبی الحارثی ابوعبد الرحمٰن البصری :...... ابن حجر نے میں کہا کہ یہ ثقہ اور عابد تھے۔ ابن المدینی اور ابن معین مؤطا میں اس سے بڑھ کر کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔ امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۱ ہجری میں وفات پا گئے۔ ❶

۱۰: عبد اللہ بن عمر بن میسرۃ القواریری ابوسعید البصری:...... ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ ان سے امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے ان سے بیان کیا ہے یعنی ان کے اور نسائی کے درمیان تیسرا اور آدمی بھی ہے۔ سن ۲۳۵ ہجری میں وفات پا گئے۔ ❷

۱۱: عثمان بن محمد بن ابراہیم العبسی المعروف ابن ابی شیبہ:...... ابن حجر نے کہا کہ ثقہ حافظ کے لقب سے مشہور ہیں لیکن ان کے بارے میں کئی وہم ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان سے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۹ ہجری میں وفات پا گئے۔ ❸

۱۲: عفان بن مسلم بن عبد اللہ الباہلی ابوعثمان البصری:...... ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ ابن المدینی نے کہا: جب حدیث کے بارے میں کسی لفظ میں انہیں شک پڑ جاتا تو اسے ترک کر دیتے اور کبھی کبھار وہم میں پڑ جاتے۔ ابن معین نے کہا ہے: ہم نے صفر سن ۲۱۹ ہجری میں اس کا انکار کیا۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے اور باقی پانچوں (یعنی امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۱۹ ہجری میں وفات پا گئے۔ ❹

۱۳: الفضل بن دکین التیمی ابونعیم:...... ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ ان کا شمار امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہوتا ہے اور باقی پانچوں (امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۱۸ ہجری میں وفات پا گئے۔ ❺

۱۴: مالک بن اسماعیل بن درہم النہدی ابوغسان الکوفی:...... ابن حجر نے انہیں ثقہ، متقن، صحیح الکتاب اور عابد کہا ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے اور باقی پانچوں (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۱۷ ہجری میں وفات پا گئے۔ ❻

---

❶ أیضًا: ۱۰/ ۲۵۷.
❷ أیضا: ۱۱/ ۴۲۲.
❸ أیضا: ۱۱/ ۱۵۱.
❹ أیضًا: ۱۰/ ۲۴۲.
❺ أیضًا: ۱۰/ ۱۴۲.
❻ أیضا: ۱۰/ ۴۳۰.
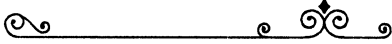
۱۵: محمد بن زیاد الورکانی ابوعمران الخراسانی نزیل بغداد:...... ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ ان سے امام مسلم اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❶

۱۶: محمد بن سعید بن سلیمان الکوفی ابوجعفر، ابن الاصبہانی المعروف حمدان:...... ابن حجر نے انہیں ثقہ ثبت کہا ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۰ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❷

۱۷: محمد بن کثیر العبدی البصری:...... ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ ان سے امام بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۳ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❸

۱۸: محمد بن المنهال البصری التیمی الضریر:...... ابن حجر نے کہا کہ یہ ثقہ حافظ ہے۔ امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔ اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۱ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❹

۱۹: مسدد بن مسرهد بن مسربل بن مستورد البصری الاسدی:...... ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ثقہ حافظ ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے بصرہ میں مسند تصنیف کی۔ ان سے امام بخاری اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ترمذی اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❺

۲۰: مسلم بن ابراہیم الرازی الفراہیدی ابوعمرو البصری:...... ابن حجر نے کہا ہے: ثقہ راوی ہیں۔ آخر عمر میں نابینا ہوگئے اور یہ ابوداؤد کے سب سے بڑے استاد تھے۔ ان سے امام بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور باقی چاروں (مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۲ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❻

---

❶ تاریخ بغداد: ۲/ ۱۱۶.
❷ تاریخ أصبهان: ۲/ ۱۷۵.
❸ سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۳۸۳، تقریب التهذیب، ترجمه رقم: ۶۲۵۱.
❹ أیضًا: ۱۰/ ۶٤۲، أیضًا: ۶۳۲۸.
❺ أیضًا: ۱۰/ ۵۹۱.
❻ أیضًا: ۱۰/ ۳۱٤.

۲۲: موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی ابوسلمہ:...... ابن حجر نے ان کے بارے میں ثقہ ثبت کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان سے امام بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور باقی چاروں (مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ ❶

۲۳: موسیٰ بن مسعود النہدی ابوحذیفہ البصری:...... ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ صدوق راوی ہے لیکن حافظہ اتنا زیادہ قوی نہیں، تصحیف کیا کرتے تھے۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۰ ہجری میں یا ۲۲۶ ہجری میں وفات پائی۔ ❷

۲۳: وہب بن بقیہ بن عثمان الواسطی ابومحمد:...... ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ امام مسلم اور ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے اور نسائی نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۳۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ❸

۲۴: ہشام بن عبدالملک الطیالسی البصری ابوالولید:...... ابن حجر نے ان کے بارے میں ثقہ ثبت کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان سے امام بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور باقی چاروں (مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ سن ۲۲۷ ہجری میں فوت ہوگئے۔ ❹

۲۵: یحییٰ بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی الکوفی:...... ابن حجر نے انہیں حافظ کا لقب دیا ہے۔ ان سے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۲۸ ہجری میں وفات پاگئے۔ ❺

۲۶: یحییٰ بن یوسف ابن ابی کریمہ الخراسانی:...... ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ ❻

۲۷: یوسف بن بھلول التمیمی الانباری نزیل الکوفۃ:...... ابن حجر نے کہا: یہ ثقہ راوی ہے۔ ان سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ سن ۲۱۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ ❼

تلامذہ:

امام برتی سے استفادہ کرنے والے لوگوں میں بڑے بڑے نام آتے ہیں۔ جن علماء کرام نے آپ کی

---

❶ أیضًا: ۱۰/ ۳٦۰.
❷ أیضًا: ۱۰/ ۱۳۷، التقریب: ۱۷۱۰.
❸ أیضًا: ۱۱/ ٤٦۲.
❹ أیضًا: ۱۰/ ۳٤۱.
❺ أیضًا: ۱۰/ ٥٤۰.
❻ أیضًا: ۱۱/ ۳۸.
❼ تهذیب التهذیب: ۱۱/ ٤۰۹.

شاگردی اختیار کی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱: احمد بن سلمان بن الحسن بن اسرائیل ابوبکر النجاد الفقیہ الحنبلی البغدادی (م ۳۴۸ھ)۔ ❶

۲: أحمد بن محمد بن عبداللہ بن زناد ابوسہل القطان البغدادی (م ۳۵۰ھ)۔ یہ مسند کے روای ہیں۔ ❷

۳: الحسین بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البغدادی (م ۳۳۰ھ)۔ ❸

۴: العباس بن احمد بن محمد بن عیسیٰ ابوحبیب البرتی (م ۳۰۸ھ) مصنف کے بیٹے ہیں۔ ❹

۵: عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن المرزبان ابوالقاسم البغوی (م ۳۱۷ھ)۔ ❺

۶: محمد بن مخلد بن حفص العطار ابوعبداللہ الدوری البغدادی (م ۳۳۱ ہجری)۔ ❻

۷: یحییٰ بن محمد بن صاعد ابومحمد البغدادی (م ۳۱۸ھ)۔ ❼

۸: یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی ابوعوانہ (م ۳۱۶ھ)۔ ❽

امام برتی محدثین کی نظر میں:

۱: امام برتی کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔

۲: احمد بن کامل نے کہا: اسماعیل قاضی قضاء، روایت اور عدالت میں اپنے تمام ساتھیوں پر امام برتی کو ترجیح دیتے تھے۔

۳: طلحہ بن محمد بن جعفر نے کہا: برتی دین اور پارسائی کے اعتبار سے پسندیدہ لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

۴: خطیب بغدادی نے میں ثقةٌ ثبتٌ حجةٌ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور مزید فرمایا کہ برتی صلح اور عبادت گزاری کی نصیحت کیا کرتے تھے۔

۵: ابن ابی یعلی نے کہا کہ برتی دین دار، پارسا اور پاک دامن تھے۔

۶: حافظ ذہبی نے سیر میں ان کے بارے میں القاضی، العلامة، الحافظ، الثقة کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۷: اور العبر میں الفقیه، الحافظ، صاحب المسند کے الفاظ استعمال کرتے مزید کہا کہ وہ فقیہ،

---

❶ السير: ١٥/ ٥٠٢.
❷ أيضًا: ١٥/ ٥٢١.
❸ أيضًا: ١٥/ ٢٨٨.
❹ تاريخ بغداد: ١٢/ ١٥٢.
❺ أيضًا: ١٤/ ٤٤٠.
❻ أيضًا: ١٥/ ٢٨٦.
❼ أيضًا: ١٤/ ٥٠١.
❽ أيضًا: ١٤/ ٤١٧.

صاحبِ بصیرت، حدیث اور اس کے علل کو پہچاننے والے، زاہد اور عبادت گزار شخص تھے اور بہت زیادہ قدر ومنزلت والے انسان تھے۔

تالیفات:

(۱) **المسند**:...... یہ ان کی واحد کتاب ہے جو انہوں نے حدیث کے بارے میں تصنیف کی۔ جس نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے، مسند کا ضرور تذکرہ کیا۔ لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ اب منظر عام صرف اس سے مسند عبدالرحمٰن بن عوف ہی باقی رہ گئی ہے باقی مفقود ہے۔

امام ذہبی نے التذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے برتی کی مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ معلول سند کے ساتھ سنی ہے۔ اس بات کو رودانی نے اپنی کتاب "صلة الخلف بموصول السلف" میں ذکر کیا ہے جیسا کہ "مجله معهد المخطوطات العربيه، ص ٤٤٠ : ٢/ ٢٩" میں مرقوم ہے۔

(۲) مسائل عن أحمد:

طبقات حنابلہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے امام احمدؒ سے کیے گئے سوالات کو مرتب کیا تھا۔

وفات:

علم وعرفان اور زہد وتقویٰ کی علامت امام برتی ہفتہ کی رات ۱۹ ذوالحجہ ۲۲۸ھ کو مالک حقیقی سے جا ملے۔

رحمة الله عليه ورضى عنه .

مصادر الترجمة:

الإكمال لإبن ماكولا : ١/ ٤١٠ ، البداية والنهاية : ١١/ ٧٣ ، تاريخ بغداد ، ٥/ ٦١ ، تذكرة الحفاظ للذهبي : ٢/ ٥٩٦ ، العبر للذهبي : ٢/ ٦٣ ، سير أعلام النبلاء : ١٣/ ٤٠٧ ، الجواهر المضية في طبقات الحنيفة : ١/ ٣٠١ ، طبقات الحفاظ للسيوطي ، ص : ٢٧١ ، المقصد الأرشد لإبن مفلح : ١/ ١٦١ .

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

وہ ان آٹھ خوش نصیب ہستیوں میں سے ایک تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ وہ ان دس نیک بخت اشخاص میں سے ایک تھے جنھیں جنت کی بشارت سے نوازا گیا۔ وہ ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک تھے جنہیں جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا، اور وہ ان مخصوص علماء صحابہ میں سے ایک تھے جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا مجاز قرار دیا گیا۔ وہ ایسے صحابی تھے کہ جن کی اقتداء میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو یہ ہیں عبدالرحمٰن بن عوف! اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی کرے۔ آمین

عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبد حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی۔ ان کا نسب چھٹی پشت پر جا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبہ تھا۔ وہ ان پانچ خوش نصیبوں میں سے تھے جنھوں نے ابتدا ہی میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کرلیا۔ ان کے علاوہ اس وقت تک سیّدنا عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے تھے۔

ابھی تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم نہیں گئے تھے کہ ان کا نام تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ [1] ان کے والد عوف کا تعلق قبیلہ بنوزہرہ سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام شفاء تھا۔ ان کا تعلق بھی بنوزہرہ سے تھا۔ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے والدین آپس میں چچا زاد تھے۔ یہ ہجرت سے ۴۴ سال پہلے پیدا ہوئے۔ قبول اسلام کے وقت ان کی عمر کم وبیش ۳۰ سال تھی۔ عمر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۰ سال چھوٹے تھے۔ قریشی النسل تھے۔

سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور شروع ہی سے پاکیزہ نفس انسان تھے۔ اپنی سلاست روی کی بدولت زمانۂ جاہلیت ہی میں شراب چھوڑ دی تھی۔ ان کے والد عوف ایک تاجر تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ تجارت کے لیے یمن گئے ہوئے تھے کہ راستے میں ان کے دشمنوں نے انھیں قتل کر دیا۔ ان کی

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/۱۲۶، حدیث: ۲۵۳، ۲۵۴.

والدہ شفاء اسلام کی نعمت سے مالا مال ہوئیں اور ہجرت بھی کی۔ [1]

سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد کی طرح تاجر پیشہ تھے۔ ان کا خاندان بنو زہرہ چھوٹا خاندان تھا اور دولت کے لحاظ سے بھی زیادہ نمایاں نہ تھا، بایں وجہ ان لوگوں کو مناصب حرم میں سے کوئی منصب نہ مل سکا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا تیرھواں نمبر تھا۔

قبولِ اسلام کی پاداش میں انھیں بھی بہت ستایا گیا، اس لیے یہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے قافلے میں شامل ہوگئے۔ لیکن بعد میں واپس مکہ آگئے اور سن ۱۳ نبوی کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ آئے تو اپنا گھر بار اور تجارت ہر چیز حتیٰ کہ بیوی بچے بھی مکہ میں چھوڑ آئے۔ یہاں پہنچے تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سیّدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے مابین مواخات کا رشتہ قائم کیا۔ ان کے اسلامی بھائی نے بے مثال ایثار سے کام لینا چاہا۔ لیکن سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بے نیاز اور غیور بعیت نے شکریہ کے ساتھ ان کی پیشکش نامنظور کی۔ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ میں مدینہ طیبہ کے امیر ترین لوگوں میں سے ہوں۔ میرے کئی باغات اور زرعی زمینیں ہیں، دو بیویاں ہیں۔ میں اپنا آدھا مال آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ دونوں بیویاں دیکھ لیں جو آپ کو پسند آئے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں جب عدت گزر جائے تو اس سے نکاح کرکے اپنا گھر بسالیں۔ مگر انہوں نے ان کے جواب میں کہا: اللہ آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے۔ مجھے آپ بازار کا راستہ بتا دیں جہاں خرید و فروخت ہوتی ہو۔ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بنوقینقاع کا بازار بڑا مشہور ہے۔ یہ بازار ''البقیع'' کے بائیں جانب کچھ فاصلے پر تھا۔ وہ صبح سویرے بازار گئے۔ شام کو واپس آئے تو ان کے پاس کچھ فاضل پنیر اور گھی تھا۔ اس کے بعد وہ روزانہ بازار جاتے اور سامان خرید کر فروخت کرتے۔

ایک دن ان کے لباس پر زعفرانی رنگ کا اثر تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا: عبد الرحمٰن! کیا ماجرا ہے؟ عرض کیا: میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کرلی ہے۔ ارشاد ہوا: اس کو مہر کیا دیا؟ عرض کیا: کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا۔ فرمایا: ولیمہ ضرور کرو، چاہے ایک بکری ہی ہو۔ [2]

سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجارت دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار ہزار درہم لے کر حاضر ہوئے۔ ان کے پاس اس روز آٹھ ہزار درہم تھے۔ فرماتے ہیں: میں نے چار ہزار درہم اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑے ہیں اور چار ہزار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش

---

[1] المستدرك للحاكم: ٣/ ٣٠٦، جامع الأصول لابن أثير: ١٢/ ١٢٩.

[2] صحيح البخاري، كتاب البيوع، رقم: ٢٠٤٨.

کرنے کے لیے حاضر ہوگیا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائیں: ((بَـارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيمَا أَمْسَكْتَ وَفِيمَا أَعْطَيْتَ .)) ❶

''اللہ تمہارے اس مال میں بھی برکت دے جو تم نے گھر میں باقی چھوڑا اور اس میں بھی جو تم نے اللہ کی راہ میں دیا۔''

یہ اللہ کے رسول ﷺ کی دعا کی برکت تھی کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے امیر ترین شخص بن گئے۔ جیسے جیسے ان کے مال و دولت میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے وہ اللہ کی راہ میں زیادہ خرچ کرتے چلے گئے۔ ان کی سخاوت کے بارے میں سیرت نگاروں نے بہت سے واقعات بیان کیے ہیں۔ ایک موقع پر جہاد کے لیے انھوں نے پانچ سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ پیش کیے۔ دو مرتبہ چالیس چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں دیے۔ ❷ ان کی ایک قیمتی زمین مدینہ میں تھی۔ وہ زمین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار دینار میں فروخت کرکے ساری رقم فقرائے بنی زہرہ اور امہات المومنین میں تقسیم کردی۔ ❸

سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے جری اور بہادر تھے۔ وہ بدر سمیت تمام غزوات میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ بدر میں ابوجہل کو قتل کرنے والے دو انصاری نوجوانوں نے ابوجہل کا اتا پتا انھی سے پوچھا تھا۔ ❹

بدر کے میدان میں وہ دشمن سے کچھ زرہیں چھین کر لے جا رہے تھے کہ ان کے زمانۂ جاہلیت کے ایک دوست امیہ بن خلف نے انھیں دیکھ کر کہا: کیا تمھیں میری ضرورت ہے؟ میں تمھاری ان زرہوں سے بہتر ہوں.... اور جب امیہ اور اس کے بیٹے کو سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ گرفتار کرکے لے جا رہے تھے تو اچانک سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی نظر امیہ پر پڑی۔ بے ساختہ بولے: اوہو! کفار کا سرغنہ امیہ بن خلف، اب یا تو یہ رہے گا یا میں، پھر انھوں نے انصار کی مدد سے دونوں باپ بیٹے کو واصل جہنم کردیا۔ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ بلال رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ میری زرہیں بھی گئیں اور میرے قیدیوں کا بھی صفایا ہوگیا۔ ❺

---

❶ تفسير الطبري: ٩/ ٧٩، سورة التوبة.

❷ المعجم الكبير للطبراني: ١/ ١٢٩، رقم: ٢٦٥.

❸ مسند أحمد: ٦/ ١٠٣، المستدرك للحاكم: ٣/ ٣١٠.

❹ صحيح البخاري، باب فرض الخمس، رقم: ٣١٤١.

❺ صحيح البخاري، كتاب الوكالة، حديث: ٢٣٠١، دلائل النبوة للبيهقي: ٣/ ٩٢.

اُحد کے میدان میں سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ وہ ان صحابہ میں سے تھے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ انھوں نے لڑتے لڑتے منہ پر چوٹ کھائی۔ ان کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔ انھیں اس جنگ میں بیس یا اس سے زیادہ زخم آئے جن میں سے بعض کاری زخم پاؤں پر لگے یوں وہ ساری زندگی کے لیے لنگڑے ہوگئے۔ [1]

ان کی زندگی کا ایک اور روشن پہلو اس وقت سامنے آتا ہے جب شعبان ۶ ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قیادت میں ایک لشکر اپنے سامنے بٹھا کر خود اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر پگڑی باندھی، پیچھے شملہ چھوڑا اور ہاتھ میں علم عنایت فرمایا۔ ان کو لڑائی میں سب سے اچھی صورت اختیار کرنے کی وصیت فرمائی۔ ارشاد فرمایا: اگر وہ تمھاری اطاعت کرلیں تو تم ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرلینا۔ انھوں نے دومۃ الجندل پہنچ کر تین دن تک دعوت اسلام دی۔ قبیلہ بنوکلب کا بادشاہ اصبغ بن عمرو عیسائی تھا۔ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سارے لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب فرمان اصبغ کی بیٹی سیّدہ تماضر رضی اللہ عنہا سے شادی کرلی اور انھیں اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔ مشہور راوئ حدیث ابوسلمہ اسی خاتون کے بطن سے تھے۔ کسی قریشی کی بنوکلب میں یہ پہلی شادی تھی۔

آپ نے متعدد شادیاں کیں۔ آپ کے ہاں بیس بیٹے اور آٹھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے ایک بیٹے کا نام عثمان تھا جس کی والدہ کسریٰ کی بیٹی غزال تھی۔ جو مدائن کی فتح کے موقع پر لونڈی بنی تھی۔ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس لشکر کے قائد تھے۔ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے صائب الرائے تھے۔ وہ نہ صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نمایاں صحابہ میں سے تھے بلکہ سیّدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی ان کے مشیر خاص تھے۔ وہ ان کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں عراق پر لشکر کشی کا مسئلہ سامنے آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام بطور سپہ سالار پیش کیا۔ شوریٰ کا اجلاس جاری تھا۔ اجلاس میں سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انھوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔ اس موقع پر انھوں نے جو دلائل پیش کیے آیئے ذرا ان کو پڑھتے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ آپ یہیں ٹھہریں، لشکر عراق بھیج دیں۔ اللہ نہ کرے اگر اسلامی لشکر نے شکست کھائی تو وہ اسلام کی شکست نہ ہوگی بلکہ مسلمانوں کے ایک گروہ کی شکست ہوگی اور اگر آپ جنگ کے میدان میں اتر گئے اور شکست کھاگئے تو مسلمانوں کی ترقی رک جائے گی اور اسلام کا خاتمہ ہوجائے گا۔ ان کی اس مدلل تقریر نے

[1] المعجم الكبير للطبراني: ١/ ١٢٨، رقم: ٢٦١.

تمام ارکان شوریٰ کی آنکھیں کھول دیں اور سب نے پُرزور الفاظ میں اس کی تائید کی۔ اب سوال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی قیادت کون کرے؟ یہ مسئلہ بھی اس دانشور شخصیت نے حل کر دیا۔ انھوں نے مجلس میں کھڑے ہو کر فرمایا: میں نے پا لیا۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ آپ نے کسے پا لیا؟ بولے: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ اس حسن انتخاب پر ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی۔

بیت المقدس کی فتح مسلمانوں کو لڑے بغیر ہی نصیب ہوگئی۔ اس موقع پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس کے گواہوں میں سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تھے۔ اسی دوران ان کو اطلاع ملی کہ وہاں طاعون کی وبا پھیل گئی ہے۔ انھوں نے پلٹنا چاہا تو سیّدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور کہا کہ آپ شام ضرور جائیں کیا آپ تقدیر الٰہی سے فرار ہونا چاہتے ہیں؟ اس موقع پر سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے۔ آپ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم کسی شہر میں وبا کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم وہاں (پہلے ہی) موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو'' سیّدنا سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شام سے واپس پلٹنے کی وجہ صرف سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث تھی۔ [1]

اگر ان کے حالات زندگی کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی نہایت سمجھدار اور صائب الرائے شخصیت تھے۔ ان کو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بے حد قرب اور اعتماد حاصل تھا۔

بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے بعد خلافت کی ذمہ داریاں انہی کو سونپنا چاہتے تھے مگر وہ اس پر قطعاً راضی نہ ہوئے۔

بلاشبہ وہ نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ انتہائی مالدار ہونے کے باوجود وہ بڑے منکسر المزاج تھے۔ ایک مرتبہ روزے سے تھے، افطاری کے وقت ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو فرمایا: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو احد کے میدان میں شہید کر دیا گیا وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو ایک ایسی چادر کا کفن پہنایا گیا کہ اگر اسے سر پر ڈالا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور اگر پاؤں پر ڈالتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا۔ سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے، پھر ہمیں دنیا سے وہ کچھ دیا گیا جو کچھ دیا گیا، (یعنی ہمیں بے حد و حساب دولت دی گئی) حتیٰ کہ ہمیں ڈر لگا کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں فوراً (دنیا ہی میں) دے دیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا گیا۔ [2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الحيل، رقم: ٦٩٧٣. [2] صحيح البخاري، الجنائز، رقم: ١٢٧٥.

سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امہات المومنین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ امہات المومنین کو بیت المال سے معقول مقدار میں خرچ ملتا تھا، اس کے باوجود بہت سارے غنی صحابہ ان کے ایک ادنیٰ اشارے پر ہر قسم کی مالی قربانی دینے کے لیے ہر آن ہر گھڑی تیار رہتے تھے، مگر عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا معاملہ سب سے مختلف تھا۔ ان کے ایک باغ کی قیمت چار لاکھ درہم تھی انھوں نے اس کی پیداوار امہات المومنین پر خرچ کرنے کی وصیت فرمائی۔ [1]

انھوں نے بدری صحابہ کے لیے وصیت کی تھی کہ ان میں سے جو زندہ ہیں ان سب کو میری وفات کے بعد میراث سے چار چار سو دینار دیے جائیں۔ جب ان کی وفات کے وقت بدری صحابہ کو گنا گیا تو ان کی تعداد سو تھی۔ اس طرح چالیس ہزار دینار کی خطیر رقم صرف بدری صحابہ کو ادا کی گئی۔ ان صحابہ میں سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ سبھی کو معلوم تھا کہ وہ نہایت امیر کبیر اور مالدار انسان ہیں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کوئی بڑی رقم بھی نہ تھی۔ آپ تو غنی تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بھی حسب وصیت رقم وصول کریں گے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! کیوں نہیں۔ میں یہ رقم ضرور وصول کروں گا۔ میرا یہ بھائی بڑا بابرکت تھا۔ اس کا مال حلال اور برکت والا ہے۔ اس طرح انھوں نے بھی چار سو دینار وصول کیے۔ جب سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ فیروز نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے خنجر گھونپا تو انھوں نے سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔ لوگ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ وہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ رہے تھے، چنانچہ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مختصراً نماز پڑھائی۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جن شخصیات کے بارے میں فرمایا کہ ان کو میرے بعد خلیفہ چن لینا ان میں سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب شوریٰ کا اجلاس شروع ہوا تو یہ مسئلہ بڑا مشکل تھا کہ کس کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ مگر انھوں نے یہ مسئلہ بھی بڑی خوش اسلوبی سے حل کر دیا اور آخر کار صحابہ کے مشورے سے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ قرار دینے کا اعلان کر دیا۔ [2]

وہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا مکمل ساتھ دیتے رہے۔ ان کو خیر خواہی کے ساتھ نیک مشورے دیتے رہے اور زندگی بھر خلافت کے استحکام کے لیے کوشاں رہے۔

ان کی وفات سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۳۲ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۷۲

[1] سنن الترمذي، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۵۰.

[2] صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، رقم: ۳۷۰۰.

برس کے لگ بھگ تھی۔ انھوں نے وصیت کی کہ میرا جنازہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پڑھائیں، چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع الغرقد میں سپرد خاک کیا گیا۔ ❶

جنازے کی مشایعت جناب علی رضی اللہ عنہ نے کی اور ان الفاظ میں ان سے اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا:

"لَقَدْ اَدْرَكْتَ صَفْوَهَا وَسَبَقْتَ زَيْفَهَا يَرْحَمُكَ اللّٰهُ."

"آپ نے دنیا میں سے اس کے عمدہ حصے کو اپنایا اور اس کے خراب حصے چھوڑ کر گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔" آمین

تاریخ اسلام کے واقعات حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت و شجاعت سے پر ہیں۔ عبد الرحمٰن بن عوف عظیم المرتبت صحابیوں میں سے تھے۔ مرویات کی تعداد (۶۵) متفق علیہ (۲) صحیح بخاری (۵)، مسند احمد میں (۴۴) اور ہماری اس تحقیق کردہ کتاب میں (۵۲) ہیں۔ ❷

❶ المعجم الكبير للطبراني : ١/ ١٢٨ ، رقم : ٢٦٣ .

❷ تفصیل کے لیے دیکھئے: البداية والنهاية : ٧/ ٣٦ و ٥٧ ، تاريخ دمشق لابن عساكر : ٣٧/ ٢٠١ و٢٠٦ ، طبقات الكبرىٰ لابن سعد : ٣/ ١٢٨ ، ١٢٩ ، سير أعلام النبلاء : ١/ ٦٨ـ ٩٢ .

بسم الله الرحمن الرحيم

اجازة فى رواية الحديث

الحمد لله الذى جعل الاسناد خصيصة هذه الأمة، وجعله من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء.

والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين محمد صلى الله عليه وسلم القائل: يحمل هٰذا العلم من خلف عدوله، والقائل: بلغوا عنى ولو اٰية والقائل: الا فليبلغ الشاهد الغائب والقائل: تسمعون منى ويسمع منكم ويسمع ممن سمع منكم والقائل: نضر الله امرأ سمع مقالتى فحفظها ثم اداها كما سمعها.

وعلىٰ اٰله وصحبه ومن اقتدى بهديه وسنن بسنته إلى يوم الدين فنذكر في هٰذه العجالة روايتنا للحديث واجازاتنا فيه ووصل سندنا بالعلماء المحدثين، لكى نجيزبه من طلب منا الاجازة، وإن كنت لست أهلا لذلك ولكن تحقيقا لرغبة المستجيزين وابقاء لسلسلة الاسناد المباركة نكتب ونقول وبالله التوفيق.

قرأنا الجامع الصحيح لأمير المؤمنين في الحديث الامام البخارى رحمه الله ومؤطا الامام مالك برواية يحيى بن يحيى المصمودى عنه على شيخنا المحدث الحافظ المقلب بجامع المعقول والمنقول الشيخ حاكم على الدهلوى هو قرأ هذين الكتابين وكثيرا من الكتب الأخرى مثل صحيح الإمام مسلم والسنن الأربعة على الشيخ المحدث عبيد الله رحمانى رحمه الله عن محدث الوقت الشيخ أحمد لله البرتاب كرى رحمه الله عن شبخ الكل فى الكل رئيس المحدثين فى الهند الشيخ نذير حسين المحدث البهارى ثم الدهلوى رحمه الله ح ويصل سندنا إلى الشيخ نذير حسين المحدث الدهلوى بطريق أعلى منه أيضا، وهوان شيخنا حاكم على رحمه الله قرأ على الشيخ أحمد الله بلوغ المرام لإبن حجر العسقلاني وجزأ من مشكاة المصابيح والشيخ احمد الله من اشهر تلاميذ الشيخ نذير حسين كما تقدم، فأصبح سندنا هكذا: حاكم على عن أحمد الله عن نذير حسين (أى بواسطتين بينى وبين شيخ
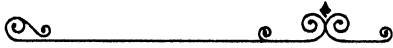
الكل) ولله الحمد:

ولنا إجازات عن المشايخ المعروفين بسند شيخ الكل نذير حسين محدث الدهلوي ونذكر بعضا منها:

أجازنا بجميع مروياته ومسموعاته شيخنا الكريم العالم الكبير المعروف بشيخ العرب والعجم العلامة بديع الدين شاه الراشدي السندي رحمه الله وهو يروي عن كثير من العلماء المحدثين:

فأجازه الشيخ المحدث القوى فى المناظرة الشيخ ثناء الله الامرتسرى عنه.

وأجازه الشيخ الفاضل المحدث ابوسعيد شرف الدين المحدث الدهلوي عن المحدث الشيخ محمد بشير بن بدر الدين السهسواني عنه.

وأجازه الشيخ المحدث التقى الزاهد الشيخ عبد الله روبرى عن محدث زمانه الشيخ عبدالمنان بن شرف الدين الوزير آبادى عنه.

وأجازه الشيخ المحدث المدرس بالحرم المكي الشيخ ابومحمد عبد الحق بن عبد الواحد بن محمد هاشم الهاشمى البهاولفورى عن الشيخ أبى سعيد محمد حسين بن عبد الرحيم البتالوي والشيخ أبى الوفاء الأمرتسرى والشيخ أبى الحسين محمد بن حسين الدهلوى والشيخ أبى اسماعيل ابراهيم بن عبد الله والشيخ أبى محمد بن محمود الطنافسي والشيخ أبى تراب عبد التواب بن قمر الدين الملتانى والشيخ أبى اليسار محمد بن عبد الله الغيطى والشيخ محمد بن أبى محمد الرياستي

كلهم عن شيخ الكل رحمه الله.

وأجازه الشيخ أبواسحاق نيك محمد الأمرتسرى عن الإمام ابن الإمام عبدالجبار بن عبد الله الغزنوى عن شيخ الكل

ح وكذلك أجازنا بجميع مروياته ومسموعاته واجازاته شيخنا الكريم محدث النيبال الشيخ عبدالروف جند انغري النيبالي. وشيخنا الفاضل العالم الكبير الشيخ عبد الخالق الرحماني بن الشيخ المحدث عبد الجبار كنديلوي عن الشيخ عبيد الله الرحماني عن الشيخ أحمد الله برتاب غرى عن شيخ الكل.

ح وكذلك اجازنا بجميع مروياته ومسموعاته المحدث الشهير العالم الزاهد
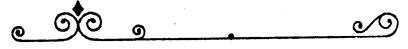
العابد التقى الشيخ سلطان محمود جلالفوري عن الشيخ عبد التواب ملتاني عن شيخ الكل .

والشيخ عبيد الله رحماني حصلت له الإجازة والرواية عن الشيخ المحدث أبى العلى محمد عبد الرحمٰن المباركفوري صاحب تحفة الأحوذي عن شيخ الكل (فأصبح بينى وبين الشيخ المباركفوري واسطتان) ولله الحمد ويصل سندنا الى المحدث الشهير الإمام الشوكاني رحمه الله عن طريق الشيخ أحمد الله برتاب غرى رحمه الله فقد حصلت له الاجازة والرواية عن الشيخ المحدث حسين بن محسن الأنصاري الخزرجى اليمانى عن محمد بن ناصر الحسني الحازمى وعن أحمد بن محمد بن على الشوكاني كلاهما عن الإمام الشوكاني رحمهم الله رحمة واسعة .

قلت: والأسانيد من شيخ الكل نذير حسين المحدث الدهلوي الى الأئمة الأعلام مذكورة فى كتب الحديث والتراجم .

وها أنا أسوق منها سندا واحدا إلى رئيس المحدثين وأمير المومنين فى الحديث الإمام محمد بن اسماعيل بن ابراهيم البخاري الجعفي رحمه الله ، وبالله التوفيق .

الشيخ نذير حسين المحدث الدهلوي حصل له السماع والقرأة والإجازة عن الشيخ محمد اسحاق الدهلوي عن جده من جهة الأم الشيخ عبد العزيز الدهلوي عن شيخ أبى طاهر محمد بن ابراهيم الكردي عن ابيه ابراهيم بن حسن الكردي ، وهو قرأ صحيح البخاري على الشيخ أحمد بن محمد القشاشى قال أخبرنا به الشيخ شمس الدين بن محمد احمد الرملي أخبرنا الشيخ زين الدين زكريا بن محمد الانصاري قال قرأت على الشيخ الحافظ أبى الفضل شهاب الدين أحمد بن على ابن حجر العسقلاني عن الشيخ أبى اسحاق ابراهيم بن أحمد التنوخى عن المسند المعمر أبى العباس أحمد بن أبى طالب الحجار سماعا لجميعه عن الشيخ سراج الدين أبى عبد الله الحسين بن المبارك الزبيدي عن الشيخ أبى الحسن عبد الرحمٰن مظفر الداودي عن أبى محمد عبد الله بن أحمد السرخسي عن أبى عبد الله محمد بن يوسف الفربري عن مؤلفه أمير المؤمنين في الحديث أبى عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري رحمه الله .
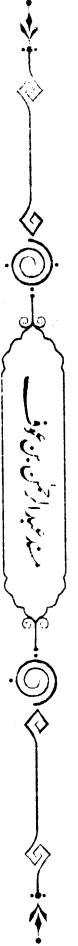
قلت قد أجزت لجميع ما تقدم من مروياتي ومسموعاتي وإجازاتى أخى فى الله الشيخ **حافظ حامد محمود** بعد ما قرأ علي **الصحيح للإمام البخاري** وأوصيه بتقوى الله تعالىٰ فى السر والعلن وأن يخلص نيته ويتمسك بمنهج العلماء المحدثين في خدمتهم للسنة المطهرة على صاحبها ألف ألف تحية من حيث القرأة والسماع والحفظ والعمل والنشر والأداء كما قال الإمام عبدالله بن المبارك رحمه الله: أول العلم إلنية ثم السماع ثم الفهم ثم الحفظ ثم العمل ثم النشر، وان يجعل فى يده دائما كتابا من كتب الحديث فى إقامته ورحلاته كما سئل الامام البخاري عن دواء الحفظ فقال: إدمان النظر في الكتب، وأن يقف أمام أعداء السنة من المنكرين لها والمؤولين والمحرفين فيها وأن لا ينسانا ومشايخنا و والدينا وكل من حمل لواء السنة المطهرة في صالح دعواته وخاصة فى الاوقات المشهود لها بالاستجابة على لسان سيد الانبياء والمرسلين، واصلى واسلم عليه وعلى آله وصحبه وأهل طاعته أجمعين.

خادم زمرة الحفاظ المحدثين

عبد الله ناصر عبد الرشيد الرحمانى

غفر اللّٰه له ولوالديه وأساتذته

ما رواه عبد الله بن عباس ، عن عبد الرحمن بن عوف رضى الله عنهما

وہ حدیث جسے عبد اللہ بن عباس نے عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

أخبرنا أبو سَهْل أَحْمَدُ بن مُحَمَّدِ بن عبد الله بن زِيَاد القَطَّان قراءةً عليه وأنا أسمع في مسجده دار قطن في ذى الحجة من سنة اثنتين وأربعين وثلاثمائة: قال أبو العباس أحمد بن محمد بن عيسى القاضي البرتي .

ابوالعباس احمد بن محمد بن عیسیٰ القاضی البرتی نے کہا: سن ۳۴۲ ہجری ذوالحجہ مسجد دارقطن میں ہمیں ابوسہل احمد بن محمد بن عبد اللہ بن زیاد القطان نے حدیث بیان کی، اس طرح کہ ان پر پڑھا جارہا تھا اور میں سن رہا تھا۔

[1]......حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، خَرَجَ إِلَى الشَّامِ ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الأَجْنَادِ أَبُو عُبَيْدَةَ وَأَصْحَابُهُ ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ ادْعُوا إِلَيَّ الْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ ، فَاخْتَلَفُوا عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لأَمْرٍ وَلا أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا إِلَيَّ الأَنْصَارَ ، فَدَعَوهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلافِهِمْ ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرِي الْفَتْحِ فَدَعَوهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلانِ ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبَحُوا عَلَيْهِ ، فَقَالَ: أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارٌ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ ؟ ، فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ ، نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ إِلَى قَدَرِ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ وَالأُخْرَى جَدْبَةٌ أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ ؟ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي

بَعْضِ حَاجَتِهِ ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ، فَقَالَ بِيَدِهِ: هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ مُجْمِلٌ عَلَى آخِرِهِمْ ، لا يُزَادُ فِيهِمْ وَلا يَنْقُصُ مِنْهُمْ ، وَهَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ مُجْمِلٌ عَلَى آخِرِهِمْ ، لا يُزَادُ مِنْهُ وَلا يَنْقُصُ مِنْهُمْ ، فَرَغَ رَبُّكُمْ جَلَّ وَعَزَّ ، فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ، إِنَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ خُتِمَ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَإِنْ عَمِلَ كُلَّ عَمَلٍ ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ خُتِمَ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ ، وَإِنْ عَمِلَ كُلَّ عَمَلٍ .

تخریج الحدیث موطأ، كتاب الجامع، باب ما جاء في الطاعون : ٨٩٤: ١٥٨٧، صحيح بخاری، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، رقم : ٥٧٢٩، صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانه ونحوها، رقم : ٢٢١٩، مسند احمد : ١/ ١٩٤ : ١٦٨٣، صحيح ابن حبان ، رقم : ٢٩٥٣، مسند ابی یعلی، رقم : ٨٣٧، مسند بزار، رقم : ٩٩٠.

ترجمة الحدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکلے، جب سرغ مقام پر پہنچے تو انہیں امیر لشکر ابوعبیدہ اور ان کے ساتھی ملے۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ شام میں وباء طاعون پھیل چکی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس پہلے مہاجرین کو بلاؤ، آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر اُن سے مشورہ طلب کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں وباء پھیل چکی ہے تو انہوں نے اس پر اختلاف کیا، بعض نے کہا کہ آپ ایک ایسے کام کے لیے نکلے ہیں جس سے واپسی ہم اچھی نہیں سمجھتے۔ (جبکہ) بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ باقی ماندہ لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں تو ہم اچھا نہیں سمجھتے کہ آپ انہیں بیماری والی جگہ پر لے جائیں۔ پھر کہا کہ میرے پاس انصار کو بلاؤ، انہوں نے انصار کو بلایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی مشورہ طلب کیا، تو انہوں نے بھی مہاجرین والا رستہ اختیار کیا اور اختلافِ رائے کیا، آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے آپ لوگ چلے جاؤ، پھر کہا کہ یہاں فتح مکہ کے مہاجرین قریش کے جو شیوخ (بوڑھے آدمی) موجود ہیں انہیں بلاؤ، اُن میں سے دو آدمیوں نے کہا: ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور وباء والی جگہ پر نہ لے جائیں تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں واپس جانے کا اعلان کر دیا۔ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فرار اختیار کرو گے تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبیدہ کاش تم یہ بات نہ کہتے، جی ہاں! ہم اللہ کی

تقدیر سے بھاگ رہے ہیں لیکن اللہ عزوجل کی تقدیر کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ کا اونٹ کسی ایسی وادی میں اترے جس کے دو کنارے ہوں: ایک سرسبز اور دوسرا خشک بنجر، اور تم سرسبز کنارے میں اسے چراؤ گے تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں؟ (اتنے میں) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور وہ کسی کام کی غرض سے آئے تھے۔ انہوں نے حدیث بیان کی کہ: ایک دن ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اشارہ کرکے فرمایا: یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے جس میں اہل جنت، ان کے آباء کے نام اور قبائل شروع سے لے کر آخر تک موجود ہیں (اب) اُن میں نہ زیادتی کی جاسکتی ہے اور نہ کمی۔ اور یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے جس میں اہل جہنم کے نام، ان کے آباء اور قبائل کے نام شروع سے لے کر آخر تک موجود ہیں، نہ ان میں زیادتی اور نہ کمی کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ (ان کاموں سے) فارغ ہو چکا ہے۔ ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک جہنم میں۔ جو اہل جنت میں سے ہے اس کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا اگرچہ اس نے ہر قسم کا عمل کیا ہو۔ اور جو اہل جہنم میں سے ہے، اس کا خاتمہ اہل جہنم کے عمل کے ساتھ ہوگا اگرچہ اس نے ہر قسم کا عمل کیا ہو۔

شرح الحدیث اس حدیث پاک سے کئی ایک مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

طاعون:

"فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ": ۱۸ھ میں ایک بھیانک و ہولناک حادثہ پیش آیا،[1] تاریخی مصادر و مراجع میں اسے ''طاعون عمواس'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عمواس ایک چھوٹی سی بستی ہے، جو ''بیت المقدس'' اور ''رملہ'' کے درمیان واقع ہے، یہیں سب سے پہلے طاعون کی وبا پھیلی تھی اور پھر پورے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اس لیے اس بستی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اسے طاعون عمواس کہا جانے لگا۔[2]

ہمارے محدود علم کے مطابق اس بیماری کا سب سے جامع تعارف جنہوں نے پیش کیا ہے وہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہیں۔ انہوں نے طاعون کے بارے میں متعدد اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''اہل لغت، فقہاء اور اطباء کے ذریعے سے اس کی جو تعریف وحقیقت مجھ تک پہنچی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی عضو میں خون کے یکجا جم جانے یا خون میں ہیجان و تیزی ہو جانے کی وجہ سے اس عضو میں پھوڑے کی طرح خطرناک ورم ہو جانے اور اسے بے کار کر دینے کو طاعون کہتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر اسباب مثلاً فضا و موسم کی خرابی سے لاحق ہونے

---

[1] تاریخ القضاعی، ص: ۲۹۴.

[2] خلاصة تاریخ ابن کثیر، محمد کنعان، ص: ۲۳۶.

والے امراض کو مجازی طور پر طاعون کہا جاتا ہے، کیونکہ اس مرض کے تیزی سے پھیلاؤ اور موت کی کثرت میں دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ ❶ اس بیماری کے اصل سبب کی تشخیص میں فرق کا لحاظ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ عام وبائی بیماری اور طاعون میں فرق کیا جاسکے اور یہ رخ متعین کیا جاسکے کہ وہ حدیث نبوی ﷺ بالکل صحیح ہے جس میں وارد ہے کہ ''طاعون'' مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوسکے گا جب کہ ''وبا'' اس میں داخل ہوگی اور پچھلی صدیوں میں اس کی مثال بھی گزر چکی ہے۔ ❷ اس وقت طاعون کی بیماری اس لیے پھیلی تھی کہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان طویل خونریزی، مقتولین کی کثرت، فضا کے تعفن اور مردہ لاشوں کی سڑاند کی کثرت ہوگئی تھی اور اسی کے نتیجہ میں اس کا پھیلنا ایک فطری عمل تھا، تاہم یہ سب کچھ اللہ کی حکمت و قدرت پر مبنی تھا۔ ❸

حجاز و شام کی سرحد ''سَرْغ'' سے عمر رضی اللہ عنہ کا واپس لوٹنا:

''فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصْبِحٌ عَلَى ظَهْرٍ'': ۱۷ھ میں عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ شام جانے کا ارادہ کیا، چنانچہ آپ مہاجرین و انصار کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے، جب حجاز و شام کی سرحد پر مقام ''سرغ'' پہنچے تو فوج کے کمانڈروں نے آپ سے ملاقات کی اور بتایا کہ سرزمین شام میں بیماری پھیلی ہوئی ہے، اس وقت ''طاعون'' نے ملک شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور پھر واپس لوٹنے کا فیصلہ کرلیا، اس وقت آپ اور دیگر بعض صحابہ میں کیا گفتگو ہوئی اس کو سنیے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس وبا کی خبر پہنچی اور شام کے قریب میں مقام ''سرغ'' پر گورنروں کی آپ سے ملاقات ہوئی، آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار تھے، آپ نے ان کو مشورہ کے لیے اکٹھا کیا کہ کیا سفر جاری رکھوں یا واپس لوٹ جاؤں؟ لیکن مشورہ میں اختلاف ہوگیا۔ کسی نے کہا: آپ خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے نکلے ہیں، یہ وبا آپ کو ارادے سے نہ پھیر دے۔ کسی نے کہا یہ ایک ناگہانی مصیبت ہے اور موت و حیات کا مسئلہ ہے، ہماری رائے میں آپ آگے نہ بڑھیں۔ پھر آپ نے فتح مکہ کے قریشی مہاجرین کو بلایا، انہوں نے بلا اختلاف رائے آپ کو واپس ہوجانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کروادیا کہ میں (واپسی کے لیے) کوچ کرنے والا ہوں۔ سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اللہ کی تقدیر سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارا اونٹ

---

❶ فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۰.

❷ أبوعبيده عامر بن الجراح، محمد شُرّاب، ص: ۲۲۰.

❸ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۲۲٤.
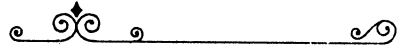
کسی ایسی وادی میں اتر جائے جس کے دو کنارے ہوں، ایک کنارہ سرسبز اور دوسرا کنارہ خشک، اگر تم اسے سرسبز حصہ میں چراتے ہو تو کیا اسے اللہ کی تقدیر سے نہیں چرایا؟ اور اگر خشک جگہ میں چراتے ہو تو کیا اللہ کی تقدیر سے نہیں چرایا؟ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف نے ان کی یہ آوازیں سن لیں، ان کے پاس آئے اور کہا: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ)) [1]

"جب تم سنو کہ یہ (وبا) کسی علاقے میں پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی علاقے میں یہ پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔"

عمر رضی اللہ عنہ کے واپس لوٹ جانے کے بعد طوفانی شکل میں طاعون کی بیماری پھیلی جسے طاعون عمواس کا نام دیا جاتا ہے، اس کا زیادہ اثر شام میں تھا۔ اس میں بہت سارے اللہ کے محبوب بندے وفات پا گئے۔ جیسے کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، جو وہاں کے امیر تھے، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم آخر الذکر کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے، نیز سہیل بن عمرو اور عتبہ بن سہیل رضی اللہ عنہما اور دیگر مشاہیر جاں بحق ہوئے اور جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وہاں کے امیر بنائے گئے تب یہ وبا وہاں سے ختم ہوئی، چنانچہ زمام امارت ہاتھ میں لینے کے بعد آپ نے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑک اُٹھتی ہے، اس سے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لو، چنانچہ آپ خود وہاں سے نکل گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے، پھر مختلف مقامات پر منتشر ہو گئے یہاں تک کہ اللہ نے ان سے اس مصیبت کو دور کر دیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اس عمل و تدبیر کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچی لیکن آپ نے اسے ناپسند نہیں کیا۔ [2]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

جب طاعون کی وبا پھیل گئی اور اس کی خبر امیر عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط تحریر کیا، مقصد یہ تھا کہ ان کو وہاں سے نکال لیں، خط کا مضمون یہ تھا:

"سَلَامٌ عَلَيْكَ، اما بعد! مجھے تم سے ایک اہم ضرورت آپڑی ہے جس میں براہِ راست میں تم

---

[1] صحيح مسلم، كتاب السلام، حديث نمبر: ۲۲۱۹.

[2] الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۲۲۵، تاريخ الطبري: ۳۶/۵.

سے بات کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا جب تم اس خط کو پڑھو تو اس سے پہلے کہ خط اپنے ہاتھ میں رکھو میری طرف روانہ ہو جاؤ۔''

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط کے مضمون سے اندازہ کرلیا کہ مجھ پر شفقت و مہربانی کے پیش نظر امیر المومنین کا مقصد مجھے اس وبا سے بچانا ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی مغفرت فرمائے!'' اور پھر خط کا جواب یوں تحریر کیا:

''اے امیر المومنین! آپ کو مجھ سے جو ضرورت ہے میں نے اسے بخوبی سمجھ لیا، میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں، ان کو چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں، میں ان کی جدائی کا ارادہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنا حکم و فیصلہ نافذ کردے۔ لہٰذا اے امیر المومنین مجھے اپنے عزم و ارادے سے آزاد کردیجیے اور مجھے اپنی فوج میں چھوڑ دیجیے۔''

جب امیر عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب پڑھا تو رونے لگے۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین کیا ابوعبیدہ کی وفات ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: گویا یہی سمجھو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے ابوعبیدہ کے نام خط لکھا:

"سَلَامٌ عَلَيْكَ ، اما بعد! تم نے لوگوں کو پست اور گہری زمین میں اتارا ہے، انہیں لے کر بلند اور ستھری زمین میں جاؤ۔''

چنانچہ جب امیر المومنین کا یہ خط ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ملا تو آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: اے ابوموسیٰ میرے پاس امیر المومنین کا جیسا خط آیا ہے، تم اسے دیکھ رہے ہو، لہٰذا جاؤ اور لوگوں کے لیے بہترین رہائش گاہ تلاش کرو اور پھر ان کو لے کر میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس گئے وہاں دیکھا کہ ان کی بیوی بھی طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوچکی ہے۔ یہ دیکھ کر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں صورتِ حال سے آگاہ کیا، پھر ابوعبیدہ نے اپنا گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا اور جونہی اپنا پیر گھوڑے کے پالان پر رکھا طاعون نے ان کو آدبوچا، پھر آپ کہنے لگے: اللہ کی قسم میں بھی اس میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ [1]

جناب عروہ سے روایت ہے کہ طاعون عمواس کی تکلیف سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے کے لوگ محفوظ تھے، لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! آل ابوعبیدہ میں تیرا حق ہے، پھر ان کو ایک پھنسی نکلی، آپ اس کو دیکھنے لگے، لوگوں نے کہا: یہ تو بہت معمولی چیز ہے۔ آپ نے کہا: نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس پھنسی نما زخم میں ضرور برکت دے گا۔ [2]

---

[1] تاریخ طبری: ۵/ ۳۵.

[2] تاریخ الإسلام، الذهبي، ص: ۱۷٤.

طاعون کی بیماری میں مبتلا ہونے سے پہلے آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ دیا: اے لوگو! یہ بیماری تمھارے رب کی طرف سے تمھارے لیے رحمت ہے اور تمھارے نبی محمد ﷺ کی دعا کی برکت ہے اور تم سے پہلے نیکوکاروں کی موت کا سبب ہے، ابوعبیدہ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ اپنی طرف سے وہ اس کا (طاعون) حصہ اسے بھی دے دے۔ [1]

چنانچہ جب آپ طاعون میں مبتلا ہوگئے تو مسلمانوں کو بلوایا، وہ آپ کے پاس آئے، آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: میں تم کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں، اگر تم اسے مان گئے تو جب تک زندہ رہو گے اور مرنے کے بعد بھی بخیر و عافیت رہو گے، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، روزے رکھو، صدقہ و خیرات کرو، حج و عمرہ کرو، آپس میں محبت اور صلہ رحمی کو رواج دو، اپنے حکمرانوں سے سچ بات کہو، ان کو دھوکہ نہ دو، یاد رہے! دنیا تمھیں غافل نہ بنادے، کیونکہ ایک شخص اگرچہ ہزاروں سال کی عمر سے نواز دیا جائے تاہم اسے اسی چوکھٹ یعنی موت سے گزرنا ہے جس سے اس وقت میں گزر رہا ہوں، اور تم دیکھ رہے ہو اللہ نے تمام انسانوں پر موت لکھ دی ہے، سب یقیناً مرنے والے ہیں، ان میں سب سے ہوشیار وہ ہے جو اپنے رب کا سب سے زیادہ مطیع اور آخرت کے لیے سب سے زیادہ توشہ تیار کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: اے معاذ! لوگوں کو نماز پڑھاؤ، آپ نے سب کو نماز پڑھائی، اور پھر ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ ومغفرتہ ورضوانہ کی وفات ہوگئی۔ [2]

اس کے بعد سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور کہا: ''اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور سچے دل سے توبہ کرو، کیونکہ بندہ اگر اللہ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو تو اللہ پر اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے اور جس آدمی پر قرض ہو وہ اسے ادا کردے، کیونکہ انسان اپنے قرض کے بدلے رہن پر ہوتا ہے۔ تم میں سے جس نے کسی مسلمان سے لڑائی کی حالت میں صبح کی اسے چاہیے کہ اس سے جا کر ملے اور صلح کرلے اور اس سے مصافحہ کرلے، کیونکہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا گناہ بہت بڑا ہے۔ اے مسلمانو! تمھیں ایک عظیم شخصیت کی موت کا صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے نرم طبیعت والا، نیک و صاف دل، کینہ و برائی سے دور، عوام کے لیے خیر خواہ اور شفقت و مہربانی والا، ان سے بڑھ کر کوئی اور ہو، پس تم ان کے لیے رحمت الٰہی کی دعا کرو، پھر ان پر نماز جنازہ کے لیے جمع ہو جاؤ،

---

[1] تاریخ الطبری: ٥/ ٣٦.

[2] الاکتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله ﷺ والثلاثة الخلفاء لأبي الربيع: ٣/ ٣٠٦.

اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہوں سے درگزر فرمائے۔ اللہ کی قسم ان جیسا تم پر کوئی حاکم نہ آئے گا۔'' یہ سن کر لوگ اکٹھے ہوئے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ لایا گیا، معاذ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ جب آپ کے جسد خاکی کو قبر کے پاس لایا گیا تو آپ کی قبر میں معاذ، عمرو بن عاص، اور ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہم داخل ہوئے، پھر جب لوگوں نے آپ کی قبر پر مٹی ڈالنا شروع کی تو معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابوعبیدہ! تجھ پر اللہ کی رحمت برسے۔ اللہ کی قسم میں ابوعبیدہ کے بارے میں جتنا جانتا ہوں اتنی تعریف ضرور بالضرور کروں گا۔ یقیناً جھوٹی تعریف نہ کروں گا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کا غصہ مجھے نہ گھیر لے۔ اے ابوعبیدہ! میرے علم کے مطابق تو ان پارسا لوگوں میں سے تھا جو اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہیں اور تیری ذات ان لوگوں میں سے تھی جو رائے زمین پر عاجزی و تواضع سے چلتے ہیں اور جب جاہل و ناعاقبت اندیش لوگ انہیں مخاطب کرتے ہیں تو ان سے درگزر کرتے ہیں۔ اور تو ان لوگوں میں سے تھا، جو اپنے رب کے لیے سجدہ و قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں تو ان عادل لوگوں میں سے تھا کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں، بلکہ درمیانی راستہ اپناتے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم میرے علم کی حد تک عاجزی کرنے والوں، تواضع پسندوں اور یتیموں و مسکینوں پر رحم کرنے والوں میں سے تھا اور ان میں سے تھا جو سنگ دل و متکبر سے نفرت کرتے ہیں۔'' [1]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر معاذ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی غمگین اور پریشان نہ تھا۔ [2]

معاذ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے یہ خط لکھا:

''امابعد! میں اس شخص کے سلسلہ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھوں جو اللہ کا امین تھا اور اس کی نگاہ میں اللہ کی بڑی عظمت تھی، اے امیر المومنین! وہ ہم کو اور آپ کو بھی نہایت عزیز تھا، میری مراد ابوعبیدہ بن جراح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہوں کو بخش دے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس نیکوکاروں میں سے ہیں، ان کے حق میں بھلائی کے لیے اللہ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ میں نے یہ خط آپ کے پاس تحریر کیا ہے درآنحالیکہ موت اور طاعون کی وبا نے پڑاؤ ڈال دیا ہے، کسی کی موت اس کی ذات سے خطا نہیں کرسکی، جو اب تک زندہ ہے وہ بھی عنقریب وفات پانے والا ہے۔ اللہ نے اس کے لیے اپنے پاس جو کچھ باقی رکھا ہے وہ اس کے

[1] الاکتفاء: ۳/ ۳۰۷۔ [2] الاکتفاء: ۳/ ۳۰۷۔

لیے بہتر ہے اور اگر اس نے ہمیں زندہ رکھا یا فوت کر دیا تو بھی اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں اور عوام و خواص کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آپ اس کی رحمت، مغفرت، رضا مندی اور جنت سے نوازے جائیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''[1]

جب یہ خط امیر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ اس کو پڑھ کر رونے لگے اور بہت زیادہ روئے، اور ساتھیوں کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی۔[2] خبر سن کر سب لوگ رونے لگے اور سب کے سب قضاء وقدر سے راضی رہتے ہوئے بہت ہی رنجیدہ وغمگین ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چند دنوں تک معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے، ادھر طاعون کی وبا سخت ہوگئی اور لوگوں کی کثرت سے موت ہونے لگی، آپ بحیثیت خطیب کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! طاعون کی یہ بیماری تمہارے رب کی طرف سے رحمت اور تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا سبب ہے اور معاذ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ آلِ معاذ کے لیے اس بیماری سے ان کا حصہ عطا کردے، چنانچہ آپ کے صاحبزادے عبد الرحمٰن بن معاذ طاعون کا شکار ہوگئے۔[3] جب آپ نے اپنے صاحبزادے کو دیکھا تو کہا:

﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۴۷)

''حق وہی ہے جو تیرا ربّ کہے تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔''

اور کہا اے میرے بیٹے:

﴿ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (الصافات: ۳۷/ ۱۰۲)

''اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔''

پھر تھوڑی ہی دیر بعد آپ کے صاحبزادے وفات پاگئے اور معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو دفن کیا۔ جب آپ گھر واپس لوٹے تو آپ کو بھی طاعون نے آگھیرا اور پھر رفتہ رفتہ تکلیف بڑھ گئی، لوگ باری باری آپ سے ملنے آنے لگے۔ جب وہ آپ کے پاس آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور ان سے کہتے: ''عمل کرو، تم مہلت، زندگی اور باقی ماندہ عمر کو کارآمد بناؤ، اس سے پہلے کہ تمہیں عمل کرنے کے لیے

---

[1] الاکتفاء: ۳/ ۳۰۹۔ [2] الاکتفاء: ۳/ ۳۱۰۔

[3] تاریخ الطبری: ۵/ ۳۶۔

تمنا کرنی پڑے اور تم اس کے لیے مہلت نہ پاؤ۔ موت آنے سے پہلے جو کچھ تمہیں میسر آئے اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اسی حسن عمل کو اپنے بعد والوں کے لیے میراث چھوڑو اور جان لو کہ تمہارا مال صرف وہی ہے جو تم نے کھاپی لیا اور پہن لیا اور خرچ کرلیا اور گزر گئے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بچے گا وہ تو تمہارے ورثاء کا ہے۔

جب آپ کی تکلیف میں شدت آگئی تو آپ کہنے لگے: ''اے اللہ میری جان جلدی سے نکال لے۔ ❶

میں یقین رکھتا ہوں کہ تجھ سے میری محبت کا تجھے بخوبی علم ہے۔ ❷ جب موت آ پہنچی تو آپ نے کہا: موت کو مبارکباد ہو، ایسے زیارت کرنے والے کو خوش آمدید ہے جو میرے فاقہ کی حالت میں یہاں آیا، جو اس سے شرمائے گا وہ کامیاب نہ ہوگا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں دنیا میں نہریں جاری کرنے اور درخت لگانے کے لیے زندہ رہنا پسند نہیں کرتا تھا بلکہ اس لیے زندگی کی بقا چاہتا تھا طویل رات میں عبادت کی مشقتیں برداشت کرنے، دن کی لمبی گھڑیاں اطاعت وعبادت میں گزارنے، سخت گرمی کے موسم میں عبادت کے ذریعے سے گرمی کی حدت کو کم کرنے اور ذکر کے حلقوں میں شریک ہوکر علماء کے گروہ میں شرکت کرنے کا خود کو پابند رکھوں گا۔ ❸ جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر اڑتیس (۳۸) برس تھی۔ ❹ آپ کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین ہوئے، انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، آپ کی قبر میں داخل ہوئے اور آپ کو لحد میں رکھا، آپ کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی قبر میں داخل ہوئے اور جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قبر سے باہر آئے تو کہا: اے معاذ! اللہ تم پر رحم فرمائے، ہمارے علم کے مطابق تم مسلمانوں کے خیر خواہوں اور ان کے چنیدہ لوگوں میں سے تھے، تم جاہلوں کو ادب سکھانے والے، فاجروں پر سخت اور مومنوں کے لیے رحم دل تھے۔ ❺

حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد اسلامی لشکر کی قیادت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ذمہ آگئی، آپ نے اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے رمایا: اے لوگو! طاعون کی یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑک اُٹھتی ہے، لہٰذا تم یہاں سے نکل کر پہاڑوں میں پناہ لے لو، پھر آپ خود وہاں سے نکل گئے اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے اور پھر مختلف مقامات پر منتشر ہوگئے اور اللہ نے ان سے اس مصیبت کو دور کردیا۔ ❻

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے امیر عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

---

❶ الاكتفاء: ۳/ ۳۰۸.
❷ الاكتفاء: ۳/ ۳۰۸.
❸ حلية الأولياء للأصفهاني: ۱/ ۲۸۸ تا ۲٤٤.
❹ حلية الأولياء: ۱/ ۲۸۸ تا ۲٤٤.
❺ الاكتفاء: ۳/ ۳۰۹.
❻ البداية والنهاية: ۷/ ۹۵.

''سلام علیك ، بے شک میں آپ کے بارے میں اس اللہ جل شانہ کا شکر گزار ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ امابعد! معلوم ہوا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وفات پاچکے ہیں اور مسلمانوں میں موت تیزی سے پھیل چکی ہے، لوگوں نے صحرا کی طرف بھاگ نکلنے کی مجھ سے اجازت مانگی، حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مقیم کی اقامت اسے اس کی موت کے قریب نہیں کرتی اور نہ بھاگنے والے کا بھاگنا اسے اس کی موت سے دور کرتا ہے اور نہ اس سے اس کی قسمت کو روکا جاسکتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' [1]

چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خط امیر المومنین کو موصول ہوا جس میں معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر تھی اور معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سے آپ بہت ہی بے تاب و پریشان ہوئے، آپ اور دیگر مسلمان رونے لگے اور اس حادثہ پر بہت غمگین ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ معاذ پر رحم فرمائے، اس نے معاذ کو وفات دے کر اس امت سے بہت زیادہ علم اٹھالیا۔ بسا اوقات ان کے مشورے بہتر ہوتے تھے اور ہم نے اسے قبول کیا اور دیکھا کہ ہمیں اس کا بہت فائدہ ہوا ان کے علم نے بہت نفع دیا اور خیر کی طرف ہماری رہنمائی کی، اللہ تعالیٰ اسے نیکوکاروں کا بدلہ عطا کرے۔ [2]

طاعون عمواس میں عظیم مسلم جرنیلوں میں جنہیں طاعون کے ذریعے سے شہادت ملی ان میں شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے۔ [3]

اُمیر عمر رضی اللہ عنہ کی شام روانگی اور وہاں کے معاملات کو منظّم کرنا:

اُمیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں طاعون کی وجہ سے اپنے عظیم جرنیلوں اور شیر دل مسلم فوجیوں کی وفات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کو بہت غم لاحق ہوا، آپ کے پاس بعد میں وہاں کے افسران و ذمہ داران کے کئی خطوط آئے، وہ سب شہدائے طاعون عمواس کی متروکہ میراث کے بارے میں نیز چند نئے معاملات کے بارے میں آپ سے پوچھ رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور نئے پیش آمدہ مسائل پر ان سے مشورہ لیا اور پھر آپ نے عزم کرلیا کہ مسلمانوں کے شہروں میں خود جاکر ان کے حالات معلوم کریں گے تاکہ ان کے معاملات کو منظّم کرسکیں۔ چنانچہ مجلس شوریٰ میں لوگوں سے رائے اور مشورہ کرنے کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کام کی

---

[1] مجموعة الوثائق السياسية، د. محمد حميد الله ص: ٤٩٠.

[2] الاكتفاء: ٣/ ٣١٠.

[3] الكامل فی التاريخ: ٢/ ١٧١، ١٧٢، تاريخ الذهبی، ص: ١٨١.

انجام دہی سب سے پہلے شام سے شروع کریں اور تقدیم کی وجہ جواز بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ شام والوں کی میراث ضائع ہوگئی، لہٰذا میں شام سے اپنا دورہ شروع کروں گا، ان میں میراث تقسیم کروں گا اور ان کی خاطر جو کرنا چاہتا ہوں کروں گا۔ پھر وہاں سے لوٹوں گا، ہر ہر شہر میں جاؤں گا اور ان کے سامنے اپنی بات رکھوں گا۔ چنانچہ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ [1] جب آپ شام پہنچے تو عطیات کو تقسیم کیا، موسم سرما اور گرما کی جنگی مہموں کے لیے فوجی دستوں کو متعین کیا، شام کی سرحدوں کو بند کردیا، افسران کو ذمہ داریاں سونپیں، عبد اللہ بن قیس کو ہر ضلع کے ساحلی علاقوں کا افسر مقرر کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا گورنر بنایا، فوجیوں، جرنیلوں اور عوام الناس کے معاملات کو منظم کیا، فوت شدہ افراد کی میراث کو ورثاء میں تقسیم کیا [2] اور جب نماز کا وقت ہوگیا تو لوگوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ بلال کو اذان دینے کا حکم فرمائیں، بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر جس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سنی تھی سب رونے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں، عمر رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ رونے والے تھے اور جس نے بلال رضی اللہ عنہ کی اذان نہیں سنی وہ سب رونے والوں کو دیکھ کر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگے۔ [3]

مدینہ واپس لوٹنے سے پہلے آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا: سنو، میں تم پر ذمہ دار بنایا گیا ہوں، تمہارے جن معاملات کا اللہ نے مجھے نگراں بنایا تھا میں نے ان شاء اللہ انہیں پورا کردیا ہے، ہم نے تمہارے درمیان تمہارے فے، مکانات اور اموال غنیمت کو کھول کھول کر رکھ دیا، جو ہمارے پاس تھا اسے تم تک پہنچا دیا، تمہارے لیے فوجوں کو تیار کردیا اور آسانیوں کو تمہیں بہم پہنچایا، تمہارے لیے ٹھکانے کا انتظام کیا اور جتنا تمہارا مال فے تھا اسے تم کو دے دیا، تمہاری خوراک و غذا کو نامزد کردیا، تمہیں تمہارا عطیہ، روزی اور اموالِ غنیمت دینے کا حکم دے دیا، لہٰذا جسے مزید کسی چیز کی ضرورت ہو اور اس پر عمل کرنا مناسب ہو تو اسے چاہیے کہ مجھے اس سے مطلع کردے ہم اس پر عمل کریں گے، ان شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ [4]

آپ نے یہ خطبہ مذکورہ نماز سے پہلے دیا تھا، درحقیقت طاعون عمواس مسلمانوں کے لے ایک عظیم ہلاکت تھی، اس میں بیس ہزار سے زائد افراد جاں بحق ہوئے اور وفات کنندگان کی یہ تعداد باشندگان شام کی تقریباً

---

[1] الفاروق عمر بن الخطاب، محمد رضا، ص: ۲۳۰.

[2] الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۳۲۵، الفاروق، محمد رشید، ص: ۲۳۰.

[3] خلاصة تاريخ ابن كثير والخلافة الراشدة، ص: ۲۳۶.

[4] البداية والنهاية: ۷/ ۷۹.

نصف آبادی تھی، ایسا لگتا ہے کہ اموات کی کثرت دیکھ کر اس وقت مسلمان کچھ سہم گئے اور روم والوں سے خطرہ محسوس کیا، اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر روم والے مسلمانوں کے اس نازک وقت یعنی مسلم فوجیوں کی کمی پر ذرا بھی دھیان دے دیتے اور اسلامی شہروں پر ہلّہ بول دیتے تو موجودہ فوجیوں (ریزروفورس) کے لیے ان کو ہٹانا کافی مشکل ہوجاتا، لیکن چونکہ مایوسی و ناامیدی اہل روم کے دلوں میں گھر کرگئی تھی اس لیے وہ مسلمانوں کی محاذ آرائی سے باز رہے، خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شہروں کے غیر مسلم باشندے بھی مسلمانوں کی حکومت سے راضی تھے، اپنے عدول پرور حاکم اور اس کی خوش خلقی سے وہ دلی طور پر خوش تھے اور بغیر ان کی مدد کے شاہ روم کے اندر یہ سکت نہ تھی کہ شام کے مسلمانوں پر چڑھائی کرتا، خاص طور پر اگر مذکورہ سبب کے ساتھ ہم اس بات کو بھی دھیان میں رکھیں کہ رومی قوم جنگ سے اکتا چکی تھی، اسے ایسی قوم سے مقابلہ ومحاذ آرائی سے نجات اور مستقل راحت کی تلاش تھی کہ ہر موڑ پر الٰہی مدد جس کی حلیف ٹھہری اور جس کے غلبہ وقوت کا رعب ہر انسان کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔ [1]

طاعون زدہ زمین میں جانے اور نکلنے کا حکم:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ)) [2]

''جب تم اس وبا (طاعون) کے بارے میں سنو کہ وہ کسی شہر وبستی میں واقع ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب یہ کسی علاقے میں پھیل جائے اور تم اس میں موجود ہو تو وہاں سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے نہ بھاگو۔''

طاعون زدہ زمین میں جانے اور وہاں سے نکلنے کی ممانعت کے مفہوم کے بارے میں صحابہ کرام میں اختلاف رہا ہے، بعض صحابہ نے حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا ہے اور بعض نے اس کی تاویل کی ہے۔ جن لوگوں نے ممانعت کی تاویل کی ہے انہوں نے طاعون زدہ زمین سے نکل جانے کو جائز قرار دیا ہے اور پچھلے صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون زدہ بستی سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو نکالنے کی کیسی تدابیر اپنائی تھی، لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کردیا تھا۔ اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ تالاب

---

[1] أشهر المشاهير، رفيق العظم: ٢/ ٣٦١.

[2] صحيح مسلم، كتاب السلام، رقم: ٢٢١٩.

اور گڑھوں سے بھری ہوئی سیلن والی زمین سے مسلمانوں کو لے کر صحت افزا اور بہترین آب و ہوا والے علاقے میں چلے جائیں اور پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ واضح رہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام مذکورہ خط اس وقت لکھا تھا جب مقام ''سرغ'' پر ان دونوں کی ملاقات ہوچکی تھی اور طاعون زدہ علاقے جانے اور وہاں رہتے ہوئے نہ نکلنے کی ممانعت پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث دونوں سن چکے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ وہیں سے مدینہ واپس لوٹ آئے تھے۔

بہرحال اس وقت کے حالات بتاتے ہیں کہ جب آپ وہاں سے لوٹے تھے تو یہ وبا اپنے ابتدائی مرحلے میں تھی، وہ ابھی پھیلی نہ تھی اور نہ اس میں شدت ہی آئی تھی، لیکن جب آپ واپس ہوکر مدینہ پہنچ گئے تو طاعون کے سبب مسلمانوں کی بکثرت موت کی خبریں آپ کو پہنچنے لگیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کا جو مفہوم سمجھا تھا اس کی تائید بعض ایسے صحابہ کے عمل سے بھی ہوئی جنہوں نے شام میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زندگی گزاری اور خود اس مصیبت و آزمائش سے دوچار ہوئے۔ مثلاً عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما وغیرہما۔

دراصل اختلاف طاعون زدہ زمین میں جانے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اس بارے میں ہے کہ اس زمین میں سکونت اختیار کرنے کی حالت میں وہاں سے نکلنا جائز ہے یا نہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے نکلنا جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ اللہ کے قضاء و قدر سے راہ فرار اور یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہاں سے بھاگ نکلنے سے موت سے محفوظ ہوجائے گا۔ البتہ اگر کوئی کسی اضطراری ضرورت کے لیے وہاں سے باہر جاتا ہے تو اس کے لیے وہاں سے نکلنا جائز ہے۔ اسی طرح دوا اور علاج کے لیے نکلنا بھی جائز ہے۔ پس اگر طاعون زدہ علاقے سے منتقل ہوکر کسی صحت افزا اور بہترین آب و ہوا والے علاقے میں چلا جائے تو یہ اور اچھی بات ہے اور یہی مطلوب ہے۔

رہا مسئلہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے عدم خروج اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے معذرت خواہی کا تو دراصل اس کے کچھ صحت جسمانی، معاشرتی، سیاسی اور قیادت و حکمرانی سے متعلقہ اسباب تھے، جنہیں دین اسلام منظم شکل میں دیکھنا چاہتا ہے اور ایسی ہی منظم زندگی امانت دار قیامت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے، پس ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت کا کیا کہنا! وہ تو اس امت کے امین تھے۔ چنانچہ آپ نے طاعون زدہ زمین میں اپنی ثابت قدمی کی وجہ بتاتے ہوئے کہا: میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں ان کو چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں۔

بعض علماء نے طاعون سے راہِ فرار اختیار کر کے طاعون زدہ زمین سے نکلنے کی ممانعت کی علت ذکر کرتے ہوئے تفصیلی گفتگو کی ہے اور اچھی بات کہی ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگر سارے لوگ ایک ساتھ طاعون زدہ علاقے سے نکلنے لگیں تو جو عاجز ہے...... یعنی طاعون میں مبتلا ہے...... اور جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے ان سب کی

مصلحتیں و مفادات رائیگاں ہوجائیں گے، اس لیے کہ زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں ان کا کوئی محافظ و مددگار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایسی زمین سے نکل جانے کی عام اجازت ہوجائے اور طاقتور و مختار لوگ اس بستی سے نکل جائیں تو کمزور و نادار افراد جو نکل نہ سکے ہیں ان کی لامحالہ دل شکنی ہوگی اور گویا انہیں ان کی ذلت و رسوائی کا احساس دلانا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ طاعون زدہ علاقے میں باقی رہ جانا رخصت ہے اور نکل جانا بھی رخصت ہے۔ جو شخص طاعون میں مبتلا ہوجائے اس کے باہر نکل جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ وہ اس راستے سے اپنے مرض کو دیگر تندرست افراد تک پہنچا دے گا اور جو اس میں مبتلا نہ ہوا ہو اسے علاج و دوا کی غرض سے اس بستی سے باہر نکلنا جائز ہے بشرطیکہ پوری بستی کے لوگ نہ نکلیں، بلکہ وہاں کچھ لوگ ضرور ہیں جو مریضوں کی خبر گیری اور دوا علاج کریں۔ [1]

تقدیر پر ایمان لانا:

"أَفِرَارٌ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ": یہ بھی پتا چلا کہ تقدیر میں جنتی اور جہنمی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لیکن کچھ لوگ ایسی احادیث سے غلط استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو فیصلہ ہمارے بارے میں کر چکے ہیں وہ تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ ایسے لوگ اصل میں تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نیک کو نیکی پر اور بد کو برائی پر مجبور نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے نیکی اور برائی کا راستہ دکھادیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ ﴾ (الدهر: ٧٦/ ٣)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ، قَالُوْا، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟ قَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ الشِّقَاوَةِ ثم قراء ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ ﴾ (الليل: ٩٢/ ٥٥ تا ١٠) [2]

"تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ لکھی جاچکی ہے۔ لوگوں نے اس پر کہا: "اے اللہ کے

---

[1] أبو عبيده عامر بن الجراح، شرّاب، ص: ٢٣٢ تا ٢٣٧.

[2] صحيح بخاری، كتاب التفسير، رقم: ٤٩٤٥.

رسول ﷺ! پھر ہم اپنے لکھے ہوئے کا کیوں سہارا نہ لیں اور عمل چھوڑ دیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، عمل کرو، کیونکہ ہر شخص کو اسی چیز کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو خوش نصیب ہو، اس کو جنتی کاموں کی توفیق ملتی ہے اور جو بدنصیب (جہنمی) ہے، اس کو جہنمی کاموں کی توفیق ملتی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے سورہ واللیل کی یہ دو آیتیں پڑھیں: ''جس نے مال خرچ کیا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور بہترین بات کی تصدیق کی (یعنی اسلام لایا) تو ہم اس کو اچھی زندگی (یعنی جنت) کی توفیق دیں گے اور جس نے اپنا مال دینے میں بخل سے کام لیا اور (اللہ سے) بے پروا رہا اور اچھی زندگی کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف والی زندگی (جہنم) کی توفیق دیں گے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات طے ہے کہ آدمی اپنے کن اعمال کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہوگا اور وہ کن اعمال کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ اللہ نے اس ''تقدیر کو'' بڑی تفصیل سے قرآن مجید میں بیان کیا ہے اور حضور ﷺ نے بھی وضاحت سے پیش کر دیا ہے۔ اب یہ آدمی کا کام ہے کہ وہ جہنم کی راہ پر چلنا پسند کرتا ہے یا جنت کی راہ پر۔ دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کی ذمہ داری اس لیے ہے کہ اللہ نے اس کو ارادہ کی آزادی بخشی ہے اور راستہ کے انتخاب میں آزاد چھوڑا ہے۔ یہی آزادی اس کو سزا دلوائے گی اور اسی کی بدولت وہ جنت پائے گا،...... لیکن بہت سے کند ذہن آدمی اپنی ذمہ داری اللہ کے سر پر ڈال دیتے اور اپنے کو مجبور سمجھ لیتے ہیں۔

((عَنْ اَبِیْ خِزَامَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰی بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِیْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَیْئًا؟ قَالَ هِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ .)) [1]

''ابی خزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ: یہ دعا تعویذ جسے ہم اپنی بیماریوں کے سلسلے میں کرتے ہیں اور یہ دوائیں جو ہم اپنے مرض کو دور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ احتیاطی تدابیر جو ہم دکھوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے اختیار کرتے ہیں، یہ اللہ کی تقدیر کو ٹال سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سب چیزیں بھی تو اللہ کی تقدیر میں سے ہیں۔''

حضور ﷺ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس اللہ نے یہ بیماری ہمارے لیے لکھی، اسی اللہ نے یہ بھی طے کیا کہ فلاں دوا اسے اور فلاں تدبیر سے دور کی جا سکتی ہے۔ اللہ بیماری کا خالق بھی ہے اور اس کو دور کرنے والی

[1] سنن ترمذی، کتاب القدر، رقم: ۲۱۴۸.

دوا کا بھی، سب کچھ اس کے طے شدہ ضابطے اور اعدہ قانون کے تحت ہے۔

نفع ونقصان کا اصل سرچشمہ:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ: يَا غُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ .))[1]

''سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جب کہ میں آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، آپؐ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں (غور سے سن)۔ دیکھ تو اللہ کو یاد رکھ، تو اللہ تجھے یاد رکھے گا۔ تو اللہ کو یاد رکھ، تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب مانگے تو اللہ سے مانگ۔ جب تو کسی مشکل میں مدد کا طالب ہو تو اللہ اسے مدد طلب کر، اللہ کو اپنا مددگار بنا اور اس بات کا یقین کر کہ لوگ متحدہ طور پر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے (یعنی کسی کے پاس دینے کو کچھ ہے ہی نہیں کہ دے گا، سب کچھ تو اللہ کا ہے، وہ جتنا دینے کا کسی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے، اتنا ہی ملتا ہے، چاہے جس ذریعہ سے ملے) اور اگر لوگ اکٹھا ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر کر دیا ہے (تو پھر اللہ ہی کو اپنا واحد سہارا بنانا چاہیے)۔''

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانَ))[2]

---

[1] سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، رقم: ٢٥١٦، مسند أحمد: ١/ ٢٩٣.

[2] صحيح مسلم، كتاب القدر، رقم: ٣٤/ ٢٦٦٤، مسند أحمد: ٢/ ٣٧٠، سنن ابن ماجة، رقم: ٢٦٦٤.

''طاقتور مومن بہتر اور اللہ کو زیادہ پسند ہے بہ نسبت کمزور مومن کے اور دونوں ہی میں خیر و منفعت ہے اور تو (آخرت میں) نفع دینے والی چیز کا حریص بن اور اپنی مشکلات میں اللہ سے مدد طلب کر اور ہمت نہ ہار اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت آ پڑے تو یوں مت سوچ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا بلکہ یوں سوچ کہ اللہ نے یہ مقدر فرمایا جو اس نے چاہا وہ کیا، اس لیے کہ "لَوْ" (اگر) شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔''

اس حدیث کے آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی ذہانت، تدبیر و قوت کو سہارا نہیں بناتا بلکہ اس پر جب مصیبت آتی ہے تو اس کا ذہن یوں سوچتا ہے کہ یہ مصیبت میرے رب کی طرف سے آئی ہے، یہ تو میری تربیت کے کورس کا ایک حصہ ہے اور اس طرح یہ مصیبت اس کے توکل بڑھانے کا ذریعہ بن جاتی ہے ؎

آلام روزگار کو آسان بنا دیا
جو غم ہوا اسے غم جاناں بنا دیا

مشورہ طلب کرنا:

"فَاسْتَشَارَهُمْ" اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے فرمان کی روشنی میں تھا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران : ۳/ ۱۵۹) ''اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجیے۔''

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت معاملات میں مشورہ کرتے رہے، غزوۂ بدر کے موقع پر دشمن کی فوج کو جالینے کے بارے میں مشورہ کیا، غزوۂ احد کے موقع پر مشورہ کیا کہ شہر میں رہ کر ہی دفاع کیا جائے یا باہر نکال کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، غزوۂ خندق کے موقع سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ اے مسلمانو! مجھے مشورہ دو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے ساتھ مشورہ کے بعد جو رائے طے پا جائے، اس کام کو کر گزرنے کے لیے اللہ پر بھروسہ کیجیے، لوگوں کے مشورہ پر نہیں۔

امام شوکانی لکھتے ہیں کہ مقصود انہی امور میں مشورہ کرنا ہے، جن کے بارے میں شرع میں حکم صریح موجود نہ ہو۔ بعض علمائے امت کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان حکام کو علماء سے ان امور میں ضرور مشورہ کرنا چاہیے، جن کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے۔ [1]

قرطبی نے ابن عطیہ کا قول نقل کیا ہے کہ علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو حاکم،

---

[1] فتح القدر للشوکانی : ۱/ ۳۲۰، طبع دارالکتب العلمیہ بیروت.

اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کر دینا واجب ہے۔ ❶

فخر الدین رازی لکھتے ہیں: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ توکل کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ آدمی اپنے آپ کو مہمل اور بے کار سمجھے، جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے، ورنہ مشورہ کرنا توکل کے خلاف ہوتا۔ ❷

[2]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جعْفَرُ بن عَوْن، عن هِشَامِ بن سَعْدِ، قَالَ: حَدَّثَنى عُرْوَةُ بن رُويم، عَنِ القَاسم عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن عمروٍ، قَالَ: جِئْتُ عُمَرَ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَوَجَدْتُهُ قَائِلًا فِي خِبَاءٍ لَهُ فَانْتَظَرْتُه فِيْ الْخِبَاءِ، قَالَ: فَسِمِعْتُهُ حِيْنَ تَضَوَّرَ مِنْ نَوْمِهِ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي رُجُوْعي مِنْ سَرْغ .

تخریج الحدیث مصنف ابن ابی شیبہ : ۷/ ۱۰ : ۳۳۸۴۸، اسنادہ حسن .

ترجمة الحدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے تو میں ان کے پاس گیا، وہ اپنے خیمے میں قیلولہ کر رہے تھے۔ میں نے خیمے کے باہر ان کا انتظار کیا، جب آپ رضی اللہ عنہ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو میں نے انہیں یہ الفاظ کہتے سنا: ''اے اللہ! ''سرغ'' سے واپس آنے کی غلطی کی وجہ سے مجھے معاف فرما دینا۔''

شرح الحدیث اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

① ...... دوپہر کے وقت تھوڑا سا سونا قیلولہ کہلاتا ہے اور یہ مسنون عمل ہے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((قِيلُوْا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَقِيلُ .)) ❸

''قیلولہ کیا کرو کیونکہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے۔''

② ...... پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اور حدیث بیان کرنے سے مقام سرغ سے واپسی کی جبکہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اس بات کے مخالف تھے کہ آپ لوگ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعد میں یہ احساس ہوا ہوگا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بات درست تھی بایں وجہ وہ اللہ سے استغفار کر رہے تھے۔

---

❶ احکام القرآن للقرطبي : ۲/ ۱۰۷۴ .

❷ تفسیر کبیر للرازی ، تحت الآیة .

❸ طبرانی معجم اوسط ، رقم : ۲۸ ، اسنادہ حسن .

[3]...... حَدَّثَنَا الْقَعنبي ، عن مالك ، عن ابنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّما انْصَرَفَ بِالنَّاس عن حديثِ عبد الرحمن بن عَوْفٍ .

تخریج الحدیث مؤطا، کتاب الجامع، باب ما جاء فی الطاعون، رقم: ۱۵۹۰، ۱۹۷۳، صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب ما یکره من الاحتیال، الخ، رقم: ۲۲۱۹، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرة واللهانه ونحوها .

ترجمة الحدیث سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کو (مدنظر) رکھتے ہوئے لوگوں کو واپس لے گئے۔

[4]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالْقَانِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ الْمَكِّيُّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : كُنْتُ أُذَاكِرُ عُمَرَ الصَّلَاةَ ، فَأَتَى عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَقَالَ : أَلا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا : بَلَى ، قَالَ : أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَشَكَّ فِي النُّقْصَانِ فَلْيُصَلِّ حَتَّى يَشُكَّ فِي الزِّيَادَةِ

تخریج الحدیث مسند احمد: ۱/ ۱۹۵، رقم: ۱۶۸۹، مصنف عبد الرزاق: ۲/ ۳۰۷، رقم: ۳۴۷۶، مسند بزار، رقم: ۹۹۷، سنن دارقطنی: ۱/ ۳۶۹، سنن الکبریٰ للبیهقی: ۲/ ۳۳۲.

ترجمة الحدیث سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز کے بارے میں مذاکرہ کر رہا تھا، اچانک ہمارے پاس عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، ہم نے کہا، کیونکہ نہیں، انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اسے رکعات کم پڑھنے کا شک پڑ جائے تو وہ نماز پڑھتا رہے حتیٰ کہ اسے زیادتی کا یقین ہوجائے۔ یعنی اسے یقین ہوجائے کہ زیادہ رکعات ہوگئی ہیں۔

شرح الحدیث اس حدیث شریف کی تکمیل وتتمہ اور مفہوم واضح کرنے کے لیے صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز

پڑھائی، جب سلام پھیرا تو آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ اے اللہ کے رسول! کیا نماز میں کوئی نئی چیز رونما ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں پوچھتے ہو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ نے اتنی اتنی نماز ادا فرمائی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہیں اپنے پاؤں پھیر لیے اور قبلہ رو ہو گئے اور دو سجدے کیے، پھر سلام پھیر دیا۔ پھر ہماری جانب رخ زیبا متوجہ کر کے فرمایا:

((إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلاةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ)) [1]

''اگر نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہوتی تو میں تمھیں بتا دیتا، ایسی کوئی بات نہیں، لیکن یہ یاد رکھیں میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ میں بھی اسی طرح بھول جاتا ہوں، جس طرح تم بھول جاتے ہو، جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دہانی کروا دیا کرو اور جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کا شکار ہو جائے تو درست صورت حال تک پہنچنے کی کوشش کرے، اس کے مطابق نماز مکمل کر لے، پھر دو سجدے کرے۔''

مذکورہ بالا حدیث میں جو درستگی تلاش کرنے کا حکم ہوا ہے، اس سے مراد وہی بات ہے جسے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے کہ نماز کو اگر ایک اور دو میں شبہ ہو تو ایک کو یقین سمجھے، اور دو اور تین میں شک ہو تو دو رکعت کو درست قرار دے، تین اور چار میں اگر اشتباہ پڑ جائے تو تین کو یقین تصور کرے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے سہو کے کر لے، اور یہ بھی اختیار ہے، سلام پھیر کر دو سجدے سہو کر لے، اور دوسری مرتبہ پھر سلام پھیر لے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ نماز کی تکمیل کرے، پھر سلام پھیرے، پھر سجدے کرے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے سلام پھیرنے اور کلام کرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے تھے۔

احمد، ابوداود اور نسائی نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے، جو کہ مرفوع ہے، ''جسے اپنی نماز میں شک واقع ہو جائے وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے۔'' [2]

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الصلاة، رقم: ٤٠١، صحيح مسلم، كتاب المساجد، رقم: ١٢٧٤.

[2] مسند أحمد: ١٠/ ١٩٠، ٢٠٤، ٢٠٥، ٢٠٦، سنن ابوداؤد، كتاب الصلاة، رقم: ١٠٣٣، سنن نسائي، كتاب الإفتتاح، رقم: ١٢٤٧، صحيح ابن خزيمه، رقم: ١٠٢٢.

مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک لاحق ہوجائے، اسے یہ پتہ نہ رہے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں، چار، تو ایسی صورت میں شک کو نظر انداز کردے اور جس پر یقین ہو اس پر نماز کی بنا رکھے۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرلے، اگر اس نے پانچ رکعات پڑھی ہوں گی تو یہ سجدے انہیں (طاق رکعات کو) جفت بنا دیں گے، یعنی چھ رکعات بنادیں گے، اگر اس نے پوری پڑھی ہوگی تو یہ دو سجدے شیطان کے لیے ذلت و رسوائی ہوں گے۔'' [1]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب نمازی کو رکعات کی تعداد میں اشتباہ پڑ جائے تو اسے کم پر بنا رکھنی چاہیے۔ اس میں یقین کا امکان ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نماز میں شک واقع ہونے کی صورت میں اسے تحری کرنی چاہیے۔ یعنی یاد کرنے کی انتہائی کوشش کرے۔ اگر گمانِ غالب کسی طرف ہوجائے تو اسی پر عمل کرے، اگر تحری کے باوجود دونوں اطراف مساوی نظر آئیں تو پھر کم پر بنا رکھے۔ دونوں باتوں میں وزن ہے تو کوئی بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔

حديث عبد الله بن عامر بن ربيعة ، عن عبد الرحمن

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث

[5]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ الأَصْبَهَانِيُّ ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ ، قَالَ : سَمِعَ عُمَرُ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الْحُدَّى ، فَأَتَاهُ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَصْبَحَ رَأَى عَلَيْهِ خُفَّان ، فَقَالَ : وَالْخُفَّانِ مَعَ الْحُدِّيِّ ، فَقَالَ : لَقَدْ لَبِسْتُهَا مَعَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ ، يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

تخريج الحديث مسند احمد : ١/ ١٩٢ ، رقم : ١٦٦٨ ، مجمع الزوائد : ٣/ ٤٩٩ ، مسند أبويعلى ، رقم : ٨٤٢ و ٨٤٣ .

ترجمة الحديث عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے بیان کیا، کہا کہ: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو (سفر مکہ میں) (اونٹوں کو حدی بآواز بلند ہانکتے) سنا، تو رات کے کسی حصے میں ان کے ساتھ مکہ داخل ہوئے، جب صبح ہوئی تو انہیں موزے پہنے دیکھا، تو فرمایا: آپ نے موزے پہن رکھے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے ایسی شخصیت کی موجودگی میں انہیں پہنا جو آپ سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شرح الحديث پس منظر: مسند احمد اور ابویعلی کے الفاظ سے بات واضح ہوتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب المساجد ، رقم : ١٢٧٢ .

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور دوسرے کچھ لوگوں سمیت مکہ کی طرف سفر کرکے گئے رات کے حصے میں مکہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور جب صبح کی روشنی ہوئی تو دیکھا کہ جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے موزے پہنے ہوئے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آپ یہ اتار دیں ورنہ لوگ بھی یہی عمل شروع کردیں گے۔

مسائل کا استنباط:

①...... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم رات میں بھی کسی وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتا ہے۔
چنانچہ امام ترمذی اور نسائی نے حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَـرَجَ لَيْلًا مِنَ الْجِعْرَانَةِ حِيْنَ مَشَى مُعْتَمِرًا ، فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ كَبَائِتٍ .))[1]

''بے شک حضرت جب نبی کریم ﷺ جعرانہ سے عمرے کی غرض سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کی روانگی رات کو ہوئی، پھر آپ ﷺ صبح کے وقت جعرانہ میں ایسے تھے کہ گویا کہ آپ نے رات (وہیں) بسر کی ہو۔''

امام نسائی نے اس حدیث پر عنوان تحریر کیا ہے: ''دُخُوْلُ مَكَّةَ لَيْلًا'' ''مکہ میں رات کو داخل ہونا۔''
بعض علماء نے محرم کے لیے دن کو مکہ مکرمہ آنا مستحب قرار دیا ہے۔ اس بارے میں ان کی دلیل مسلم کی روایت ہے جو انہوں نے نافع سے نقل کی ہے:

((أَنَّ ابْـنَ عُـمَـرَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِذِي طَوًى حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ))[2]

''بے شک ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ (مکرمہ) آتے، تو ذی طوی میں رات بسر کرتے، پھر صبح ہونے پر غسل کرتے، پھر دن کے وقت مکہ (مکرمہ) میں داخل ہوتے۔''

امام نووی نے اس حدیث پر عنوان لکھا ہے:

''بَـابُ اسْتِـحْـبَـابِ الْـمَبِيتِ بِـذِي طُـوًى عِـنْدَ إِرَادَةِ دُخُولِ مَكَّةَ وَالِاغْتِسَالِ

---

[1] سنن ترمذی، أبواب الحج، رقم: ۹۳۹، سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، رقم: ۲۸٦۳۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۲۲۷/ ۱۲۵۹ .

لِدُخُولِهَا وَدُخُولِهَا نَهَارًا"

''مکہ میں داخلے کے وقت ذی طوی میں رات بسر کرنے، اس میں داخلے کے لیے غسل کرنے اور اس میں دن کو داخل ہونے کے مستحب ہونے کے متعلق باب۔''

الغرض محرم رات دن کے کسی وقت میں بھی مکہ مکرمہ آ سکتا ہے۔ دونوں اوقات میں آنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

②...... دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جوتے میسر نہ آنے کی صورت میں محرم موزے پہن سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عمل کیا۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ لِلْمُحْرِمِ))[1]

''جس محرم کے پاس جوتے نہ ہوں، وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس

اس حدیث سے پتا چلا کہ جس محرم کو جوتے میسر نہ آئیں تو اسے موزے پہننے کی اجازت ہے۔ مزید برآں موزے پہننے والا محرم انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے:

((وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ...... الحديث))[2]

امام ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

"ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمُحْرِمَ إِنَّمَا أُبِيحَ لَهُ فِي لَبْسِ الْخُفَّيْنِ عِنْدَ عَدَمِ النَّعْلَيْنِ ، إِذَا قَطَعَهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ ."[3]

''اس بات کا ذکر کہ محرم کے لیے جوتوں کے میسر نہ آنے پر موزے پہننے کی اجازت تب ہے، جب کہ وہ انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔''

جمہور علمائے امت کی بھی یہی رائے ہے، البتہ امام احمد سے اس بارے میں دو روایات ہیں۔ مشہور

---

[1] صحيح بخاري، كتاب جزء الصيد، باب لبس الخفين للمحرم إذا لم يجر نعلين، رقم: ۱۸٤۱، صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ۳/ ۱۱۷۷ ۔ الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

[2] صحيح بخاري، كتاب الحج، رقم: ۱۵٤۲، صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ۲/ ۱۱۷۷ .

[3] الإحسان في تقريب صحيح حبان، كتاب الحج: ۹/ ۹٤ .

روایت یہ ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنا ضروری نہیں اور دوسری روایت جمہور علماء کی رائے کے موافق ہے۔ [1]

امام ابن قدامہ دونوں آراء اور ان کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

"وَالْأَوْلٰی قَطْعُهُمَا عَمَلًا بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ، وَخُرُوْجًا مِنَ الْخُلَافِ، وَأَخْذًا بِالْإِحْتِيَاطِ." [2]

''صحیح حدیث کے مطابق عمل کرنے، اختلاف سے بچنے اور احتیاط کے پیش نظر (موزوں کا) کاٹنا بہتر ہے۔''

مجبوری کی حالت میں موزے پہننے کی صورت میں محرم پر کوئی فدیہ نہیں، امام ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

"ذِكْرُ الْخَبَرِ الْمُدْحِضِ قَوْلَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ لَبْسَ الْمُحْرِمِ الْخُفَّيْنِ عِنْدَ عَدَمِ النَّعْلِ أَوِ السَّرَاوِيْلِ عِنْدَ عَدَمِ الْإِزَارِ، عَلَيْهِ دَمٌ." [3]

''اس شخص کے قول کی تردید کرنے والی حدیث، جو یہ سمجھتا ہے کہ جوتا نہ ہونے پر موزے اور تہبند نہ ہونے پر شلوار پہننے والے محرم پر دم ہے۔''

[6]...... حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بن مُحَمَّد بْنِ أَيُّوب قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقِ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي ابْنُ شَهَابِ الزُّهْرِي عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِر بْنِ رَبِيْعَة وَسَالِم بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ عُمَرَ رَجَعَ بِالنَّاسِ مِنْ سَرْغٍ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرحمنِ بْنِ عَوْفٍ، فَلَمَّا رَجَعَ عُمَرُ، رَجَعَ عُمَّالُ الْأَجْنَادِ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ.

تخریج الحدیث صحيح بخاری، کتاب الحيل، باب ما يكره من الاحتيال، الخ، رقم: ۲۲۱۹.

ترجمة الحدیث عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اور سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے بیان کیا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو ''سرغ'' سے واپس ہٹالیا، جب عمر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے تو لشکروں کے عاملین اپنے کاموں کی طرف لوٹ گئے۔

---

1. المفهم شرح صحيح مسلم: ۳/ ۲۵۸.
2. المغنى لابن قدامة: ۵/ ۱۲۲.
3. الإحسان فى تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، رقم: ۹/ ۹۸.

حديث أنس بن مالك، عن عبد الرحمن

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے حدیث

[7]...... حَدَّثَنَا أَبُو حُذَيْفَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ وَآخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَتْ عِنْدَ الْأَنْصَارِيِّ امْرَأَتَيْنِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَأَتَى السُّوقَ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ: مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: تَزَوَّجْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟، قَالَ: وَزْنُ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

تخريج الحديث صحيح بخاری، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی، رقم: ٢٠٤٨، سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب مواساة الاخ، رقم: ١٩٣٣ ۔ مسند احمد: ٣/ ١٩٠، معجم کبیر طبرانی: ٦/ ٢٦، رقم: ٥٤٠٣، معجم طبرانی اوسط، رقم: ١٦٤١، مصنف عبدالرزاق، رقم: ١٠٤١١.

ترجمة الحديث سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہا کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان اور سعد بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس دو بیویاں تھیں، انہوں نے انہیں پیشکش کی کہ وہ ان کے گھر بار اور مال سے آدھا حصہ بانٹ لیں (یعنی ایک بیوی اور آدھا مال) لے لیں۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالٰی آپ کے اہل و مال میں برکت دے، مجھے بازار کی راہ دکھا دیں، اگلے دن وہ بازار گئے اور پنیر اور گھی میں کچھ نفع کمایا، پھر ایک دن انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان پر حجلۂ عروسی کے نشانات تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے عبد الرحمٰن کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا، اللہ کے رسول! میں نے انصار کی ایک عورت کے ساتھ شادی کرلی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اسے کتنا مہر پیش کیا؟ انہوں نے کہا: کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

شرح الحديث حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے:

①...... رسول اللہ ﷺ نے تاریخ انسانی کا ایک نہایت تابناک کارنامہ انجام دیا جسے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارے کا عمل کا نام دیا جاتا ہے۔ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ (الاحزاب: ٣٣/ ٦)

''نسبی قرابت دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' (یعنی وراثت میں)

تو انصار و مہاجرین میں باہمی توارث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اور بھائی چارہ کرایا تھا جو خود باہم مہاجرین کے درمیان تھا لیکن پہلی بات ہی ثابت ہے۔ یوں بھی مہاجرین اپنی باہمی اسلامی اخوت، وطنی اخوت اور رشتہ و قرابت داری کی اخوت کی بنا پر آپس میں اب مزید کسی بھائی چارے کے محتاج نہ تھے۔ جبکہ مہاجرین اور انصار کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ ❶

اس بھائی چارے کا مقصود - جیسا کہ محمد غزالی نے لکھا ہے - یہ تھا کہ جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں۔ حمیت و غیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو۔ نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی و پستی کا معیار انسانیت وتقویٰ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بھائی چارے کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا تھا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمان قرار دیا تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی سلامی اور مبارکباد تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری رہے مگر نتیجہ کچھ نہ ہو بلکہ اس بھائی کے ساتھ ایثار و غمگساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے اور اسی لیے اُس نے اس نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پُر کر دیا تھا۔ ❷

چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ مہاجرین جب مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا: ''انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ آپ میرا مال دو حصوں میں بانٹ کر (آدھا لے لیں) اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں جو زیادہ پسند ہو مجھے بتا دیں میں اسے طلاق دے دوں اور عدت

❶ زاد المعاد: ٢/ ٥٦. ❷ فقه السيرة، ص: ١٤٠، ١٤١.

گزرنے کے بعد آپ اس سے شادی کرلیں۔'' حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے۔ آپ لوگوں کا بازار کہاں ہے؟ لوگوں نے انہیں بنوقینقاع کا بازار بتلادیا۔ وہ واپس آئے تو ان کے پاس کچھ فاضل پنیر اور گھی تھا۔ اس کے بعد وہ روزانہ جاتے رہے۔ پھر ایک دن آئے تو ان پر زردی کا اثر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے شادی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت کو مہر کتنا دیا ہے؟ بولے ایک نواۃ (گٹھلی) کے ہم وزن (یعنی کوئی سوا تولہ) سونا۔ ❶

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت آئی ہے کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اور ہمارے بھائیوں کے درمیان ہمارے کھجور کے باغات تقسیم فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں۔ انصار نے کہا، تب آپ لوگ یعنی مہاجرین ہمارا کام کردیا کریں اور ہم پھل میں آپ لوگوں کو شریک رکھیں گے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے ہم بات سنی اور مانی۔ ❷

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انصار نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجر بھائیوں کا اعزاز واکرام کیا تھا اور کس قدر محبت، خلوص، ایثار اور قربانی سے کام لیا تھا اور مہاجرین ان کی اس کرم ونوازش کی کتنی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کرسکتے تھے۔

اور حق یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ ایک نادر حکمت، حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش بہت سارے مسائل کا ایک بہترین حل تھا۔

② ...... عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں اہل اسلام تجارت کیا کرتے تھے اور ان کا بہترین پیشہ تجارت ہی تھا۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو قریشی ہیں ہجرت فرما کر جب مدینہ آئے تو انہوں نے غور وفکر کے بعد اپنے قدیمی پیشہ تجارت ہی کو یہاں بھی اپنایا۔ اور اپنے اسلامی بھائی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے اپنی آدھی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی پیش کش کی تھی بازار کا راستہ لیا اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آپ نے تیل اور گھی کا کاروبار شروع کیا، اللہ نے آپ کو تھوڑی ہی مدت میں ایسی کشادگی عطا فرمائی کہ آپ نے ایک انصاری عورت سے اپنا عقد بھی کرلیا۔

③ ...... مردوں کو رنگ دار خوشبو لگانا جائز نہیں ہے اور سیّدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ پر جملہ عروسی کے جو نشانات تھے

---

❶ صحیح بخاری، باب اخاء النبی ﷺ بین المهاجرين والانصار ١/ ٥٥٣.

❷ أيضاً، باب اذا قال اكفنى مؤنة النخل: ١/ ٣١٢.

وہ ان کو ان کی بیوی سے لگے تھے، یا پھر زرد رنگ شاید کسی عطر کا ہو یا کسی ایسی مخلوط چیز کا جس میں کوئی زرقسم کی چیز بھی شامل ہو اور آپ نے اس سے غسل وغیرہ کیا ہو۔

④...... نکاح میں حق مہر ضروری ہے حق مہر اتنا ہونا چاہیے جتنا خاوند آسانی سے دے سکے اتنا کم بھی نہیں ہونا چاہیے کہ جس کی خاوند کے ہاں کوئی وقعت نہ ہو۔ انہوں نے مہر میں اپنی بیوی کو نواۃ من ذھب دی۔

نواۃ سے مراد کھجور کی گٹھلی کے برابر وزن ہے۔ اور بعض کا موقف ہے کہ وزن نواۃ پانچ درہم ہیں جو سونے کا تقریباً ڈیڑھ تولہ بنتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کا موقف ہے پانچ درہم سونے کے یہی قول صحیح ہے۔

⑤...... مذکورہ روایت سے ولیمہ کرنے کی تاکید بھی ثابت ہوئی کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ کم ازکم ایک بکری کا ولیمہ کریں۔ اہل علم نے ولیمہ میں بکرے یا بکری کے ذبیحہ کو مستحب گردانا ہے۔ ویسے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت کھجور اور تھوڑے سے ستو کے ساتھ ولیمہ کیا۔ ❶

[8]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ، قَالَ : قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ فَآخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَينَهُ وَبَينَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيِّ ، وَعِنْدَ الأَنْصَارِيِّ امْرَأَتَانِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ ، فَأَتَى السُّوقَ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ ، وَشَيْئًا مِنْ سَمْنٍ ، فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ : مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ ؟ ، قَالَ : تَزَوَّجْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ ، قَالَ : فَمَا سُقْتَ إِلَيْهَا ؟ ، قَالَ : وَزْنُ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ : أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ .

تخريج الحديث صحيح بخاری، كتاب النكاح، رقم : ٥٠٧٢ .

ترجمة الحديث سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن الربیع الانصاری کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت سعد کے پاس دو بیویاں تھیں، تو انہوں نے پیشکش کی کہ میرے گھر بار اور مال سے آدھا بانٹ لیں، مگر سیّدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و مال میں برکت دے، آپ میری بازار کی طرف رہنمائی کر دیں، آپ رضی اللہ عنہ نے

❶ سنن ابوداؤد، رقم : ٣٧٤٤، سنن ترمذی، رقم : ١٠٩٥۔ محدث البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

بازار میں آکر پنیر اور گھی سے بہت نفع کمایا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں کچھ دنوں بعد دیکھا تو ان پر زرد نشانات تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: عبد الرحمٰن کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے انصار کی ایک عورت کے ساتھ شادی کرلی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اُسے کیا مہر دیا ہے، انہوں نے کہا کہ کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

[9]...... حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ ، وَحُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ ، قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَآخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيِّ ، فَقَالَ لَهُ : سَعْدٌ أَيْ أَخِي إِنِّي أَكْثَرُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَالًا ، فَانْظُرْ شَطْرَ مَالِي فَخُذْهُ ، وَعِنْدِي امْرَأَتَانِ فَانْظُرْ أَيُّهُمَا أَعْجَبُ لَكَ حَتَّى أُطَلِّقَهَا لَكَ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ ، فَدَلُّوهُ عَلَى السُّوقِ ، فَذَهَبَ وَاشْتَرَى وَبَاعَ فَرَبِحَ فَجَاءَ بِشَيْءٍ مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ ، فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَلْبَثَ ، فَجَاءَ عَلَيْهِ رَدْغُ زَعْفَرَانٍ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَهْيَمْ ؟ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ، فَقَالَ : مَا أَصْدَقْتَهَا؟ ، قَالَ : وَزْنُ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : فَلَقَدْ رَأَيْتَنِي بَعْدَ ذَلِكَ لَوْ رَفَعْتُ حَجَرًا لَظَنَنْتُ أَنِّي سَأَجِدُ تَحْتَهُ ذَهَبًا وَفِضَّةً .

تخریج الحدیث مسند أحمد : ٣/ ٢٧١ ، سنن أبوداؤد ، كتاب النكاح ، باب قلة المهر ، رقم : ٢١٠٩۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ترجمة الحدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہا کہ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کردیا، انہیں سیّدنا سعد الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھائی! میں مدینے والوں میں سے زیادہ مال والا ہوں۔ میرے مال سے آدھا مال لے لیں اور میرے پاس دو بیویاں ہیں جو آپ کو زیادہ پسند لگتی ہے میں اسے آپ کے لیے طلاق دیتا ہوں (وہ عدت گزار لے تو آپ اس سے شادی کرلیں) عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و مال میں برکت دے، آپ میری منڈی کی طرف راہنمائی کردیں، تو انہوں نے منڈی کا راستہ بتادیا، آپ رضی اللہ عنہ منڈی میں گئے، خرید وفروخت کی اور کچھ پنیر اور گھی کما کر لے آئے۔ آپ اس طرح اللہ نے

جتنا چاہا کام کرتے رہے۔ (ایک دفعہ) آپ رضی اللہ عنہ آئے اور آپ پر حجلہ عروسی کے نشانات تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا، یہ کیا ہے، انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک عورت کے ساتھ شادی کرلی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے حق کتنا مہر ادا کیا ہے؟ کہا: کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو، تو سیّدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے بعد آپ نے مجھے دیکھا، اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے گمان ہوتا کہ اس کے نیچے سے میں نے سونا اور چاندی اٹھانا ہے۔

شرح الحدیث مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے خود کوشش کرنے سے کاروبار میں اللہ ذوالجلال برکت ڈال دیتا ہے۔ سیّدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مال میں اتنی برکتیں ہوئیں کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہے۔ اس کے باوجود وفات کے وقت اتنا مال چھوڑا کہ چار بیویوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں تقریباً ۸۳ ہزار دینار آئے، اولاد کا حصہ اس کے علاوہ تھا، اور جو مویشی چھوڑے ان میں سے ۳ ہزار بکریاں، ایک ہزار اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔

[10]...... حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ، قَالَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ ، شَكَيَا الْقَمْلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَرَخَّصَ لَهُمَا فِي قَمِيصِ الْحَرِيرِ فِيْ غَزَاةٍ لَهُمَا .

تخریج الحدیث صحيح بخاری، كتاب الجهاد، باب الحرير فى الحرب، رقم: ۲۹۲۰، صحيح مسلم، كتاب اللباس، والزينة باب إباحة لبس الحرير، رقم: ۲۰۷۶، سنن ابوداؤد، رقم: ٤٠٥٦، سنن ابن ماجه، رقم: ۳۵۹۲، مسند احمد: ۳/ ۱۲۲، صحيح ابن حبان، رقم: ٥٤٣٠، رقم: مسند ابی يعلی، رقم: : ٣١٤٨.

ترجمة الحدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوات میں ریشم کے قمیض کی اجازت مرحمت فرمائی۔

شرح الحدیث ریشم پہننا جائز نہیں۔ البتہ مجبوری میں پہنی جاسکتی ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ریشم پہننے کی اجازت جوؤں کی وجہ سے تھی۔ صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجازت جہاد میں ہوئی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ یہ اجازت سفر میں دی۔ اور ایک روایت میں کھجلی کا ذکر ہے تو تطبیق یوں ہوگی کہ پہلے جوئیں پڑی ہوں گی پھر جوؤں کی وجہ سے کھجلی پیدا ہوگئی ہوگی اور وہ کسی غزوہ میں

سفر پر ہوں گے۔ حکماء کہتے ہیں ریشمی کپڑا خارش کو کھو دیتا ہے اور جوؤں کو مار ڈالتا ہے۔ [1]

حديث المسور بن مخرمة، عن عبد الرحمن
مسور بن مخرمہ کی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حدیث

[11]...... حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَلَمْ يَكُنْ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا: جَاهِدُوْا كَمَا جَاهَدْتُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَأَنَا لا أَجِدُهَا قَالَ: أُسْقِطَتْ مِمَّا أُسْقِطَ مِنَ الْقُرْآنِ، قَالَ: نَخْشَى أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ كُفَّارًا، قَالَ: مَا شَاءَ اللّٰهِ، قَالَ لَئِنْ رَجَعَ النَّاسُ كُفَّارًا لَيَكُوْنَنَّ أُمَرَاؤُهُمْ بَنُو فُلَانٍ، وَوُزَرَاؤُهُمْ بَنُوْ فُلَانٍ.

تخريج الحديث عبد الرزاق في الأمالي، رقم: ٦٩۔ شرح مشكل الآثار: ١٢/ ٩، رقم: ٤٥٩٩.

ترجمة الحديث حضرت مسور بن مخرمہ نے روایت کیا، کہا: عمر بن خطاب نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا ہم پر نازل کردہ آیات میں سے یہ آیت نہیں ہے: ﴿جَاهِدُوْا كَمَا جَاهدتم اول مرة﴾ ''تم نے جس طرح پہلے جہاد کیا نے اب بھی کیا کرو۔'' تو انہوں نے کہا: ہاں یہ آیت ہے، فرمایا تو مجھے یہ آیت مصحف میں نہیں ملی، فرمایا کہ یہ آیت قرآن کے منسوخات میں سے ہے، انہوں نے کہا: ہمیں ڈر ہے کہ لوگ کافر نہ بن جائیں۔ انہوں نے کہا: جو اللہ چاہے گا ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا: اگر لوگ کافر بن جائیں گے تو وہ بنو فلاں کے امراء اور بنو فلاں کے وزراء بن جائیں گے۔

شرح الحديث حدیث ہذا میں آیت ﴿جَاهِدُوْا كَمَا جَاهدتم اول مرة﴾ کے نسخ کا بیان ہے۔ یہ آیت کریمہ منسوخ تلاوہ ہے منسوخ الحکم نہیں۔

قرآن کے اعجاز اور حقانیت پر یہودیوں، مستشرقین اور دوسرے منکرین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اس میں نسخ کا ذکر ہوا ہے حالانکہ نسخ انسان کی کتاب میں تو ہو سکتا ہے اس لیے کہ انسان کی رائے بدلتی رہتی ہے اور اس کے علم میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے لیکن اللہ کی کتاب میں نسخ کا امکان نہیں ہے اس لیے کہ اس کے علم میں کمی وبیشی اور تغیر وتبدل ممکن نہیں ہے۔ یہ اعتراض چونکہ قرآن نے معجزہ ہونے کو مشکوک بنانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

[1] ماخوذ از فتح الباری.

علوم القرآن کی مباحث میں سے نسخ کی بحث ایک کثیر الجہات بحث ہے جو مشکل مباحث میں شمار ہوتی ہے اس لیے مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے تاکہ موضوع سے متعلق تمام مباحث کی تنقیح و تحقیق قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائے۔

نسخ کی بحث:

یہود جن جن طریقوں سے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا کردار ادا کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآن کو مشکوک قرار دیا جائے۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ اگر قرآن بھی منزل من اللہ ہے اور تورات تو منزل من اللہ ہے ہی۔ پھر قرآن اور تورات کے احکام میں اختلاف کیوں ہے؟ اس اعتراض کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ قرآن میں ایک حکم نازل ہوتا ہے پھر اس کی جگہ کوئی اور حکم آ جاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں کہ میں پہلے کیا حکم دے چکا ہوں اور اب کیا دے رہا ہوں؟ یہود کے ایسے ہی اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے اور فرمایا کہ عیب نہ پہلے حکم میں تھا اور نہ دوسرے حکم میں ہے۔ حالات اور موقع کی مناسبت سے جس طرح کے احکام کی ضرورت ہوتی ہے، ویسے ہی دیے جاتے ہیں اور تمہیں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ مالک الملک ہے وہ جیسے چاہے حکم دے سکتا ہے۔ پہلے کے احکام منسوخ بھی کر سکتا ہے اور نئے دے بھی سکتا ہے۔

متقدمین نے نسخ کا مفہوم بہت وسیع معنوں میں لیا۔ وہ احکام میں تدریج کو بھی نسخ کے معنوں میں لیتے تھے اور اس طرح انہوں نے آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک شمار کر دی جب کہ احکام میں تدریج پر نسخ کا اطلاق درست نہیں۔ نسخ سے مراد کسی حکم کا اٹھ جانا ہے اس لحاظ سے شاہ ولی اللہ صاحب نے آیات منسوخہ صرف پانچ شمار کی ہیں۔ جن کی مثالیں درج ذیل ہیں:

قرآن سے نسخ کی مثالیں:

① ......اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۱ میں فرمایا کہ ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ . . . بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ اس آیت کی رو سے میت پر والدین اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے حق میں مرنے سے پہلے وصیت کرنا فرض تھا۔ پھر جب سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۱ اور ۱۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے میراث کے حصے خود ہی والدین اور اقربین کے حق میں مقرر فرما دیے تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور میت پر وصیت کرنا فرض نہ رہا۔ بلکہ اب وہ صرف غیر ذوی الفروض کے حق میں ہی وصیت کر سکتا ہے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ تہائی مال تک، نیز یہ وصیت فرض نہیں بلکہ اختیاری اور مستحب ہے۔

② ......اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵ میں زانیہ عورت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ بقیہ عمر اسے گھر میں

مقید رکھا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی نئی سزا مقرر فرمادے۔ پھر جب سورۂ نور نازل ہوئی جس میں زانی مرد کو اور زانی عورت کو سو سو کوڑے مارنے کا ذکر ہے تو اس حکم سے پہلی سزا کا حکم اٹھ گیا۔ یعنی وہ منسوخ ہوگئی۔

③......سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۰ کی رو سے میت کے وارثوں پر فرض تھا کہ وہ اس کی بیوہ کو ایک سال گھر سے نہ نکالیں اور اس کا خرچ برداشت کریں۔ بعد میں جب بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہوگئی۔ نیز آیت میراث کی رو سے خاوند کے ترکہ میں بیوی کا حصہ بھی مقرر ہوگیا تو اس آیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اب بیوہ کے حق میں تو یہ حکم ہوا کہ وہ بس عدت کے ایام اپنے مرنے والے شوہر کے ہاں گزارے۔ بعد میں وہ آزاد ہے اور اس دوران نان ونفقہ بھی وارثوں کے ذمہ اور ترکہ سے ہی ہوگا اور سال بھر کے خرچہ کا مسئلہ میراث میں حصہ ملنے سے حل ہوگیا۔

مندرجہ مثالیں ایسی ہیں جن میں سابقہ آیت کا حکم قطعاً منسوخ ہے۔ اب ہم کچھ ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ جن میں دونوں قسم کے حکم حالات کے تقاضوں کے تحت ساتھ ساتھ چلتے ہیں مثلاً:

❶ سورۂ انفال (جو کہ جنگ بدر کے فوراً بعد نازل ہوئی تھی) آیت نمبر ۶۵ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جرأت ایمانی کا معیار مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مسلمان کو دس کافروں پر غالب آنا چاہیے۔ یہ حکم ان مسلمانوں کے لیے تھا جو علم وعمل میں پختہ اور ہر طرح کی سختیاں برداشت کر چکے تھے اور ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل کامل تھا۔ بعد میں اسلام لانے والے مسلمان جن کی تربیت بھی پوری طرح نہ ہوسکی تھی۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے معیار میں کافی تخفیف کرتے ہوئے اگلی آیت میں فرمایا کہ ان میں سے بھی ایک مسلمان کو کم از کم دو کافروں پر ضرور غالب آنا چاہیے۔ اب اس بعد والے حکم سے پہلے حکم منسوخ نہیں ہوا۔ بلکہ جب بھی کسی خطہ میں تحریک جہاد شروع ہوگی تو حالات کے مطابق دونوں قسم کے احکام لاگو ہوں گے۔

❷ سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنگ کے بعد جنگی قیدیوں کو خواہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا احسان رکھ کر۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے سے منع فرما دیا ہے۔ دوسری طرف سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۰ کی رو سے عام مسلمان تو درکنار خود رسول اللہ ﷺ کو جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے بلکہ لونڈیوں سے تمتع کی بھی اجازت فرما رہے ہیں اور ان دونوں طرح سے احکام میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا ناسخ نہیں ہے۔ بلکہ حالات کے تقاضوں کے مطابق دونوں میں سے کسی نہ کسی پر عمل درآمد ہوگا اور ایسی مثالیں قرآن میں اور بھی بہت ہیں۔

آیات میں تبدیلی کی دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ ہم اس آیت یا اس جملہ کو بھلا ہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ اعلیٰ میں فرمایا: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (الاعلیٰ: ۸۷/ ۶، ۷)
''یعنی ہم تمہیں پڑھائیں گے جسے تم بھولو گے نہیں مگر جو اللہ چاہے۔'' اور اس بھلانے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں سیدنا جبریل علیہ السلام کے ساتھ نازل شدہ قرآن کریم کا دورہ کیا کرتے، اس دوران جن الفاظ یا جس جملہ کو منسوخ کرنا اللہ کو منظور ہوتا تھا وہ آپ بھول جاتے تھے اور جبریل بھی اس کا تکرار نہیں کرتے تھے۔ ایسے نسخ کی بھی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا اس سے بھی کسی حقیر مخلوق کی مثال بیان کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی آیت بھی نازل کی تھی جس میں مچھر کی مثال بیان کی گئی تھی۔ جسے کافروں نے اضحوکہ بنایا تھا اور چونکہ وہ مچھر کی مثال والی آیت قرآن میں موجود نہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ بھلا دی گئی تھی۔

② سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۴ میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ کے بعد ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کے الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جس کی رو سے مجاہدین کے لیے محاذ جنگ کے دوران متعہ حلال ہوتا رہا۔ لیکن بالآخر اس کی ابدی حرمت ہوگئی تو یہ آخری الفاظ بھی اللہ تعالیٰ نے بھلا دیے اور شامل قرآن نہ ہوسکے۔

③ آیت رجم بھی اسی قبیل سے ہے جس کے متعلق سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری زندگی کے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا تھا۔ ''اس کتاب اللہ میں رجم کے حکم کی بھی آیت تھی۔ جسے ہم نے پڑھا، یاد کیا اور اس پر عمل کیا۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس فریضہ کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر مرجائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو۔ خواہ مرد ہو یا عورت، جبکہ اس کے زنا پر کوئی شرعی ثبوت یا حمل موجود ہو۔ [1]

معتزلہ کا نسخ سے انکار:

منزل من اللہ وحی میں سے اللہ کی حکمت کے تحت کچھ آیات یا جملے یا الفاظ بھلا بھی دیے گئے اور کچھ احکام منسوخ بھی ہوئے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں میں بھی ایک فرقہ قرآن میں کسی طرح کے نسخ کا قائل نہیں لہٰذا یہ مثالیں پیش کرنا ضروری سمجھا گیا اور ان پر اکتفا کیا گیا۔ حالانکہ قرآن میں ایسی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔

[1] صحیح بخاری، کتاب المحاربین، باب رجم الحبلى.

حديث جبير بن مطعم ، عن عبد الرحمن

جبیر بن مطعم کی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حدیث

[12]...... حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَهِدْتُ وَأَنَا غُلَامٌ ، حِلْفًا مَعَ عُمُومَتِي الْمُطَيَّبِينَ فَمَا أُحِبُّ أَنْ لِي حُمْرَ النَّعَمِ وَإِنِّي نَكَثْتُهُ .

ترجمة الحديث ہمیں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے چچوں کے ساتھ حلف المطیبین میں حاضر ہوا اور اس وقت میں بچہ تھا اور آج میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے سرخ اونٹ دیے جائیں اور ان کے بدلے میں اس (معاہدے) کو توڑ دوں۔

تخريج الحديث صحيح الجامع الصغير، رقم: ٧٣١٧، مسند احمد: ١/ ١٩٠، ١٩٣، صحيح ابن حبان، رقم: ٤٣٧٣۔ مسند بزار، ٣/ ٢١٣، رقم: ١٠٠٠، مستدرك حاكم: ٢/ ٢٣٩، مسند أبويعلى: ٢/ ١٥٦، ١٥٧، رقم: ٨٤٤، الأحاد والمثانى: ١/ ١٧٥، رقم: ٩١٨، سلسلة الصحيحة: ١٩٠٠.

شرح الحديث زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے سینکڑوں گھرانے تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ لوگوں کے اندر احساس پیدا ہوا کہ ملک میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش اور مسافروں کی حفاظت اور غریبوں کی امداد کریں گے اور مظلوموں کو ظالموں کے پنجے سے چھڑائیں گے۔ یہ معاہدہ قریش کے پانچ قبیلوں میں ہوا، بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تیم۔ اس معاہدے کو حلف الفضول کہا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حلف الفضول میں شرکت:

اسے مطیبین کا حلف بھی کہتے ہیں۔ مسند احمد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اپنے چچاؤں کے ساتھ مطیبین کے حلف میں شریک ہوا تھا۔ اس وقت میں نوجوان تھا۔ مجھے کوئی سرخ اونٹوں کا ریوڑ بھی دے تو میں وہ عہد توڑنا پسند نہ کروں۔''[1]

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں حلف المطیبین کے علاوہ قریش کے کسی

[1] مسند احمد (تحقيق أحمد شاكر) : ٣/ ١٢١ .

معاہدے میں شریک نہیں ہوا۔ سرخ اونٹوں کے عوض بھی مجھے وہ عہد توڑنا گوارا نہیں۔" ❶

امام بیہقی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چند سیرت نگاروں نے کہا ہے: "اس عہد سے مراد "حلف الفضول" ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حلف المطیبین کا دور نہیں پایا۔ ❷

ہمارے نزدیک سیرت نگاروں کی یہ بات صحیح ہے۔ خود امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں یہی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلف المطیبین کا دور نہیں پایا۔ ❸

احمد، بیہقی اور اہل سیر کی روایت میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں حلف المطیبین کی تجدید کرکے اس کا نام حلف الفضول رکھ دیا گیا۔ ❹ واللہ اعلم

مسند حمیدی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک معاہدے میں موجود تھا۔ اگر آج بھی مجھے اس معاہدے میں شرکت کی دعوت دی جائے تو ضرور قبول کروں گا۔ اس معاہدے کے شرکاء نے عہد کیا تھا کہ ہر حق والے کو اس کا حق دلایا جائے گا اور کوئی ظالم کسی پر کوئی زیادتی نہیں کرسکے گا۔" ❺

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک معاہدے میں موجود تھا۔ مجھے پسند نہیں کہ مجھے اس معاہدے میں شرکت کے بجائے سرخ اونٹ ملتے اور اگر اسلام میں بھی مجھے اس قسم کے معاہدے کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔" ❻

یہ باہمی معاہدہ بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تیم نے کیا تھا کہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دیں گے۔ ❼ یہ ماہِ ذیقعد میں بعثت سے بیس سال پہلے کا واقعہ ہے جب قریش فجار سے واپس آئے تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر بیس برس تھی۔ اس معاہدے کے اولین داعی نبی اکرم ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب تھے۔

---

❶ دلائل النبوة للبيهقي: ٢/ ٣٧، ٣٨، والبداية والنهاية: ٢/ ٣١٥.

❷ دلائل النبوة للبيهقي: ٢/ ٣٨.   ❸ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٦/ ٣٦٧.

❹ النهاية في غريب الحديث والأثر: ٣/ ٤٥٦، مادة الفاء مع الضاد، وحاشية مسند أحمد (تحقيق أحمد شاكر): ٣/ ١٢٢، سبل الهدىٰ والرّشاد: ٢/ ٢٠٩.

❺ البداية والنهاية: ٢/ ٣١٥.

❻ السيرة النبوية لابن هشام: ١/ ١٨٢، ١٨٣.

❼ السيرة النبوية لابن هشام: ١/ ١٨٢.

اس کا سبب یہ تھا کہ زبید قبیلے کا ایک آدمی اپنا تجارتی سامان لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ عاص بن وائل سہمی نے اس سے وہ سامان خرید لیا۔ عاص بہت بڑا سردار تھا۔ اپنی سرداری کے زعم میں اس نے اس غریب کی رقم دبا لی۔ زبید کے آدمی نے احلاف کے قبائل عبد الدار، مخزوم، جمع اور سہم سے مدد طلب کی۔ انھوں نے نہ صرف اس بے چارے کی مدد سے انکار کیا بلکہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ جب اس زبیدی نے خطرہ محسوس کیا تو وہ طلوع شمس کے وقت جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا، اس وقت قریشی کعبہ کے اردگرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی رقت اور بلند آہنگی یہ شعر پڑھے:

يَا آلَ فِهْرٍ لَمَظْلُومٌ بِضَاعَتُهُ ... بِبَطْنِ مَكَّةَ نَائِي الدَّارِ وَالنَّفَرِ

وَمُحْرِمٌ أَشْعَثَ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ ... يَا لَلرِّجَالِ وَبَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَرِ

إِنَّ الْحَرَامَ لِمَنْ تَمَّتْ مَكَارِمُهُ ... وَلَا حَرَامَ لِثَوْبِ الْفَاجِرِ الْغُدَرِ

''اے آل فہر! (قریشیو!) اس مظلوم کی مدد کرو جس کا تجارتی مال وادیٔ مکہ میں چھین لیا گیا وہ یہاں غریب الوطن اور اپنے لوگوں سے دور ہے۔ اس نے احرام باندھ رکھا ہے۔ پراگندہ سر ہے۔ ابھی تک اس نے عمرہ بھی پورا نہیں کیا۔ اے حجر اسود اور حجر کے مابین بیٹھے ہوئے لوگو! (میری مدد کرو۔) عزت وحرمت تو اس شخص کی ہے جس کے کام اچھے ہیں۔ غدار اور بدکار (عاص بن وائل) کی چادر کی کوئی عزت نہیں۔''

یہ سن کر زبیر بن عبد المطلب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''کیا اسے بے یار و مددگار چھوڑا جاسکتا ہے؟'' اس پر قریش، زہرہ اور تیم عبد اللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے اور آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ مظلوم کی مدد کے لیے یک جان رہیں گے حتیٰ کہ ظالم مظلوم کا حق واپس کر دے۔ وہ اس معاہدے پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک سمندر میں پانی کی ایک بوند بھی باقی ہے اور جب تک ثبیر اور حرا پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں۔ اور یہ کہ وہ امورِ روزگار میں بھی ایک دوسرے کی ڈھارس بندھائیں گے۔

یہ معاہدہ ماہِ حرام ذیقعد میں طے ہوا اور قریش نے اس معاہدہ کو ''حلف الفضول'' کا نام دیا کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ یہ لوگ ایک فضیلت والے کام پر اکٹھے ہوئے ہیں، پھر یہ لوگ عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے مظلوم کا سامان چھین کر اس کے سپرد کر دیا۔ [1]

[1] البداية والنهاية: ٢/ ٣١٥، ٣١٦، الطبقات الكبرٰى لابن سعد: ١/ ١٢٨، ١٢٩.

حلف الفضول میں شرکت کی حکمت:

❀ اگر اہل جاہلیت اپنے فطری جذبات کی بنیاد پر ظلم کے سدباب کے لیے اٹھ سکتے ہیں تو اہل اسلام کے لیے تو ناگزیر ہے کہ وہ اپنے عقیدے کی بنیاد پر ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ اسلام کی تو دعوت ہی یہ ہے کہ ظلم کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اسلام فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے اور اسے ہر قسم کی کجی اور انحراف سے بچانا چاہتا ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس معاہدے کی اہمیت پر زور دیں کیونکہ اس معاہدے کا مضمون سراسر اسلام کی دعوت ہے کہ حق کو قائم رکھا جائے اور باطل اور ظلم کو مٹا دیا جائے۔

❀ رسول اللہ ﷺ کے چچا زبیر نے اس معاہدے میں جو کردار ادا کیا وہ اس حقیقت کی بڑی روشن دلیل ہے کہ ہاشمی خاندان کے لوگ جوان مرد تھے اور ایسے مواقع پر وہ دوسروں سے افضل ثابت ہوتے تھے۔ اس خاندان کے شرف و فضل کے لیے یہ یگانہ عظمت ہی بہت کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسی خاندان سے ہیں۔

حديث عبد الله بن ربيعة ، عن عبد الرحمن بن عوف

عبد اللہ بن ربیعہ کی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حدیث

[13]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَاصِمٌ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبِيعَةَ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ أَخْبَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ بِطَرِيقِ الشَّامِ يَسِيرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : إِنَّ هَذَا الْوَجَعَ أَوْ هَذَا السَّقَمَ عُذِّبَ بِهِ الأُمَمُ قَبْلَكُمْ ، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلا تَدْخُلُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ ، قَالَ : فَرَجَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ .

تخريج الحديث صحيح بخارى ، كتاب الطب ، باب ما يذكر فى الطاعون ، رقم : ٥٧٣٠ ، صحيح مسلم ، كتاب السلام ، باب الطاعون والطيرة ، رقم : ٢٢١٩ ، مسند احمد : ١/ ١٩٣ ، معجم طبرانى الكبير : ١/ ١٣٠ ـ ٢٦٧ ، موطا مالك : ٢/ ٧٩٦ ـ ٧٩٧ ، رقم : ٢٤ ، سنن الكبرى للنسائى : ٤/ ٣٦٢ ، رقم : ٧٥٢١ ، مسند الشاشى : ١/ ٣٦٨ ـ ٣٦٩ ، رقم : ٢٣٦ .

ترجمة الحديث عبد اللہ بن ربیعہ سے مروی ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو تب بتایا جب وہ شام جا رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس تکلیف یا بیماری کے ساتھ تم سے پہلی امتوں کو عذاب دیا گیا، جب تم کسی زمین میں اس وبا کے پھیل جانے کا سن لو تو اس میں داخل نہ ہو، اور جب تم کسی جگہ پر ہو اور یہ بیماری وہاں پھیل جائے تو اس سے نہ بھاگو، انہوں نے کہا کہ یہ حدیث سن کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ واپس

لوٹ آئے۔

شرح الحدیث دیکھئے فوائد حدیث نمبر ا۔

عبد الرحمن بن أبی بکر ، عن عبد الرحمن بن عوف

سیّدنا عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت

[14]...... حَدَّثَنَا أُبو حُذَيْفَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَمِيصٌ مِنْ حَرِيرٍ يَلْبَسُهُ تَحْتَ ثِيَابِهِ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: لَبِسْتُهُ عِنْدَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ .

تخریج الحدیث سنن الکبریٰ للبیهقی : ٣/ ٢٦٩ .

ترجمة الحدیث عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا: عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس ریشم کی ایک قمیض تھی جسے وہ اپنے کپڑوں کے نیچے (بنیان کے طور پر) پہنتے تھے۔ امیر عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا یہ کیوں پہنتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: میں نے یہ قمیض ایسی شخصیت کے پاس بھی پہنی جو آپ سے بہتر تھے۔

شرح الحدیث سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں نہیں تھا کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تو جہاد میں خارش کی تکلیف کی وجہ سے ریشم کی قمیض پہننے کی اجازت دی ہے۔ اس لیے انہوں نے اعتراض کیا تھا، جب انہیں پتا چل گیا تو خاموش ہوگئے۔ تفصیل فائدہ نمبر ۱۰ پر دیکھیں۔

أبو سلمة بن عبد الرحمن ، عن أبيه

ابوسلمہ کی اپنے باپ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت

[15]...... حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنِ أَبِي سَلَمَةَ ، أَنَّ أَبَاهُ ، عَادَ أَبَا الرَّدَّادِ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الرَّدَّادِ : مَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِكَ أَوْصَلُ لِي مِنْكَ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ جَلَّ وَعَزَّ قَالَ : أَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحِمُ ، اشْتَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِي ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ

تخریج الحدیث مسند أحمد : ١/ ١٩٤ ، مسند ابی یعلی ، رقم : ٨٤٠۔ مستدرك حاكم : ٤/ ١٥٧ ، مسند بزار ، رقم : ٩٩٢ .

ترجمة الحدیث جناب ابوسلمہ نے بیان کیا ہے کہ اُن کے والد گرامی حضرت ابودرداء کی بیمار پرسی

کرنے گئے تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تمہاری قوم میں سے تم سے بڑھ کر میرے ساتھ کوئی صلہ رحمی نہیں کرتا، تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ اپنے رب عزوجل سے بیان کرتے ہیں، کہ رب تعالیٰ نے فرمایا: میں ''رحمٰن'' ہوں، اور مادۂ ''رحم'' میں نے اپنے نام سے نکالا ہے، جس نے اسے ملایا میں اُسے ملاؤں گا اور جس نے اسے توڑا میں اُسے توڑوں گا۔

شرح الحدیث یہ حدیث قدسی ہے اور اس میں صلہ رحمی کا بیان ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

1 حدیث قدسی:

''القدس'' بمعنی پاکیزگی کی طرف منسوب ہے۔ اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو:

"وهو ما ورد من الأحاديث الالهية وتسمى: القدسية."[1]

علامہ طیبی فرماتے ہیں: قرآن عزیز کے الفاظ و معانی بواسطہ جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے جبکہ حدیث قدسی وہ ہے جس کے معنی سے رب کریم نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام یا خواب کے ذریعے آگاہ کیا:

"قال الطيبي: القرآن وهو اللفظ المنزل به جبريل على النبي صلى الله عليه وسلم، والقدسي اخبار الله معناه بالالهام او بالمنام، فاخبر النبي أمته بعبادة نفسه، وسائر الاحاديث لم يضفها الى الله تعالى، ولم يروها عنه تعالى."[2]

''علامہ کرمانی (محمد بن یوسف) شارح بخاری فرماتے ہیں: قرآن معجز کلام ہے اور بواسطہ جبریل منزل ہے، جبکہ حدیث قدسی غیر معجز اور بغیر واسطہ کے من جانب اللہ ہے، ایسی حدیث کو حدیث قدسی، حدیث الٰہی اور حدیث ربانی کہا جاتا ہے، اب اگر پوچھے کہ سب احادیث من جانب اللہ ہیں، کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ③﴾ پس اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث قدسیہ کی نسبت براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔''

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں فرق:

① ......قرآن عزیز معجز ہے اور حدیث قدسی معجز نہیں۔

---

[1] قواعد التحديث، القاسمي، ص: ٦٤.

[2] أيضًا، ص: ٦٦، شرح صحيح البخاري، الكرماني: ٧٩/٩.

②......تلاوت قرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن اگر نماز میں حدیث قدسی پڑھی جائے تو نماز ادا نہ ہوگی۔

③......قرآن عزیز کا منکر کافر ہے، حدیث قدسی اگر متواتر نہ ہو تو اس کا منکر کافر نہیں بلکہ مبتدع ہے۔

④......قرآن عزیز کا نزول بواسطہ جبریل ہوا ہے، جبکہ حدیث قدسی کا معاملہ یہ نہیں۔

⑤......قرآن عزیز کے الفاظ و معانی دونوں اللہ کی جانب ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی کے معانی اللہ کی جانب سے اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں اور بعض اوقات اللہ کے ہوتے ہیں لیکن یہ کلام الٰہی قرآن کا درجہ نہیں پاتا۔

⑥......قرآن کریم کا باوضو چھونا زیادہ مناسب ہے جبکہ حدیث قدسی کا یہ معاملہ نہیں۔ [1]

2 صلہ رحمی:

مسلمان کا جو حسن سلوک صرف اس کے والدین، بیوی بچوں، اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ہوتا ہے صلہ رحمی کہلاتا ہے۔ رشتہ داروں سے مراد وہ اعزاء ہیں جن کا انسان سے نسب کے واسطے سے تعلق ہو۔ خواہ ان کو میراث میں حصہ ملتا ہو یا نہ ملتا ہو۔

اسلام میں صلہ رحمی کی اہمیت وفضیلت:

اسلام نے صلہ رحمی کو وہ معزز اور بلند مقام دیا ہے جو پوری تاریخ انسانیت میں کسی مذہب، کسی نظریے اور کسی شریعت نے نہیں دیا۔ اسلام نے رشتوں کا پاس ولحاظ کرنے کی وصیت کی ہے۔ صلہ رحمی کی ترغیب دلائی ہے اور قطع رحمی سے ڈرایا ہے۔

رشتے کے ساتھ اسلام کے اعزاز و اکرام کا اندازہ اس سے بڑھ کر کسی چیز سے نہیں ہوسکتا کہ جس کی تصویر کشی رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی ہے کہ رشتہ اللہ تعالیٰ کے روبرو اس بڑے میدان میں جہاں اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں مخلوق کی تخلیق فرمائی کھڑا ہوتا ہے اور رشتوں کے کاٹنے والوں سے پناہ مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی اس درخواست کو قبول کرلیتا ہے۔ چنانچہ جو رشتوں کو جوڑتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے جوڑتا ہے اور جو رشتوں کو کاٹتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے کاٹ دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کیں یہاں تک کہ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو رشتہ کھڑا ہوا اور عرض کیا: کیا یہ جگہ اس کے کھڑے ہونے کی وجہ سے جو تیرے ذریعے قطع رحمی سے پناہ مانگے۔ فرمایا:

((اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ بَلٰی: یَا رَبِّ!

[1] الاحادیث القدسیه، ص: ۷، طبع المجلس الاعلی للشئون الاسلامیه، قاهره۔

قَالَ: فَهُوَ لَكِ .))❶

''ہاں کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھے جوڑے میں اسے جوڑوں اور جو تجھے کاٹے میں اسے کاٹوں۔ رشتہ نے کہا کیوں نہیں؟ اللہ نے فرمایا: تیرے لیے ایسا ہی ہوگا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاہو تو یہ ارشادِ باری تعالیٰ پڑھو:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾﴾ (محمد: ٤٧/ ٢٢-٢٣)

''اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں قطع رحمی کرو گے۔ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا۔''

قرآن کریم میں بے شمار آیات ہیں جو اسلام میں رشتے کا مقام واضح کرتی ہیں۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، رشتوں کا احساس کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں ذکی الحس ہونے پر ابھارتی ہیں اور ان کے حقوق کو ہضم کرنے، انھیں پامال کرنے یا ان کے سلسلہ میں ظلم و زیادتی کرنے یا تکلیف پہنچانے سے بچنے کا حکم دیتی ہیں اور رشتے کے تعلقات کو خراب کرنے سے ڈراتی ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ (النساء: ٤/ ١)

''اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد متصلاً رشتوں کے بارے میں حکم دیا ہے۔ اس طرح اس نے رشتے کی عظمت کا احساس دلایا ہے اور رشتے کا پاس و لحاظ کرنے اور ہمیشہ اس کے خنک سایہ میں پناہ لینے کی تاکید کی ہے۔

سچے مسلمان کے شعور و احساس میں رشتہ کی اہمیت و منزلت کے لیے یہی کافی ہے کہ بیشتر آیات میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بعد بھی صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: ١٧/ ٢٣)

❶ صحیح البخاری کتاب الادب، رقم: ٥٩٩٧، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٥٥٤.

''تیرے رب نے فیصلہ کردیا کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔''

﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ ﴾

(بنی اسرائیل : ۱۷/ ۲۶)

''اور رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین، مسافر کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو۔''

صلہ رحمی ان اولین اسلامی مبادی و اصول میں سے ہے جن کے ساتھ یہ دین روز اول ہی سے دنیا والوں کے سامنے ظاہر ہوا، جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت کا اعلان کیا، اس کی بنیادوں کی تشریح کی اور اس کے نقوش واضح کیے۔ چنانچہ رشتہ داروں کے ساتھ تعلق اور نیک برتاؤ، شریعت اسلامی کے ممتاز اور نمایاں اصولوں میں سے ہے۔ اس کی تائید ہرقل کے ساتھ ابوسفیان کی اس گفتگو سے ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جب ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا: تمہارا نبی تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتا ہے؟ تو جواب دیا: وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کچھ تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے اسے چھوڑ دو، وہ نماز، سچائی، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ❶

یہاں صلہ رحمی کو اس دین حنیف کے بنیادی اصولوں توحید، نماز، سچائی اور پاک دامنی کی فہرست میں گنوایا گیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ صلہ رحمی اس دین کی ان ممتاز خصوصیات میں سے ہے جن کے بارے میں دین کے متعلق پہلی مرتبہ پوچھنے والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں اسلام کے جملہ اصول و آداب بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں مکہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ آغاز نبوت کا زمانہ تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کیا ہیں؟ فرمایا نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا: نبی کسے کہتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا: کن چیزوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ فرمایا:

((اَرْسَلَنِیْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ یُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا یُشْرَكُ بِهٖ شَیْئًا .)) ❷

''اس نے مجھے ان احکام کے ساتھ بھیجا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، بتوں کو

---

❶ صحيح بخاري، كتاب بدء الوحي، رقم: ٧، صحيح مسلم، كتاب الجهاد، رقم: ١٧٧٣ .

❷ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، رقم: ٨٣٢ .

توڑا جائے۔ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے......''

یہ بالکل عیاں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں اسلام کے اہم اصول و مبادی کی مختصر تشریح کرتے ہوئے صلہ رحمی کو مقدم رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو ان اصولوں اور مبادی میں سرفہرست ذکر کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ ، وَيُنْسَأَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ .)) [1]

''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کردی جائے اور اس کی عمر دراز کردی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔''

معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ صلہ رحمی مال میں اضافہ کرتی ہے، اسے پروان چڑھاتی ہے، اس کے عرصہ حیات کو دراز کرتی ہے اور زندگی میں برکت دیتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَنِ اتَّقٰى رَبَّهٗ وَوَصَلَ رَحِمَهٗ نُسِیءَ فِيْ اَجْلِهٖ وَثَرٰى مَالُهٗ وَاَحَبَّهٗ اَهْلُهٗ)) [2]

''جو شخص اپنے رب سے ڈرے گا اور صلہ رحمی کرے گا، اس کی عمر دراز کردی جائے گی، اس کے مال میں اضافہ کردیا جائے گا اور اس سے اس کے اہل خوش رہیں گے۔''

قطع رحمی کرنے والے بدبختی اور محرومی کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ .)) [3]

''جنت میں قطع رحمی کرنے والا نہیں جائے گا۔''

اسلامی تعلیمات کے مطابق صلہ رحمی کی جائے:

چنانچہ متقی اور باشعور مسلمان صلہ رحمی کرتا ہے اور مال و دولت، بیوی بچے اور دنیا سے عزیزوں اور رشتہ داروں کی خبرگیری کرنے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کا اکرام و احترام اور تعاون کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں وہ دین حنیف کی تعلیمات و ہدایات کی پیروی کرتا ہے جس نے اس تعلق کو قائم کیا ہے اور اسے اہمیت و قرابت کے مطابق سلسلہ وار قرار دیا ہے۔ چنانچہ پہلے ماں کا درجہ قرار دیا، پھر باپ کا، پھر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ٥٩٨٦، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٥٥٧.

[2] الادب المفرد للبخاري، رقم: ٥٨، سلسلة الاحاديث الصحيحة ، رقم: ٢٧٦.

[3] صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ٥٩٨٤، صحیح مسلم، کتاب الادب، رقم: ٢٥٥٦.

ترتیب وار قریب ترین رشتہ داروں کا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا:

((أُمُّكَ ، ثُمَّ أُمُّكَ ، ثُمَّ أُمُّكَ ، ثُمَّ أَبُوكَ ، ثُمَّ أَدْنَاكَ ، أَدْنَاكَ .)) [1]

''تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر رشتہ داروں میں جو تم سے قریب ترین ہو۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''اللہ تمہیں ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے، پھر ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے۔ پھر باپوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے۔ پھر ترتیب وار قریب ترین رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے۔'' [2]

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، اگرچہ وہ صلہ رحمی نہ کریں:

سچا مسلمان اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے خواہ وہ لوگ اس کے ساتھ صلہ رحمی نہ کریں کیونکہ وہ صلہ رحمی کے ذریعے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہے اور خود کو اسلامی اخلاق و آداب سے آراستہ و پیراستہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا .)) [3]

''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرے بلکہ دراصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔''

بعض احادیث کے ذریعے اس شخص کے نفس میں جو صلہ رحمی کرتا ہے مگر اس کے رشتہ دار اس کے بدلے میں اس سے قطع رحمی، سختی اور بدسلوکی کا معاملہ اختیار کرتے ہیں، حلم و بردباری، صبر، عفو اور سماحت و کرم کے اخلاق راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہوتی ہے جو صلہ رحمی کرتا ہے، مگر دوسرے اس کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرتے۔ اسی طرح اس گناہ کی بھیانک اور خوف ناک تصویر کشی

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الادب، رقم: ٥٩٧١، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، رقم: ٢٥٤٨.

[2] مسند احمد: ٤/ ١٣٤، سنن ابن ماجه، كتاب الادب، رقم: ٣٦٦١.

[3] صحيح بخاری، كتاب الادب، رقم: ٥٩٩١، سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، رقم: ١٩٠٨.

کی گئی ہے جو سختی برتنے والوں، احسان فراموشی اور ناشکری کرنے والوں اور قطع رحمی کرنے والوں کو ملتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ نہیں کرتے۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں لیکن وہ برائی اور بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں حلم و بردباری سے کام لیتا ہوں لیکن وہ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ، مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ.)) [1]

''اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم ان کو گرم راکھ کھلا رہے ہو (حدیث میں ''مل'' کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں گرم راکھ) اور تمہارے ساتھ ہمیشہ اللہ کی مدد رہے گی۔ وہ ان اذیتوں اور شرور کو دفع کرنے والا ہے، جب تک کہ تم اس صفت پر قائم ہو۔''

سچے اور دین کی تعلیمات کو سمجھنے والے مسلمان کے نزدیک صلہ رحمی کا مفہوم بہت زیادہ عام اور وسیع ہے۔ صلہ رحمی غریب رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے سے ہوتی ہے۔ صلہ رحمی زیارتوں اور ملاقاتوں سے ہوتی ہے جس سے قرابت کے رشتے مضبوط ہوتے ہیں۔ محبت کے تعلقات پائیدار ہوتے ہیں اور باہم رحم و ہمدردی اور اخلاق و مودت میں اضافہ ہوتا ہے۔ صلہ رحمی آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی، بھلائی، تعاون، ایثار اور انصاف کے ذریعے سے ہوتی ہے، صلہ رحمی، اچھی بات، خندہ پیشانی، شگفتہ ملاقات اور محبت، مسکراہٹ سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ صلہ رحمی ان دیگر اعمال سے بھی ہوتی ہے جن سے دلوں میں محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ محبت و الفت، باہمی رحم و ہمدردی اور تعاون کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔

[16]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَى أَبِي الرَّدَّادِ اللَّيْثِيِّ، فَقَالَ: إِنَّ خَيْرَهُمْ وَأَوْصَلَهُمْ أَبُو مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ رَبُّكُمْ جَلَّ وَعَزَّ أَنَا اللَّهُ الَّذِي خَلَقْتُ الرَّحِمَ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.

ترجمة الحديث جناب ابوسلمہ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، اللیثی (رضی اللہ عنہما) کے پاس تیمارداری کرنے کے لیے تشریف لے گئے، تو انہوں نے کہا: ان میں سے بہتر اور زیادہ صلح رحمی

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، رقم: ٢٥٥٨.

کرنے والے ابومحمد (یعنی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ) ہیں۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تمہارے رب عزوجل نے فرمایا ہے: میں اللہ وہ ذات ہوں جس نے صلہ رحمی کو پیدا کیا، تو جس نے اس کو ملایا میں اُسے ملاؤں گا اور جس نے اسے کاٹا میں اُسے کاٹ دوں۔

[17]...... حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، قَالَ : دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ عَلَى أَبِي الرَّدَّادِ اللَّيْثِيِّ ، فَقَالَ : خَيْرُكُمْ وَأَوْصَلُكُمْ أَبُو مُحَمَّدٍ ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ رَبُّكُمْ جَلَّ وَعَزَّ : أَنَا اللَّهُ الَّذِي خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنِ اسْمِي فَأَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحِمُ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ .

تخریج الحدیث مستدرك حاكم : ٤/ ١٥٨ ، مكارم الأخلاق للخرائطى : ١/ ٢٧٤ ، رقم : ٢٦٠ .

ترجمة الحدیث ابوسلمہ رحمہ اللہ نے کہا: عبد الرحمٰن بن عوف، ابوالرداد اللیثی (رضی اللہ عنہما) کے ہاں تیمارداری کے لیے گئے تو انہوں نے کہا: سب سے بہتر اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ابومحمد ہیں۔ (عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے: میں اللہ وہ ذات ہوں جس نے رحم (یعنی صلہ رحمی) کو پیدا کیا اور اس کو اپنے نام سے لفظ نکالا، میں ''رحمٰن'' ہوں، اور یہ ''رحم'' ہے۔ تو جس نے اسے ملایا میں اُسے ملاؤں گا اور جس نے اسے کاٹا میں اُسے کاٹوں گا۔

[18]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ : اشْتَكَى أَبُو الرَّدَّادِ فَعَادَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَقَالَ : خَيْرُهُمْ وَأَوْصَلُهُمْ مَا عَلِمْتُ أَبُو مُحَمَّدٍ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ : قَالَ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ : أَنَا اللَّهُ وَأَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنِ اسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ .

تخریج الحدیث سنن ابوداؤد، كتاب الزكاة، باب فى صلة الرحم، رقم : ١٦٩٤ ، سنن ترمذي، ابواب البر والصلة، باب قطيعة الرحم، رقم : ١٩٠٧ ، مسند احمد : ١/ ١٩٤ ، مسند ابى يعلى، رقم : ٨٤٠ .

ترجمة الحدیث جناب ابوسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ : ابورداد رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے، سیّدنا عبد الرحمٰن بن

عوف رضی اللہ عنہ اُن کی بیمار پرسی کے لیے گئے، تو انہوں نے کہا: سب سے بہتر اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والے میرے علم کے مطابق ابو محمد ہیں، حصرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل نے کہا، میں اللہ ہوں، اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے صلہ رحمی کو پیدا کیا اور اس کے لیے اپنے نام سے لفظ نکالا، تو جس شخص نے اسے ملایا میں اُسے ملاؤں گا اور جس نے اسے کاٹا میں اُسے کاٹوں گا۔

[19]...... حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عُقَيلٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا النَّضرُ بْنُ شَيْبَانَ الْحُدَّانِيُّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : إِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ قِيَامَهُ فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَيَقِينًا كَانَ لَهُ كَفَّارَةٌ لِمَا مَضَى أَوْ لِمَا سَلَفَ أَوْ كَمَا قَالَ .

ترجمة الحديث جناب ابوسلمہ نے اپنے باپ عبدالرحمٰن سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل نے رمضان کے روزے فرض قرار دیے ہیں، اور اس کے قیام کو میں نے سنت قرار دیا ہے، جو شخص ایمان ویقین اور نیکی حاصل کرنے کی خاطر اس (مہینے) کے روزے رکھے گا اور قیام کرے گا تو یہ کام اس کے لیے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا، یا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[20]...... حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شَيْبَانَ الْحُدَّانِيُّ ، قَالَ : قُلْنَا لأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: حَدِّثْنَا أَفْضَلَ شَيْءٍ سَمِعْتَ مِنْ أَبِيكَ فِي رَمَضَانَ ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَفَضَّلَهُ عَلَى الشُّهُورِ بِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ ، قَالَ : إِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ شَهْرٌ افْتَرَضَ اللَّهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَسَنَنْتُ قِيَامَهُ ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنَ الذُّنُوبِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .

تخريج الحديث سنن نسائی، كتاب الصيام، باب ثواب من قام رمضان، رقم: ۲۲۰۸، سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فی قيام شهر رمضان، رقم: ۱۳۲۸، الترغيب والترهيب: ٦٠٢، مسند ابو يعلى: ٨٦٥، مسند عبد بن حميد، رقم: ١٥٨، صحيح ابن خزيمه: ٣/ ٣٣٥، رقم: ٢٢٠١، الأحاديث المختارة للمقدسی: ٣/١٠٦، رقم: ٩٠٨.

ترجمة الحديث نضر بن شیبان الحدانی نے بیان کیا، کہا، ہم نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہا جو کچھ

آپ نے اپنے باپ سے سنا ہے اس میں سے رمضان کے بارے میں سب سے افضل حدیث ہمیں بتائیں، ابوسلمہ نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے رمضان کا ذکر فرمایا تو اسے دوسرے مہینوں پر فضیلت دی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فضیلت دی ہے۔ ارشاد فرمایا: بلاشبہ رمضان کا مہینہ ایسا مہینہ ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض قرار دیے ہیں اور اس کا قیام میں نے سنت قرار دیا ہے تو جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور نیکی حاصل کرنے کی غرض سے اس کے روزے رکھے اور اس کا قیام کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جائے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔

شرح الحدیث ان احادیث میں رمضان المبارک سے متعلقہ احکام و مسائل کا بیان ہے۔

① ...... ماہ رمضان کی فضیلت اور روزہ کی فرضیت کا بیان ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ٢/ ١٨٣)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ویسے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

اور مزید ارشاد فرمایا:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ٞ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ٢/ ١٨٥)

''وہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں قرآن نازل ہوا، جو لوگوں کو راہِ راست دکھاتا ہے اور جس میں ہدایت کے لیے اور حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے کے لیے نشانیاں ہیں، پس جو کوئی اس مہینہ کو پائے روزہ رکھے اور جو کوئی مریض ہو، سفر میں تو اتنے دن گن کر بعد میں روزے رکھ لے، اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے تمہارے لیے تنگی کو اللہ پسند نہیں کرتا اور تاکہ تم روزے کی گنتی پوری کرلو، اور روزے پورے کر لینے کی توفیق و ہدایت پر تکبیر کہو، اور اللہ کا شکر ادا کرو۔''

ان آیات کریمہ میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض کر دیے ہیں جیسے

گزشتہ قوموں پر فرض تھے۔ اس لیے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے بھلائی ہے اور اس لیے کہ آدمی جب اللہ کے لیے کھانے پینے اور مباشرت سے رک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کر دیتا ہے تو اللہ اسے تقویٰ کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

اور ماہ رمضان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا۔

②......اور قیام اللیل کی سنیت اور فضیلت کا بیان ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے۔'' [1]

نماز تراویح کو قیام رمضان، صلوٰۃ فی رمضان، قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل وغیرہ کہا جاتا ہے اور اس کا وقت نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک ہے۔ یہ رات کے کسی بھی حصہ میں پڑھی جا سکتی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''نبی کریم ﷺ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا کرتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے۔'' [2]

رمضان سے متعلقہ مزید احکام:

رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے، اسلامی مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔ شعبان المعظم کی ۲۹ تاریخ کو اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان المعظم کے ۳۰ دن پورے کر لیے جائیں، اگر شعبان کی آخری تاریخ اور رمضان المبارک کی یکم تاریخ میں شک ہو تو روزہ نہ رکھے، بلکہ شعبان کے ۳۰ دن پورے شمار کر کے اس شک کا ازالہ کر لے، کیونکہ اسلامی مہینہ ۳۰ دن سے زائد کا نہیں۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔'' [3]

سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اتنی دیر تک روزہ نہ رکھو جب تک تم چاند نہ دیکھ لو اور اتنی دیر تک روزہ افطار نہ کرو جب تک تم

---

❶ صحیح بخاری، کتاب صلاة التراويح، رقم: ۲۰۰۹.

❷ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، رقم: ۱۲۲، ۱۷۳۶.

❸ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۰۹.
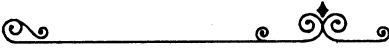
چاند نہ دیکھ لو، اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو چاند کا اندازہ کرو۔‘‘ ❶

سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جب رمضان المبارک کی آمد ہو جائے تو تیس روزے رکھو، سوائے اس کے کہ تم اس سے پہلے چاند دیکھ لو۔‘‘ ❷

سیّدنا عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔‘‘ ❸

سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ .)) ❹

’’اے اللہ! یہ چاند ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ نکال، (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔‘‘

سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان حد فاصل سحری کھانا ہے۔‘‘ ❺

سیّدنا سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت، ثرید اور سحری۔‘‘ ❻

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’سحری کھانا، کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔‘‘ ❼

سحری تاخیر سے کھانا مستحب ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی، جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سحری سے فارغ ہونے

❶ صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٠٦ .

❷ مسند أحمد ٤/ ٣٧٧، طبرانی كبير ١١/ ٤٨٦، رقم: ١٣٤٣٥ .

❸ صحيح بخاری، قبل الحديث، رقم: ١٩٠٦، سنن ابوداؤد، كتاب الصيام، رقم: ٢٣٣٤ .

❹ سنن ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ٣٤٥١، مسند أحمد: ١/ ١٢٦، رقم: ١٣٩٧ .

❺ صحيح مسلم، رقم: ١٠٩٦ . ❻ معجم كبير، طبرانی: ٦/ ٦٣، رقم: ٦٠٠٤ .

❼ صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٢٣، صحيح مسلم، رقم: ١٠٩٥ .

اور فجر کی نماز کی ادائیگی میں اتنا فاصلہ تھا کہ آدمی تقریباً پچاس آیتیں تلاوت کرلیتا ہے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اذان اور سحری میں کتنا فاصلہ تھا؟'' تو انھوں نے کہا: ''تقریباً پچاس آیات کا۔'' [1]

نوٹ:...... یاد رہے سحری کی کوئی مخصوص دعا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) سے قبل کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے اور اگر تر کھجوریں میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھوہاروں) سے روزہ افطار کرتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔'' [2]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزہ دار کی افطاری کے وقت کی ہوئی دعا رد نہیں کی جاتی۔'' [3]

لہٰذا روزہ دار کو روزہ افطار کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں، جو دین و دنیا کی بہتری کے متعلق ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے:

((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ .)) [4]

''پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا، اگر اللہ نے چاہا۔''

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا، اس کا اجر روزے دار کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ روزے دار کے اجر سے کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔'' [5]

❁ اب ذیل میں وہ چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۲۱، صحیح مسلم، رقم: ۱۰۹۷.

[2] مسند احمد: ۳/ ۱۶٤، رقم: ۱۲۷۰۵، سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، رقم: ۲۳۵۶.

[3] سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، رقم: ۱۷۵۲. [4] سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، رقم: ۲۳۵۷.

[5] مسند احمد: ٤/ ۱۱٤، ۱۱۵، رقم: ۱۷۱۵۸، سنن ترمذی، ابواب الصوم، رقم: ۸۰۷.
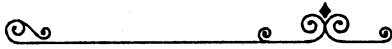
① جان بوجھ کر کھانا پینا۔[1]

② جان بوجھ کر قے کرنا۔[2]

③ حیض ونفاس۔[3]

④ جماع کرنا۔[4]

⑤ جھوٹ اور اعمال بد۔[5]

⑥ لڑائی اور گالی گلوچ کرنا۔[6]

⑦ ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ کرنا۔[7]

اور جو لوگ روزے سے مستثنیٰ ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

① مسافر۔ (البقرة: ٢/ ١٨٤)

② مریض۔ (البقرة: ٢/ ١٨٤)

③ حائضہ اور نفاس والی۔[8]

④ حاملہ اور دودھ پلانے والی۔[9]

⑤ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت۔[10]

* اگر رمضان المبارک میں کسی وجہ سے روزے رہ جائیں تو بعد میں ان کی قضا ضروری ہے۔[11]
* روزوں کی قضا مسلسل یا متفرق دونوں طرح جائز ہے۔[12]
* جو آدمی اس حال میں مرجائے کہ اس کے ذمے روزوں کی قضا تھی تو اس کی طرف سے اس کا وارث یہ روزے رکھے۔[13]

---

[1] صحیح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٨٩٤، ١٩٣٣.
[2] سنن ابوداؤد، كتاب الصيام، رقم: ٢٣٨٠.
[3] صحيح بخاری، كتاب الحيض، رقم ٣٠٤.
[4] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٣٥.
[5] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٠٣.
[6] صحيح ابن خزيمة، رقم: ١٩٩٤.
[7] سنن ترمذی، ابواب الصوم، رقم: ٧٨٨.
[8] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٥١.
[9] سنن ترمذی، ابواب الصوم، رقم: ٧١٥.
[10] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ٤٥٠٥.
[11] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٥٠.
[12] صحيح بخاری، قبل الحديث، رقم: ١٩٥٠.
[13] صحيح بخاری، كتاب الصوم، رقم: ١٩٥٢.

[21]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَصَدَّقُوا فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَ بِهَا ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : يَا رَسُولَ اللَّهِ! لِي أَرْبَعَةُ آلافٍ ، فَأَلْفَيْنِ أُقْرِضُهَا رَبِّي جَلَّ وَعَزَّ وَأَلْفَيْنِ لِعِيَالِي ، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيمَا أَعْطَيْتَ ، وَبَارَكَ لَكَ فِيمَا أَمْسَكْتَ ، قَالَ : وَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي بِتُّ أَجُرُّ الْجَرِيرَ فَأَصَبْتُ صَاعَيْنِ مِنْ تَمْرٍ ، فَصَاعًا أُقْرِضُهُ رَبِّي جَلَّ وَعَزَّ وَصَاعًا لِعِيَالِي ، قَالَ : فَلَمَزَهُ الْمُنَافِقُونَ ، فَقَالُوا : وَاللَّهِ مَا أَعْطَى ابْنُ عَوْفٍ الَّذِي أَعْطَى إِلا رِيَاءً ، وَقَالُوا : أَوَلَمْ يَكُنِ اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ عَلَيْهِ السَّلامِ غَنِيَّيْنِ عَنْ صَاعِ هَذَا ؟ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ ﴾ (التوبة : ۹/ ۷۹).

تخریج الحدیث تفسیر طبری : ۶/ ۱۹۵۔ ۱۹۶ ، تفسیر ابن کثیر : ۲/ ۴۹۳ ، مجمع الزوائد ، باب سورة براءة، ۷/ ۱۰۸ .

ترجمة الحدیث جناب ابوسلمہ نے اپنے باپ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ کیا کرو پس بلاشبہ میں اسے آگے بھیجنا چاہتا ہوں تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول میرے پاس چار ہزار ہیں۔ دو ہزار میں اللہ عزوجل کو قرض دیتا ہوں اور دو ہزار اپنے اہل وعیال کے لیے (چھوڑتا ہوں)، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تو نے دیا ہے اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت ڈالے اور جو تو نے اپنے بال بچوں کے لیے روک رکھا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ برکت ڈالے۔ (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہا: انصار میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک صاع میں اپنے رب عزوجل کو قرض دیتا ہوں اور ایک صاع اپنے اہل وعیال کے لیے رکھتا ہوں۔ پس اس میں منافقوں نے عیب جوئی کی اور مزید کہا: اللہ کی قسم! ابن عوف نے محض ریا کاری کے لیے دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے اس صاع سے بے پرواہ نہیں؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل کیں: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (التوبة : ۹/ ۷۹) ''جو لوگ ان مومنین کی عیب جوئی کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور ان مومنوں کے صدقے کا بھی مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس اپنی محنت کی کمائی کے علاوہ صدقہ کرنے کے لیے اور کچھ نہیں ہوتا، اللہ ان کا مذاق اڑائے، اور ان کے لیے

دردناک عذاب ہے۔''

شرح الحدیث منافق ہر حال میں مسلمانوں میں عیب لگاتے، اگر کوئی زیادہ مال اللہ کی راہ میں دیتا تو کہتے کہ یہ ریاکار ہے، اور اگر کوئی مزدور اپنی مزدوری لاکر صدقہ کے مال میں جمع کر دیتا تو کہتے کہ اللہ کو اتنے تھوڑے مال کی کیا ضرورت تھی۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی ترغیب دلائی تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار صدقہ کیا اور عاصم بن عدی نے ایک سو وسق کھجور صدقہ کیا، تو منافقین نے طنز کیا کہ یہ محض ریاکاری ہے، اور ابوعقیل نے اپنی مزدوری ایک صاع کھجور لاکر صدقہ کے کھجوروں میں ڈال دیا تو منافقین نے ان کی خوب ہنسی اڑائی اور کہا کہ اللہ ابوعقیل کے ایک صاع کھجور کا محتاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کا یہ انجام بتایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کے استہزاء کا انتقام ضرور لے گا، منافقین کو رسوا کرے گا، اور اپنے مومن بندوں کو اونچا کر دکھائے گا اور آخرت میں ان منافقین کو دردناک عذاب ملے گا۔

منافقوں کا مومنوں کی حوصلہ شکنی کا ایک انداز:

منافقوں کی ایک بدخصلت یہ بھی ہے کہ ان کی زبانوں سے کوئی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل۔ یہ عیب جو بدگو لوگ بہت برے ہیں، اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کی راہ میں دے تو یہ اسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں، لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چنانچہ صدقات دینے کی آیت اترتی ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے صدقات لیے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی تو اسے منافقوں نے ریاکار کا خطاب دیا۔ بیچارے ایک صاحب مسکین آدمی تھے۔ صرف ایک صاع اناج لائے تھے انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ [1]

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بقیع میں فرمایا کہ جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دوں گا۔ اس وقت ایک صحابی نے اپنے عمامے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا۔ اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے قد کے تھے، ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جن سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی۔ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! یہ اللہ کے نام پر خیرات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا۔ اس نے کہا: لیجیے سنبھال لیجیے۔ اس پر کسی نے کہا اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے۔ آپ نے سن لیا اور فرمایا تو جھوٹا ہے

[1] صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، رقم: ١٤١٦، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ١٠١٨.

یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے۔ افسوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس، تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر فرمایا: مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کر اور ہاتھ بھر بھر کر آپ نے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا۔ یعنی فی سبیل اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا، انہوں نے فلاح پالی جو کم مال والے اور زیادہ عبادت والے ہوں۔ [1]

بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات میں دی تھی جو ایک سو وسق پر مشتمل تھی۔ منافقوں نے اسے ریاکاری پر محمول کیا تھا۔ اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابو عقیل تھے۔ یہ قبیلہ بنو انیف کے شخص تھے۔ ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی اور ہجو کی تھی اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لیے جمع کیا تھا۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دیے تھے اور دو ہزار رکھے تھے۔ دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صاع دے دیں۔ یہ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ تھے۔ رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے۔ ان کا نام حباب تھا اور قول ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبد اللہ بن ثعلبہ تھا۔ پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں اللہ نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا۔ ان منافقوں کے لیے آخرت میں المناک عذاب ہیں اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برا بدلہ ہے۔ [2]

[22]...... أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، قَالَ : خَرَجَ عُمَرُ إِلَى الشَّامِ ، وَخَرَجَ مَعَهُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَكَانَ عَامِلا عَلَى الشَّامِ ، فَقَالَ : ارْجِعْ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِي مِثْلَ حَرِيقِ النَّارِ ، فَقَالَ : مَا أَنَا بِرَاجِعٍ ، إِنَّهَا حَالٌ قَدْ كَتَبَهَا اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ لا نَتَقَدَّمُ عَنْهَا وَلا نَتَأَخَّرُ ، فَقَالَ : لَتَرْجِعَنَّ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ لأَشُقَّنَّ قَمِيصِي فَقَالَ : مَا أَنَا بِفَاعِلٍ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلا تَقْدِمُوا عَلَيْهِ ، قَالَ عُمَرُ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ، سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نَعَمْ ، فَرَجَعَ عُمَرُ وَرَجَعَ النَّاسُ مَعَهُ .

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٣٤.

[2] تفسير ابن كثير، ٢/ ٥٩٠، ٥٩١، طبع مكتبه قدوسيه.

تخریج الحدیث مسند أبو يعلى : ۲/ ۱۵۸ـ ۱۵۹ .

ترجمة الحدیث ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی نکلے، تو وہاں ابوعبید اللہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور وہ اس وقت شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ واپس چلے جائیں، میرے پیچھے جہنم کی چنگھاڑ اور جلا دینے والی تپش ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں واپس نہیں لوٹنے والا، یہ ایسی حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ ہم نہ اس سے آگے جاسکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ضرور واپس لے جائیں وگرنہ میں اپنی قمیض پھاڑ دوں گا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کرنے والا تو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب تم کسی زمین میں اس بیماری کے پھیل جانے کا سن لو تو اس کی طرف مت جاؤ۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابومحمد! کیا تو نے یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سن کر واپس لوٹ آئے اور ان کے ساتھ لوگ بھی واپس لوٹ آئے۔

شرح الحدیث دیکھئے فوائد حدیث نمبر ا۔

حديث إبراهيم بن عبد الرحمن ، عن ابيه

جناب ابراہیم کی اپنے باپ عبد الرحمٰن سے حدیث

[23]...... حَدَّثَنَا محمد بن كثير قال: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَان بن كثير ، عن الزهري ، عن إبراهيم بـن عبـد الـرحـمن بن عوف قَالَ: أُغْمِيَ على عبد الرحمن بن عوف ، فَصَرَخُوا عَلَيْهِ ، فَـلَـمَّـا اَفَـاقَ قَالَ: أُغْمِيَ عَلَيَّ؟ قَالُوا: نَعَمْ ، قَالَ: إِنَّهُ أَتَانِي رَجُلَان أَوْ مَلَكَان فِيْهِمَا فَظَاظَةٌ وَغِـلْـظَة ، فَـانـطـلـقـا بِي فَلَقِيَهُمَا رَجُلَان أَوْ مَلَكَان هُمَا أراف مِنْهُمَا وَأَرْحَمُ فَقَالَا: أَيْنَ تُـرِيْـدَان؟ قَـالَا نُـرِيْـدُ الْعَزِيْزَ الْأَمِيْنَ أَوِ الْأَمِيْرَ -شَكَّ الْقَاضِي- قَالَا: خَلِّيَا عَنْهُ ، فَإِنَّهُ مِمَّنْ كُتِبَتْ لَهُ السَّعَادة وَهو فِي بَطْنِ أُمِّهِ .

تخریج الحدیث مستدرك حاكم : ۳/ ۳۰۷ ، معرفة الصحابة : ۱/ ۴۸۳ ، ۴۸۱ـ ذہبی نے کہا کہ یہ بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔

ترجمة الحدیث جناب ابراہیم نے اپنے باپ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی۔ کہا: عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہوگئی تو لوگ ان پر چیخنے لگے، جب انہیں افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا مجھ پر

غشی طاری ہوگئی تھی؟ تو لوگوں نے کہا جی ہاں، انہوں نے فرمایا: میرے پاس دو سخت دل اور بدمزاج آدمی یا دو فرشتے آئے، وہ مجھے لے کر جا رہے تھے تو انہیں دو اور آدمی یا فرشتے ملے جو نرم اور رحم دل تھے، انہوں نے کہا کہ اسے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: عزیز الامین یا امیر کے پاس قاضی کو شک پڑا ہے (کہ عزیز الامین کے الفاظ ہیں امیر کا لفظ بولا ہے) انہوں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ اُن لوگوں میں سے ہے جن کے لیے شکم مادر سے ہی سعادت لکھ دی گئی۔

شرح الحدیث اس حدیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

① ...... "فَصَرَخُوْا عَلَيْهِ" حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہوئی تو آپ کے رشتہ داروں نے گمان کیا کہ شاید آپ فوت ہوگئے ہیں، لہٰذا وہ رونے لگے یاد رہے کہ یہ محض رونا تھا نہ کہ نوحہ۔ اور میّت پر رونے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ نوحہ ممنوع ہے۔ یا اگر مرنے والا رونے کی وصیت کر جائے تو بھی میت پر رونا حرام ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی (حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازہ میں حاضر تھے۔ (وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جن کا ۵ ھ میں انتقال ہوا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ [1]

مریض کے مرض کی شدت دیکھ کر بھی رونے میں ممانعت نہیں اور ممکن ہے کہ آپ کے گھر والے شدت مرض سے روئے ہوں گے۔ چنانچہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے: "بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ" ''مریض کے پاس رونا کیسا ہے؟'' اور اس کے تحت حدیث لائے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آگئے تو تیمار داروں کے ہجوم میں انہیں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا وفات ہوگئی؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے پر بھی عذاب نہیں کرے گا اور نہ دل کے غم پر۔ ہاں اس کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر اس زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۸۵.

مارتے، پھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی جھونک دیتے۔ [1]

② ...... "فَإِنَّهُ مِمَّنْ كُتِبَتْ لَهُ السَّعَادَةُ وَهُوَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ" شکم مادر میں سعادت کا لکھا جانا، درحقیقت اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے سچے اور مصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں ہر شخص کی تخلیق اس کی والدہ کے رحم میں چالیس دن ایک نطفہ کی صورت میں ہوتی ہے، پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو چار باتوں کے ساتھ بھیجتا ہے، وہ لکھتا ہے: "عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ" "اس کا کردار، اس کی موت، اس کا رزق، اس کا بد یا نیک ہونا پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔" [2]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوزخ اور جنت کی جو تقدیر شکم مادر میں لکھ دی جاتی ہے علم الٰہی میں وہ بھی کسی ضابطہ کے تحت ہوتی ہے اور اس کا ضابطہ اسی کو معلوم ہے، کہیں اس کا مدار ظاہری عمل پر ہوتا ہے اور کہیں صرف اس استعداد پر ہوتا ہے جو اچھے برے عمل کا اصلی سبب ہوتی ہے۔

تقدیر کے اس پہلو کو قدرت نے صیغہ راز میں رکھا ہے اور جس طرح قیامت کے وقت کا اخفاء کیا گیا (کیونکہ نظام عالم اسی میں مضمر ہے) اسی طرح محشر سے قبل جنتی اور دوزخی ہونے کا آخری فیصلہ بھی مستور رکھا گیا ہے، ہاں اجمالی طور پر اتنا پتہ دے دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جنتی ہے اور کفار و مشرکین کی دوزخی، تقدیر کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ سوال بالکل بے معنی رہ جاتا ہے کہ جب بچے نے کوئی برا عمل ہی نہیں کیا تو پھر اس کے لیے دوزخ کیوں ہے؟ اوّل تو یہ اعتراض اسی وقت درست ہوسکتا ہے جبکہ جزاء وسزا کا ضابطہ صرف ایک عمل ہی ہو، پھر یہ تو بتایئے کہ جس نے عمل کر لیے ہیں اسی کے لیے دوزخ کیوں ہو کیونکہ دوزخ کے عمل کرا کے دوزخ میں ڈالنا بھی قابل اعتراض ہونا چاہیے، اگر یہ کہا جائے کہ عمل اس بات کی شہادت ہوتا ہے کہ اسی میں استعداد ناقص تھی، تو پھر مدار استعداد پر ہوا اور بچوں میں بھی قدرت نے مختلف نوع کی استعدادیں رکھی ہیں، بری استعداد کا بچہ اسی طرح قابل رحم نہیں ہوتا جیسے سانپ اور بچھو کا بچہ، یہاں کوئی رحم کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان کے ڈسے بغیر بھی ان کو مار ڈالنا دنیا کے حق میں بڑی رحم دلی ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کا حال اس حد تک تباہ دیکھا تو آخر یہ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو ہی گئے اور اس کا یہی عذر بیان فرمایا:

[1] صحيح بخاري، كتاب الجنائز، رقم: ١٣٠٤.

[2] صحيح بخاري، كتاب القدر، رقم: ٦٥٩٤.

﴿ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَ لَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴾ (نوح : ۷۱/ ۲۷) یعنی اب یہ تخم ہی خراب ہو چکا ہے، اگر یہی باقی رہا تو اس سے جو پیداوار ہوگی وہ ایسی ہی بد بخت قوم ہوگی، پس جس کو دوزخ میں ڈالنا منظور ہوگا اور اس کی استعداد بھی اسی کے مناسب ہوگی اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ کافر ومشرک کے یہاں پیدا ہوگا، یہ بھی صرف ایک علامت کے طور پر ہے، پوری بات یہاں بھی ہم کو بتانا منظور نہیں، کیونکہ یہ بھی تقدیر کا ایک شعبہ ہے اور اس کو بھی محشر سے پہلے کھول دینا پسندیدہ نہیں ہے۔ [1]

[24]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، قَالَ : بَيْنَمَا أَنَا وَاقِفٌ ، فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ ، نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي ، فَإِذَا أَنَا بَيْنَ غُلامَيْنِ مِنَ الأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا ، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَضْلَعَ مِنْهُمَا ، فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا ، فَقَالَ : يَا عَمَّاهُ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ ؟ ، قُلْتُ : نَعَمْ وَمَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي ؟ ، قَالَ : أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الأَعْجَزُ مِنَّا ، فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ فَغَمَزَنِي الآخَرُ ، وَقَالَ لِي : مِثْلَهَا ، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُمَا : أَلا إِنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي تَسْأَلانِ عَنْهُ ، فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلاهُ ، ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَاهُ ، فَقَالَ : أَيُّكُمَا قَتَلَهُ ؟ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا : أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ : هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا ؟ ، قَالا : لا ، قَالَ : فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ ، فَقَالَ : كِلاكُمَا قَتَلَهُ فَقَضَى بِسَلَبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ ، وَكَانَا مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَمُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ .

تخريج الحديث صحيح بخارى، كتاب الخمس، باب من لم يخمس الاسلاب، رقم: ۳۱٤۱، صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب استحقاق القاتل سلب القتيل، رقم: ۱۷۵۲، مسند احمد: ۱/ ۱۹۲، صحيح ابن حبان، رقم: ٤٨٤٠، مستدرك حاكم: ۳/ ٤٨٠، مسند ابى يعلى، رقم: ٨٦٦.

ترجمة الحديث جناب ابراہیم نے اپنے باپ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا: میں جنگ بدر کے دن صف میں کھڑا تھا، میں نے اپنے دائیں بائیں نظر دوڑائی تو دو نو عمر انصاری لڑکے کھڑے

[1] ترجمان السنة : ۳/ ۷٦.

تھے، حالانکہ میری خواہش تھی کہ میں کڑیل جوانوں کے درمیان ہوں گا (انہیں دیکھ کر میں مطمئن نہ ہوا) اچانک ان دونوں میں سے ایک نے مجھے کہنی کی ضرب لگائی اور کہا: چچا جان! آپ ابوجہل کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، لیکن بھتیجے! تو اسے دیکھ کر کیا کرے گا؟ اس نے کہا مجھے پتا چلا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میرا جسم اس کے وجود سے جدا نہیں ہوگا حتیٰ کہ ہم میں سے ایک مرجائے۔ اس کی بات کو سن کر متعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے بھی مجھے متوجہ کیا اور اسی طرح کہا: اُسی لمحے اچانک میں نے ابوجہل کو دیکھا۔ وہ اپنے لشکروں میں بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔ میں نے ان دونوں سے کہا: یہ ہے وہ آپ کا شکار جس کے بارے میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر ہوا ہوگئے، جاتے ہی اس کا تیا پانچہ کردیا۔ پھر بھاگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (اس کے قتل) کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ہر ایک نے کہا: میں نے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنی تلواریں صاف کرلی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں تو فرمایا: تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ لیکن پھر آپ ﷺ نے ابوجہل کا سازوسامان عمرو بن جموح کے بیٹے معاذ کو دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح تھے۔

شرح الحدیث ①...... ابن اسحاق نے یہ واقعہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کی زبانی یوں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''ابوجہل اپنے ساتھیوں کے جھرمٹ میں تھا۔ میں نے لوگوں کو کہتے سنا کہ ابوجہل تک کسی صورت پہنچا نہیں جاسکتا۔ میں نے یہ بات سنی تو میں نے اسے قتل کرنے کا تہیہ کرلیا۔ میں تاک لگا کر اس کی طرف گیا۔ جونہی موقع ملا میں نے اس پر تابڑتوڑ حملہ کردیا۔ میں نے اسے ایسی ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے اڑا دیا۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار ماری اور میرا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ صرف تھوڑی سی کھال رہ گئی۔ بازو لٹکنے لگا۔ میں نے پروا نہیں کی اسی طرح لڑتا رہا۔ دن گزر گیا۔ میرا بازو اُسی طرح لٹکتا رہا۔ جب تکلیف کا احساس ہوا تو میں نے اپنے اس بازو پر پاؤں رکھ کر انگڑائی لی اور اسے کاٹ پھینکا۔ میرے ضرب لگانے کے بعد وہاں معوذ بن عفراء بھی پہنچ گیا۔ ابوجہل زخمی پڑا تھا۔ اس نے بھی اسے تلوار ماری حتیٰ کہ وہ حرکت کے قابل نہ رہا، تاہم اس کا سانس چل رہا تھا۔ اس کے بعد معوذ بے جگری سے لڑتا رہا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔''[1]

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جنگ ختم ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل کا کیا بنا؟'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھاگے گئے۔ دیکھا تو وہ عفراء کے بیٹوں کی ضربوں سے نڈھال ہوکر آخری

[1] السيرة النبوية لابن هشام : ۲/ ۳۳۳ .

ہچکیاں لے رہا تھا۔ وہ کہنے لگے: ''ارے! تو ابوجہل ہے؟'' ساتھ ہی اس کی ڈاڑھی کو پکڑلیا۔ وہ کہنے لگا: ''کیا اس سے بڑا بھی کوئی ہے جسے تم نے قتل کیا ہے؟!'' ❶

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود حضرت ابن مسعود کے ساتھ گئے تا کہ ابوجہل کی لاش دیکھیں، پھر فرمایا: ''یہ اس امت کا فرعون تھا۔'' ❷

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے تو ابوجہل چلایا: ''او بکریوں کے ذلیل چرواہے! تو بڑی دشوار گزار جگہ پر چڑھا ہے۔'' ❸

②...... غور فرمائیں اللہ کی قدرت پر کہ ابوجہل بہت بڑا منکر تھا، اللہ ذوالجلال نے متکبر کو کم عمر نوجوانوں سے مروا کر ذلیل و رسوا کر دیا۔

③...... اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو قتل کرے اسی کو مقتول کا سامان دینا چاہیے۔ ابوجہل کو قتل تو دونوں نے کیا تھا لیکن سامان سیّدنا معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابوجہل کو مارنے میں تو دونوں برابر کے شریک ہے لیکن ممکن ہے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پہلے حملہ کیا ہو جس سے وہ پہلے زخمی ہوا اور اس زخم کی وجہ سے گر کر مرا ہو۔ اس لیے آپ ﷺ نے ساز و سامان سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

[25]...... حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ بَهْلُوْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ: يَا عَبْدَ الْإِلَهِ، مَنِ الرَّجُلُ مِنْكُمُ الْمُعَلَّمِ بِرِيْشَةٍ فِي صَدْرِهِ، قَالَ: قُلْتُ: ذَاكَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: ذَاكَ الَّذِي فَعَلَ بِنَا الْأَفَاعِيْلَ.

تخریج الحدیث مستدرك حاكم: ۲/ ۱۲۸، مجمع الزوائد: ٦/ ٨٤، سنن الكبرىٰ للبيهقى: ۳/ ۲۷٦۔ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔

ترجمة الحدیث سعد نے اپنے باپ ابراہیم سے روایت کیا، انہوں نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہا: امیہ بن خلف نے کہا: اے عبد الالہ! تم میں سے کون ہے؟ جس کے سینے پر شتر مرغ کے پر کا

---

❶ صحيح بخارى، كتاب المغازى، رقم: ۳۹٦۲، ۳۹٦۳.

❷ مسند احمد: ٥/ ۳۱٦، رقم: ۳۸۲٤.

❸ السيرة النبوية لابن هشام: ۲/ ۱۳٥.
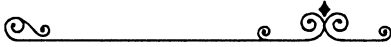
نشان ہے؟ میں نے کہا: حمزہ بن عبدالمطلب، اس نے کہا: یہ تو وہ شخص ہے جس نے ہمارا یہ برا حال کیا ہے۔

شرح الحدیث جنگ بدر میں لڑتے ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بہادری کے بڑے جوہر دکھائے۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے اسود بن عبدالاسد مخزومی دشمن کے لشکر سے نکلا اور کہنے لگا: ''میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ضرور ان (مسلمانوں) کے حوض سے پانی پیوں گا یا اسے توڑ دوں گا یا پھر وہاں تک پہنچتے پہنچتے مرجاؤں گا۔'' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور ایسی تلوار ماری کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے اڑ گیا۔ وہ اپنے خون میں لت پت گھسٹتا ہوا حوض کی طرف چلا تا کہ اپنی قسم پوری کر سکے۔ حضرت حمزہ اس کے پیچھے پیچھے لپکے اور تلوار ماری جس سے وہ ہلاک ہوکر حوض میں جا گرا۔ [1]

اس کے بعد قریش کے تین شہسوار نکلے اور اپنا اپنا مقابل طلب کرنے لگے۔ یہ تینوں عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ تھے۔ ان کے مقابل تین انصاری جوان نکلے۔ عوف بن حارث، معوذ بن حارث، یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے اور عبداللہ بن رواحہ لیکن قریشی شہسواروں نے اپنے رشتہ دار مہاجرین کے علاوہ کسی اور کے ساتھ مقابلہ کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ بن حارث، حمزہ اور علی رضی اللہ عنہم کو ان کے مقابل جانے کا حکم فرمایا۔ حضرت حمزہ عتبہ کے، حضرت علی شیبہ کے اور حضرت عبیدہ ولید کے مقابل جا پہنچے۔ علی اور حمزہ نے تو اپنے حریفوں کو آنِ واحد میں قتل کردیا مگر عبیدہ اور ولید دونوں زخمی ہوگئے۔ ان دونوں نے عبیدہ کی مدد کرتے ہوئے ولید کو جہنم رسید کیا اور حضرت عبیدہ کو زخمی حالت میں اٹھا کر لے آئے۔ [2] ان چھ افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴾ (الحج: ۲۲/ ۱۹)

''یہ دو (جھگڑنے والے) گروہ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے، چنانچہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''مجھے کنکریوں کی ایک مٹھی پکڑاؤ۔'' انھوں نے پکڑائی تو آپ نے دشمن کے لشکر کی طرف اچھال دی۔ اُن میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ کنکریاں نہ

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: ۲/ ۳۱۸.

[2] سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، رقم: ۲۶۶۵.

پڑی ہوں۔ یہ آیت کریمہ اسی بارے میں نازل ہوئی:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ﴾ (الانفال: ۸/ ۱۷)

''(اے نبی!) جب آپ نے (مٹھی بھر خاک ان کی طرف) پھینکی تو درحقیقت وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔''

امیہ بن خلف کا اسی طرف اشارہ تھا جو بات اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہی۔

[26]...... حدثنا محمد بن جعفر الوركاني، قال: حدثنا إبراهيم -يعني ابن سعد- عن أبيه، عن جده قال: أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ بِطَعَامٍ فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْر -وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي- فَلَمْ نَجِدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ [فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةٌ] أَوْ رَجُلٌ آخَرُ -شَكَّ فِي حَمْزَةَ- [أَوْ رَجُلٌ آخَرُ] وكان خَيْرًا مِنِّيْ فَلَمْ نَجِدْ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ، لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

تخريج الحديث صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الكفن من جميع المال، رقم: ۱۲۷٤، صحيح ابن حبان، رقم: ۷۰۱۸.

ترجمة الحديث ابراہیم ابن سعد نے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے۔ انہوں نے کہا کہ: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دن کھانا رکھا گیا، انہوں نے کہا: مصعب بن عمیر شہید ہوئے۔ وہ مجھ سے بہتر تھے اور ہمارے پاس ایک چادر کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی جس سے انہیں کفن دیا جاتا۔ اور حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے تو کفن کے لیے ایک چادر کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ (راوی کو) شک لاحق ہوا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا یا کسی اور آدمی کے بارے میں کہا کہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ہمارے پاس کفن کے لیے ایک چادر کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی۔ فرمایا: میں (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتا ہوں کہیں ہمیں پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ہی نہ دے دی جائیں (اور آخرت میں ہمارے لیے کچھ بھی نہ ہو) پھر وہ رونے لگے۔

شرح الحديث ①...... جنگ احد میں مسلمانوں کا شِعار (حرف رمز/ Code Word) اَمِتْ، اَمِتْ (موت کے گھاٹ اتار دو) تھا۔ ❶ مسلمان اس شعار کے مفہوم کے مطابق موت سے بے خوف ہو کر لڑے۔

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۹٦، مسند أحمد: ٤/ ٤٦، سنن الدارمي: ۲/ ۲۱۹، مستدرك حاكم: ۲/ ۱۰۷، ۱۰۸، السيرة النبوية لابن هشام: ۳/ ۹۹.

تاریخ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بے خوفی اور شجاعت کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔ انہوں نے سباع بن عبز العزی سے دو بدو مقابلہ کیا[1] اور اسے عثمان بن ابی طلحہ، ابوشیبہ جو اس دن مشرکین کے علمبرداروں میں سے تھا اور دیگر مشرکین کے ساتھ واصل جہنم کیا۔[2]

جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی سے کہہ رکھا تھا کہ اگر تو میرے چچا طعیمہ بن عدی (جسے جنگ بدر میں حضرت حمزہ نے قتل کیا تھا) کے بدلے حمزہ کو قتل کردے تو تو آزاد ہے۔ وحشی صرف اسی مقصد کے لیے احد میں آیا تھا۔ وہ ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ جونہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قریب سے گزرے اس نے اچانک ایک برچھا دور ہی سے تاک کران کی طرف پھینکا۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدن کے آر پار ہوگیا۔ یوں وحشی نے انہیں دھوکے سے قتل کردیا۔[3]

واقدی کی روایت ہے کہ جب وحشی کو حضرت حمزہ کی موت کا یقین ہوگیا تو وہ چھپ چھپا کران کی لاش کے پاس گیا اور ان کا جگر نکال لیا تاکہ وہ ہند سے اس کی قیمت وصول کرسکے۔ اسے علم تھا کہ ہند کو بدر کی جنگ میں اپنے باپ، چچا اور بھائی کے قتل کا سخت صدمہ ہے۔ وہ جگر لے کر ہند کے پاس گیا اور کہا کہ یہ حمزہ کا جگر ہے۔ ہند نے یہ جگر چبایا، پھر اگل دیا۔ اس نے اپنے قیمتی کپڑے اور زیورات اتار کر وحشی کو انعام میں دے دیے اور وعدہ کیا کہ مکہ جا کر وہ اسے بہت سے دینار دے گی، پھر وحشی نے اسے حضرت حمزہ کی لاش دکھائی تو اس نے ان کا مثلہ کیا۔[4]

حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ بے جگری سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا۔[5] مسلمان خوب ڈٹ کر لڑے۔ مشرکین کو بڑھ چڑھ کر قتل کیا اور ان کے تمام علمبردار ہلاک کرڈالے۔ مشرکین نے اپنے جھنڈے کو یونہی پڑا رہنے دیا، پھر ان میں سے کوئی اس کے قریب نہیں آتا تھا۔[6]

اس مرحلے میں تو مسلمان ہی فتح یاب ہوئے۔ اسی کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

---

[1] صحيح بخاري، كتاب المغازي، رقم: ٤٠٧٢.

[2] المغازي للواقدي: ١/ ٣٠٧.

[3] السيرة النبوية لابن هشام: ٣/ ١٠٢-١٠٥، الفتح الرباني: ٢١/ ٥٩، ٦٠.

[4] المغازي للواقدي: ١/ ٢٨٩.

[5] تاريخ خليفة بن خياط، ص: ٦٧.

[6] السيرة النبوية لابن هشام: ٣/ ١١٢.

﴿ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ ﴾ (آل عمران : ۳/ ۱۵۲)

''اور یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا تھا جب تم (احد میں) ان (مشرکین) کو اس کے اذن سے (گاجر مولی کی طرح) کاٹ رہے تھے۔''

② ...... رئیس المحدثین امام بخاری نے اپنی صحیح کتاب الجنائز میں اس حدیث پر دو باب قائم کیے ہیں، پہلا باب ہے "بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ" ''کفن کی تیاری میت کے سارے مال میں سے کرنا چاہیے۔'' امام صاحب نے یہاں ثابت کیا کہ حضرت مصعب اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کا کل مال اتنا ہی تھا۔ بس ایک چادر کفن کے لیے تو ایسے موقع پر سارا مال خرچ کرنا چاہیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ میت قرض دار ہو تو صرف اتنا کفن دیا جائے کہ ستر پوشی ہو جائے یا سارا بدن ڈھانکا جائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ سارا بدن ڈھانکا جائے، ایسا کفن دینا چاہیے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قریش کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے ہی ان کو مدینہ شریف بطور معلم القرآن و مبلغ اسلام بھیج دیا تھا۔ ہجرت سے پہلے ہی انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم فرمایا جبکہ مدینہ خود ایک گاؤں تھا۔ اسلام سے قبل یہ قریش کے حسین نوجوانوں میں عیش و آرام میں زیب و زینت میں شہرت رکھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد یہ کامل درویش بن گئے۔ قرآن پاک کی آیت ﴿ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ ﴾ (الاحزاب : ۳۳/ ۲۳) ان ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ جنگ احد میں یہ شہید ہوئے۔

اور دوسرا باب قائم کیا "بَابُ إِذَا لَمْ يُوْجَدْ اِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ" ''باب میت کے پاس ایک ہی کپڑا نکلے'' اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاں صرف ایک چادر ہی ان کا کل متاع تھی، وہ بھی تنگ، وہی ان کے کفن میں دے دی گئی اور دوسری روایات کے مطابق ان کے پیروں میں اذخر نامی گھاس سے ڈھانک دیا گیا۔

③ ...... حالانکہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے۔ دن بھر کے بھوکے تھے پھر بھی ان تصورات میں کھانا ترک کر دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اس قدر مال دار تھے کہ رئیس التجار کا لقب ان کو حاصل تھا۔ انتقال کے وقت دولت کے انبار ورثاء کو ملے۔ ان حالات میں بھی مسلمانوں کی ہر ممکن خدمات کے لیے ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے کئی سو اونٹ مع غلہ کے ملک شام سے آئے تھے۔ وہ سارا غلہ مدینہ والوں کے لیے تقسیم کر دیا۔ (رضی اللہ عنه وارضاہ)

حديث حميد بن عبد الرحمن بن عوف ، عن أبيه

حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف کی ان کے باپ سے روایت کردہ حدیث

[27]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالْقَانِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ : خَرَجَ عُمَرُ وَبِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ الشَّامَ ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أَبُو عُبَيْدَةَ وَأَهْلُ الشَّامِ ، فَقِيلَ لَهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الأَرْضَ وَبِيَّةٌ ، وَإِنَّ مَعَكَ أَهْلَ السَّابِقَةِ وَأَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمَتَى يُصَابُوا لا يَكُنْ فِي النَّاسِ مِثْلُهُمْ ، فَقَالَ لَهُ : أَبُو عُبَيْدَةَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمِنَ الْمَوْتِ تَفِرُّ ، إِنَّمَا نَحْنُ بِقَدَرٍ وَلَنْ يُصِيبَنَا إِلا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ، فَقَالَ : ادْعُوا إِلَيَّ الْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ ، فَدُعُوا فَقَالَ : أَشِيرُوا عَلَيَّ ، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَعَكَ أَهْلُ السَّابِقَةِ ، وَأَهْلُ الْعِلْمِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَتَى يُصَابُوا لا يَكُنْ فِي النَّاسِ مِثْلُهُمْ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ أُخْرَى : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمِنَ الْمَوْتِ تَفِرُّ ، إِنَّمَا نَحْنُ بِقَدَرٍ ، وَلَنْ يُصِيبَنَا إِلا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ، فَكَانَ أَشَدُّ مَنْ خَالَفَ عَلَيْهِ أَبُو عُبَيْدَةَ فَقَالَ : ادْعُوا إِلَيَّ الأَنْصَارَ ، فَدُعُوا فَقَالَ : أَشِيرُوا عَلَيَّ فَقَالُوا : بِقَوْلِ إِخْوَانِهِمُ الْمُهَاجِرِينَ ، وَاخْتَلَفُوا فَقَالَ : ادْعُوا لِيْ مُهَاجِرَةَ الْفَتْحِ ، ادْعُوا لِي كُبَرَاءَ قُرَيْشٍ ، ادْعُوا إِلَيَّ الْمَشْيَخَةَ ، قَالَ : فَدُعُوا فَقَالَ : أَشِيرُوا عَلَيَّ قَالَ : فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمُ اثْنَانِ ، قَالُوا : أَدْرَكْنَا آبَاءَنَا ، يَقُولُونَ : هَذَا الْوَجَعُ ، قَالَ عُمَرُ : يُصْبِحُ النَّاسُ عَلَى ظَهْرٍ ، وَلا يَدْرُونَ أَيْنَ نَتَوَجَّهُ ، قَالَ : فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَقَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا حَدِيثًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلا تَدْخُلُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ فَلا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ ، قَالَ : فَرَجَعَ عُمَرُ بِالنَّاسِ .

تخريج الحديث مسند احمد : ١/ ١٩٤ ، قال شعيب الارناووط: إسناده صحيح .

ترجمة الحديث حمید نے اپنے والد عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے، جب مقام سرغ پر پہنچے تو انہیں ابوعبیدہ اور اہل شام ملے اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہا، اے امیر المومنین! (شام کی) سرزمین میں بیماری پھیل چکی ہے اور آپ کے

ساتھ اہل السابقہ (ہجرت میں سبقت لینے والے) اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور اگر یہ بیماری میں (ختم) ہو گئے تو ان جیسا لوگوں میں اور نہ ملے گا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ موت سے بھاگیں گے، ہمارا اعتماد و تقدیر یہ ہے کہ ہمیں وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس پہلے مہاجرین کو بلاؤ پس لوگوں نے انہیں بلا بھیجا، آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے مشورہ دو، چنانچہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے ساتھ اہل السابقہ (ہجرت میں سبقت لینے والے) اہل علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ اور اگر یہ بیماری میں مبتلا ہو گئے تو لوگوں میں ان جیسے ایماندار اور کوئی نہیں ہیں، دوسری جماعت نے کہا، اے امیر المومنین! کیا آپ موت سے بھاگیں گے، ہم تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر بھروسا کرتے ہیں۔ ہمیں وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دی ہے۔ سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس انصار کو بلاؤ، چنانچہ انہیں بلایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ مجھے مشورہ دو چنانچہ انہوں نے بھی اپنے مہاجر بھائیوں کی طرح ہی بات کہی اور اختلاف کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس فتح مکہ کے مہاجروں کو بلاؤ، قریش کے بڑے لوگ اور بوڑھے آدمی بلاؤ (راوی نے) کہا: انہیں بلایا گیا تو آپ نے کہا: مجھے مشورہ دو (راوی نے) کہا: ان میں سے دو افراد نے اختلاف نہ کیا، انہوں نے کہا: ہمارے آباء کہتے تھے کہ انہیں بھی یہ تکلیف لاحق ہوئی تھی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگ خشکی کے راستے جائیں گے اور انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ کہاں وہ متوجہ ہو رہے ہیں۔ (راوی نے) کہا: عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا: اے امیر المومنین! اس بارے میں میرے پاس ایک حدیث ہے: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیماری کسی زمین میں سن لو تو اس میں مت داخل ہوں اور جب یہ بیماری کسی زمین میں پھیل جائے تو اس سے فرار اختیار نہ کرو۔ (راوی نے) کہا: تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر واپس لوٹ گئے۔

حديث الحسن بن عبد الرحمن ، عن أبيه

حسن بن عبد الرحمٰن کی اپنے باپ سے بیان کردہ حدیث

[28]...... حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْيَشْكُرِيِّ ، قَالَ : سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ثَلاثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، الْقُرْآنُ يُحَاجُ الْعِبَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ ، وَالرَّحِمُ تُنَادِي أَلا مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ

وَالأَمَانَةُ.

تخریج الحدیث قیام اللیل للمروزی، ص: ۷۵، کتاب العلو للذهبي، ص: ۵۱، سلسلة الضعیفه، رقم: ۱۳۳۷، ضعیف الجامع الصغیر، رقم: ۲۵۷۷، الضعفاء للعقیلی: ٤/ ٥.

ترجمة الحدیث حسن نے اپنے والد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی، وہ اس روایت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ (۱)....قرآن قیامت کے دن بندوں کی خاطر جھگڑا کرے گا، اس کا پیٹ بھی ہوگا اور پشت بھی۔ (۲)....اور صلہ رحمی آواز لگائے گی۔ خبردار! جس نے مجھے ملایا اسے اللہ تعالیٰ ملائے گا اور جس نے مجھے کاٹا اللہ تعالیٰ اسے کاٹے گا۔ (۳)....اور امانت۔

شرح الحدیث اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

① "یـرْفَـعُـهُ"...... "اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں" یہ حدیث مرفوع ہے اور "مرفوع" اس قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہو۔ خواہ اس کی نسبت آپ کی طرف صحابی نے کی ہو یا تابعی نے یا کسی اور نے اور خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ ہو:

"هـو هو ما أضيف إلى النبی ﷺ خـاصة، من قول أو فعل أو تقرير سواء كان متصلا أو منقطعًا." [1]

② "تَحْتَ الْعَرْشِ"...... عرش کا اثبات اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾

(الاعراف: ۷/ ٥٤)

"بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا پھر عرش پر مستوی ہوا۔"

③ تعلق بالقرآن:

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور دنیا و آخرت دونوں میں اس کی رحمت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قرآن ہے۔

((عَـنْ أَبِـیْ شُـرَیْـحِ الْـخُـزَاعِیِّ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَـقَالَ: أَلَیْسَ

[1] الخلاصه فی علم اصول الحدیث، ص: ٤٤.

تَشْھَدُوْنَ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ قَالُوْا بَلٰی ۔ قَالَ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ طَرْفُہٗ بِیَدِ اللّٰـہِ ، وَطَرَفُہٗ بِاَیْدِیْکُمْ فَتَمَسَّکُوْا بِہٖ فَاِنَّکُمْ لَنْ تَضِلُّوْا وَلَنْ تَھْلِکُوْا بَعْدَہٗ اَبَدًا ۔)) [1]

''ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں ہم لوگ ان دونوں باتوں کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اس قرآن کا ایک سرا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، اور اس کا دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے پس قرآن کو مضبوطی سے تھامو تو تم سیدھی راہ سے کبھی نہیں بھٹکو گے اور نہ اس کے بعد ہلاکت سے دوچار ہوگے۔''

④ صلہ رحمی:

اس کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے۔

⑤ امانت داری:

امانت خیانت کی ضد ہے، امانت کی صفت جس شخص کے اندر ہوتی ہے وہ کسی صاحب حق کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا، چاہے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہو چاہے ماں باپ، اعزا اور رشتہ داروں وغیرہ کا ہو اور ایمان اور امانت دونوں کی اصل ایک ہے، مومن کو لازماً امانت دار ہونا چاہیے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ ، وَلَا صَلَاۃَ لِمَـنْ لَا طَھُـوْرَ لَـہٗ ، وَلَا دِیْـنَ لِمَنْ لَا صَلَاۃَ لَہٗ اِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلَاۃِ مِنَ الدِّیْنِ کَمَوْضِعِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ ۔)) [2]

''جس شخص کے اندر امانت کی صفت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں۔ اور اس شخص کے لیے نماز نہیں جس نے طہارت نہیں حاصل کی (وضو نہیں کیا) اور اس شخص کے پاس دین نہیں جو نماز نہیں پڑھتا۔ دین اسلام میں نماز کی حیثیت وہی ہے جو جسم انسانی میں سر کی حیثیت ہے۔''

---

[1] معجم کبیر للطبرانی: ۳/ ۲۰۱، الترغیب والترھیب، للمنذری: ۱/ ۷۹۔

[2] معجم کبیر للطبرانی: ۱/ ۶۰، الترغیب والرھیب، للمنذری: ۱/ ۲۴۶، ۳۸۹۔

عبد الرحمن بن أبي بكر

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی حدیث

[29]...... حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ بَهْلُولَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: حَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قَالَ: كَانَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ لِي صَدِيقًا بِمَكَّةَ وَكَانَ اسْمِي عَبْدُ عَمْرٍو وَتَسَمَّيْتُ حِيْنَ أَسْلَمْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَلْقَانِي بِمَكَّةَ فَيَقُولُ أَرَغِبْتَ عَنِ اسْمٍ سَمَّاكَهُ أَبَوَاكَ فَأَقُولُ: نَعَمْ! فَيَقُوْلُ: فَإِنِّي لا أَعْرِفُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ شَيْئًا أَدْعُوكَ بِهِ اَمَّا أَنْتَ فَلَا تُجِبْنِي بِاسِمِكَ الْأَوَّلِ وَأَمَّا أَنَا فَلَا أَدْعُوكَ بِمَا لا اَعْرِفُ قَالَ: قُلْتُ فَاجْعَلْ يَا أَبَا عَلِيٍّ مَا شِئْتَ قَالَ: فَأَنْتَ عَبْدُ الْإِلٰهِ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ مَرَّرْتُ بِهِ وَهُوَ وَاقِفٌ مَعَهُ ابْنُهُ عَلِيٌّ آخِذٌ بِيَدِهِ قَالَ: وَمَعِي أَدْرَاعٌ قَدِ اسْتَلَبْتُهَا فَأَنَا أَحْمِلُهَا فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: يَا عَبْدَ عَمْرٍو فَلَمْ أُجِبْهُ قَالَ: يَا عَبْدَ الْإِلٰهِ! قَالَ: قُلْتُ نَعَمْ! قَالَ: هَلْ لَكَ فَإِنَّكُمْ خَيْرٌ لَكَ مِنْ هٰذِهِ الْأَدْرَاعِ الَّتِي مَعَكَ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ! هٰؤُلَاءِ خَيْرٌ إِذَنْ فَقَالَ: فَطَرَحْتُ الْأَدْرَاعَ مِنْ يَدِي فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ وَبِيَدِ ابْنِهِ وَهُوَ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ أَمَا لَكُمْ حَاجَةٌ فِي اللَّبَنِ، قَالَ: ثُمَّ خَرَجْتُ أَمْشِي بِهِمَا.

تخريج الحديث تاريخ الطبری: ٢/ ٣٥، سيرة ابن هشام: ٣/ ١٧٩، البداية والنهايه: ٣/ ٢٨٦.

ترجمة الحديث عبدالرحمٰن بن ابی بکر وغیرہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ: امیہ بن خلف مکہ میں میرا دوست تھا اور دور جاہلیت میں میرا نام عبدعمرو تھا، جب میں مسلمان ہوا تو اپنا نام تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ لیا، وہ مجھے مکہ میں ملتا تو مجھے کہتا: کیا تو اس نام کو اچھا نہیں جانتا جو تیرے والدین نے تیرا نام رکھا تھا، میں کہتا: جی ہاں، تو وہ کہتا: پس میں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا۔ بس مجھے کوئی خاص نام بتادو جس سے میں تجھے پکارا کروں۔ پتا نہیں کہ تجھے کیا ہے کہ اگر تیرا نام عبدعمرو پکاروں تو تُو مجھے جواب ہی نہیں دیتا، اور مجھے بھی کوئی مصیبت نہیں آن پڑی کہ میں تجھے ایسے نام سے پکاروں جسے میں پہچانتا ہی نہیں؟ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے ابوعلی! جو تو چاہتا ہے وہ رکھ لے، اس نے کہا: میں تجھے ''عبدالالہ'' کہہ کے پکارا کروں گا (یعنی اس نے آپ کا نام عبدالالہ رکھ دیا) غزوہ بدر کے دن میں اس کے قریب سے گزرا اس وقت وہ اپنے بیٹے

علی کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ اور میرے پاس کچھ زرہیں تھیں جنہیں میں نے کافروں سے چھینا تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: اے عبد عمرو، میں نے کوئی جواب نہ دیا، اس نے کہا: اے عبدالالہ، میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: میں تمہارے لیے ان زرہوں سے زیادہ بہتر ہوں، میں نے کہا: ہاں، تو میں نے اپنے ہاتھ سے زرہیں پھینک دیں اور اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

شرح الحدیث اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستفاد ہیں:

①...... اچھا نام رکھا جائے۔ ایک ایسا نام جس میں شکر الٰہی کا اظہار ہو اور مسمّٰی کی شخصیت کا آئینہ ہو۔ اس کے دین و مذہب کا پرتو ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم روز قیامت اپنے ناموں اور اپنے باپ کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔ لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے اچھے نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں اور سب سے سچے نام حارث و ہمام ہیں اور سب سے برے نام حرب (جنگ) اور مُرہ (کڑوا) ہیں۔ [2]

انبیاء و رسل اللہ تعالیٰ کی عظیم اور برگزیدہ ہستیاں تھیں۔ ان کے نام رکھنا بھی ان کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور باعث خیر و برکت ہے اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تَسَمُّوْا بِاَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ)) [3]

''تم انبیاء والے نام رکھو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔ [4]

جس طرح اچھا نام رکھنے کی تلقین و تاکید ہے اسی طرح شرکیہ کفریہ اور ناپسند معانی رکھنے والے کلمات کے ساتھ نام رکھنے سے سخت منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایسی متعدد روایات ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے بُرے اور ناپسندیدہ نام فوراً تبدیل کر دیے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے عبد عمرو سے عبد الرحمٰن رکھ دیا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ: ''فَسَمَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ'' ''رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبد الرحمٰن رکھ دیا تھا۔'' [5]

---

1. سنن ابوداؤد، کتاب الادب: ٤/ ٤٤٣.
2. سنن ابوداؤد، کتاب الادب: ٤/ ٤٤٣.
3. سنن ابوداؤد، کتاب الادب: ٤/ ٤٤٣.
4. صحیح مسلم: ٢/ ٢٥٤.
5. مستدرك حاكم: ٣/ ٣٠٦، وقال: صحيح على شرط الشيخين ولم يُخرجاه ووافقه الذهبي.

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ دریافت فرمایا: اس بکری کا دودھ کون دوہے گا؟ ایک صاحب کھڑے ہوئے اورعرض کیا۔ ''میں'' آپ ﷺ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: ''مرہ (کڑوا)'' آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جا۔ پھر دریافت فرمایا۔ اس بکری کو کون دوہے گا۔ ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام پوچھا تو جواب ملا ''حرب (جنگ)'' آپ ﷺ نے اسے بھی فرمایا کہ بیٹھ جا۔ پھر پوچھا اس بکری کو کون دوہے گا؟ ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہا ''میں'' آپ نے اس سے بھی اس کا نا پوچھا تو اس نے کہا: ''یعیش (زندگی گزارنے والا)'' تو رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ تم بکرو دوہو۔ [1]

شخصیت کا اپنے نام کے ساتھ ایک خاص اور گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اچھے ناموں کے اچھے اثرات ہوتے ہیں جب کہ برے ناموں کے برے اثرات ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اچھا نام رکھنے کی تلقین فرماتے اور اچھا نام سنتے تو خوش ہوتے جب کہ برا نام رکھنے سے منع کرتے اور برا نام سنتے تو کراہت فرماتے اور اسے تبدیل کردیتے تاکہ اس شخص کی زندگی پر برے اثرات مترتب نہ ہوں۔

حضرت سعید بن مسیّب بن حزن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا نا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ''حزن'' (سخت زمین، غمگین) آپ ﷺ نے فرمایا: تو سہل (آسان، نرم) ہے۔ انہوں نے کہا جو نام میرے والد نے رکھ دیا ہے۔ میں اسے نہیں بدلوں گا۔ حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ (اس نام کے سبب) پھر ہمارے خاندان پر مسلسل سختی اور مشکل چھائی رہی۔ [2]

② ...... مشرکین مکہ ''رحمٰن'' کا معنی نہیں جانتے تھے، اور نہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسی لیے امیۃ نے کہا تھا کہ میں ''عبد الرحمٰن'' نہیں بلکہ ''عبد الالٰہ'' کہہ کے تجھے پکارا کروں گا، ''رحمٰن'' کو میں نہیں جانتا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب ان سے کہا کہ تم لوگ بتوں کے بجائے ''رحمٰن'' کو سجدہ کرو، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کسی ''رحمٰن'' کو نہیں جانتے ہیں، صرف ''رحمٰن الیمامۃ، یعنی مسیلمہ کذاب کو جانتے ہیں، جس نے اپنا لقب ''رحمٰن'' رکھ لیا تھا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ہمیں جس کی عبادت کا حکم دو اسی کی عبادت کریں، یعنی چاہتے ہو کہ بس ہم تمہاری ہر بات مانتے رہیں تو ایسا نہیں ہوگا اور ہم ''رحمٰن'' کو سجدہ نہیں کریں گے۔ یعنی تکبر کی

---

[1] موطا امام مالك، ما يكره من الاسماء، ص ٧٢٨.

[2] صحيح بخاري مع فتح الباري: ١٠/ ٥٧٤.

وجہ سے دین و ایمان سے ان کی نفرت اور بڑھ گئی۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۚ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝﴾

(الفرقان : ٢٥/ ٦٠)

③...... امیہ بن بن خلف غزوۂ بدر میں ہلاک ہوا۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں ان دونوں کو کھینچنے کے لیے آ رہا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ امیہ مکہ میں انہیں سخت عذاب دیتا تھا، تاکہ وہ اسلام چھوڑ دیں، انہیں وہ مکہ کے ریتیلے علاقے میں لے جاتا جب ریت تیز گرم ہوتی تو انہیں پیٹھ کے بل ڈال دیتا، پھر ایک بھاری چٹان ان کے سینے پر رکھ دی جاتی اور کہتا: تم اسی حال میں رہو گے، حتیٰ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین چھوڑ دو، بلال رضی اللہ عنہ کہتے: اَحد، اَحد۔ اس لیے بلال رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو کہنے لگے: اے کفر کے سرغنہ! امیہ بن خلف، اگر تم نجات پا گئے تو میری نجات نہیں، عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا: اے بلال! کیا تم میرے دونوں قیدیوں کو ایسی بات کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اگر وہ نجات پا گیا تو میں نجات نہیں پاؤں گا، میں نے کہا: اے حبشی غلام! کیا تم میری بات سن رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اگر یہ نجات پا گیا تو میں نجات نہیں پاؤں گا، پھر اپنی اونچی آواز سے پکار کر کہا: اے اللہ کے انصار! یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف، اگر یہ نجات پا گیا تو میں نجات نہیں پاؤں گا، پھر بہت سے فوجیوں نے مجھے گھیر لیا، یہاں تک کہ انہوں نے میرے گرد گھیرے کو تنگ کر دیا اور میں اسے بچا رہا تھا، پھر ایک آدمی نے اس کے بیٹے پر ضرب لگائی اور وہ گر گیا اور امیہ نے ایسی چیخ ماری جیسی میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے اس سے کہا: جلد اپنی جان بچاؤ، (حالانکہ اب وہ کہاں بچ سکتا تھا) اللہ کی قسم! میں آج تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر مجاہدین نے ان دونوں کو اپنی تلواروں کی اَنی پر لے لیا، یہاں تک کہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ رحم کرے بلال پر، میری زرہیں بھی گئیں، اور میرے دونوں قیدیوں کو مروا کر مجھے پریشان کر دیا۔ [1]

جب جنگ ختم ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مقتولین کے پاس آئے جن کی تعداد ستر تھی اور کہا: تم لوگ اپنے نبی کے بڑے ہی بُرے رشتہ دار تھے، تم لوں نے مجھے جھٹلایا، جبکہ دوسروں نے میری تصدیق کی، اور تم لوگوں نے مجھے اکیلے چھوڑ دیا، دوسرے لوگوں نے میری مدد کی اور تم لوگوں نے مجھے میرے گھر اور میرے شہر سے نکال دیا، جب کہ لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کفار مقتولین کو کنویں میں پھینک دینے کا حکم دیا، چنانچہ وہ سب کے سب اس میں پھینک دیے گئے، سوائے امیہ بن خلف کے جس کا جسم زرہ میں

[1] سیرۃ ابن ھشام : ١/ ٦٣١، ٦٣٢.

پھول گیا تھا، جب مجاہدین نے اسے ہلانا چاہا تو اس کے ٹکڑے ہونے لگے، اس لیے اسے وہیں چھوڑ دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال دیے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کنویں کے کنارے کھڑے ہوکر کہا: اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے فلاں اور اے فلاں! کیا تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا، اسے سچ پایا؟ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا، اسے میں نے سچ پایا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ایسے لوگوں سے مخاطب ہیں جو مرچکے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگ ان سے زیادہ میری بات نہیں سن رہے ہو۔ [1]

حديث عُرْوَةَ بن الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

عروہ بن زبیر کی عبد الرحمٰن سے روایت کردہ حدیث

[30]...... حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ : كَيْفَ صَنَعْتَ فِي اسْتِلَامِكَ الْحَجَرَ ؟ قَالَ : اسْتَلَمْتُ وَتَرَكْتُ ، قَالَ : أَصَبْتَ .

تخریج الحدیث صحيح ابن حبان، رقم: ٣٨٢٣، قال شعيب الارنووط: اسناده صحيح .

ترجمة الحديث جناب عروہ بن زبیر سے روایت ہے، وہ حضرت عبد الرحمٰن سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: تم نے حجر اسود کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے کبھی چھولیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تو نے ٹھیک کیا۔

شرح الحديث امام ابن حبان نے اس حدیث کو کتاب الحج میں بیان کیا ہے اور اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

"ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلطَّائِفِ حَوْلَ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ اسْتِلَامَ الْحَجَرِ وَتَرْكَهُ مَعًا"

''بیت عتیق کے گرد طواف کرنے والے کے لیے ایک ہی وقت میں حجر (اسود) کو چھونے اور نہ چھونے کے جواز کا ذکر۔''

تفصیل: حج وعمرہ کی ایک آسانی یہ ہے کہ طواف کرنے والے کو حجر اسود کو بوسہ دینے، چھونے اور اشارہ

[1] صحيح بخاري، كتاب المغازي، رقم: ٣٩٧٩، السيرة النبوية، ابن كثير، ٢/ ٤٤٩-٤٥٣ .

کرنے میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ صورتیں اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ کسی ایک کیفیت پر عمل کرنے کی پابندی نہیں۔ ذیل میں اس بارے میں مزید چھ روایات ملاحظہ فرمایئے:

①...... امام ابوداؤد طیالسی نے جعفر بن عثمان قرشی سے، جو کہ اہل مکہ میں سے تھے، روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اس پر سجدہ کیا۔''

پھر انہوں نے کہا: ''میں نے تمہارے ماموں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسے بوسے دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اسے بوسہ دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

((لَوْ لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَهُ مَا قَبَّلْتُهُ)) [1]

''اگر میں رسول اللہ ﷺ کو اسے چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی اسے نہ چومتا۔''

معلوم ہوا کہ حجرے اسود پر سجدہ کرنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

②...... امام بخاری نے زبیر بن عربی سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر (اسود) کو چھونے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَسْتَلِمُهُ وَیُقَبِّلُهُ .)) [2]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چھوتے اور چومتے ہوئے دیکھا۔''

③...... امام بخاری نے اسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ: ''میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حجر (اسود) کو چومتے ہوئے دیکھا۔''

اور (پھر) انہوں نے فرمایا:

((لَوْلَا أَنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ .)) [3]

''اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔''

---

[1] مسند أبی داؤد الطیالسی، ۱/ ۳۲، رقم: ۲۸.

[2] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۶۱۱.

[3] أیضًا، رقم الحدیث: ۱۶۱۰.

امام بخاری نے اس حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ تَقْبِيْلِ الْحَجَرِ] ❶

''حجر (اسود) کو بوسہ دینے کا بیان۔''

④......امام ابن حبان نے نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت نقل کی ہے:

((أَنَّهُ اِسْتَلَمَ الْحَجَرَ، ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهُ))

''بے شک انہوں نے حجر (اسود) کو (اپنے ہاتھ سے) چھوا، پھر اپنے ہاتھ کو چوما۔''

اور فرمایا:

((مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُهُ.)) ❷

''جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے (حجر اسود کو چھونے والے ہاتھ کو) چومتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اسے (حجر اسود کو چھونے والے اپنے ہاتھ کا بوسہ) نہیں چھوڑا۔''

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

((ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِمُسْتَلِمِ الْحَجَرِ فِي الطَّوَافِ أَنْ يُقَبِّلَ يَدَهُ بَعْدَ اسْتِلَامِهِ إِيَّاهُ.)) ❸

''طواف میں حجر (اسود) کو چھونے والے کے لیے اسے چھونے کے بعد اپنے ہاتھ کو بوسہ دینے کے جواز کا ذکر۔''

⑤......امام مسلم نے حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَعَهُ، وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ.)) ❹

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو اپنی چھڑی سے چھوتے اور چھڑی کو چومتے ہوئے دیکھا۔''

امام نووی نے دیگر احادیث کے ساتھ اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

((بَابُ جَوَازِ الطَّوَافِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَغَيْرِهٖ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ بِمِحْجَنٍ وَغَيْرِهٖ

---

❶ أيضًا، ٣/ ٤٧٥.

❷ الإحسان فی تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، رقم: ٣٨٢٤.

❸ أيضًا، ٩/ ١٣٢. ❹ صحيح مسلم، كتاب الحج، رقم: ٢٥٧.

لِلرَّاكِبِ .))

''اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے اور سوار کے لیے حجر (اسود) کو چھڑی وغیرہ سے چھونے کے جواز کا بیان۔''

⑥...... امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ .))[1]

نبی کریم ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف اونٹ پر کیا، جب بھی آنحضرت ﷺ حجر اسود کے پاس آتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے۔''

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

((بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ .))[2]

''حجر اسود کے پاس آ کر اشارہ کرنے والے شخص کا بیان۔''

خلاصۃ البحث:

مذکورہ بالا روایات سے حجر اسود کے متعلق درج ذیل سات باتیں معلوم ہوتی ہیں:

① اس پر سجدہ کرنا اور اسے بوسہ دینا۔

② اسے ہاتھ سے چھونا اور بوسہ دینا۔

③ اسے بوسہ دینا۔

④ اسے ہاتھ سے چھو کر چھونے والے ہاتھ کو چومنا۔

⑤ اسے چھڑی سے چھو کر چھڑی کو چومنا۔

⑥ اس کی طرف دور سے اشارہ کرنا۔

⑦ ایک ہی طواف کے بعض چکروں میں ہاتھ سے چھونا اور بعض سے نہ چھونا۔

اللہ کریم کی جانب سے طواف کرنے والوں کے لیے آسانی اور عنایت ہے کہ ان سب ساتوں صورتوں میں سے ہر ایک جائز اور درست ہے۔

[31]...... حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ ، قَالَ : قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ : كَيْفَ صَنَعْتَ فِي

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱٦۱۷ . [2] أيضًا.

اسْتِلامِكَ الرُّكْنَ الأَسْوَدَ ؟ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : اسْتَلَمْتُ وَتَرَكْتُ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَصَبْتَ .

تخريج الحديث مستدرك حاكم : ٣/ ٣٤٦: ٥٣٣٧ ، معجم طبراني الكبير : ١/ ١٢٧: ٢٥٧ ، مصنف عبد الرزاق : ٥/ ٣٤: ٨٩٠١ .

ترجمة الحديث عروہ بن زبیر سے ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے حجر الاسود کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے کبھی چھوا اور کبھی چھوڑ دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے ٹھیک کیا۔

[32]...... حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ : كَيْفَ صَنَعْتَ فِي الرُّكْنِ ؟ قَالَ : اسْتَلَمْتُ وَتَرَكْتُ ، قَالَ : أَصَبْتَ

ترجمة الحديث عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم نے حجر اسود کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے کبھی اسے چھو لیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے ٹھیک کیا۔

تخريج الحديث تقدم تخريجه .

شرح الحديث دیکھئے فوائد نمبر ۳۰۔

المشايخ ، عن عبد الرحمن
مشائخ کی عبد الرحمٰن سے روایت

[33]...... حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : سَأَلَ عُمَرُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ عَنِ الْمَجُوسِ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ .

تخريج الحديث مسند شافعي : ١/ ٢٠٩: ١٠٠٨ ، مصنف ابن ابی شیبه : ٦/ ٤٣٠: ٣٢٦٥١ ، مصنف عبد الرزاق : ٦/ ٦٨ـ ٦٩/ ١٠٠٢٥ ، مسند أبو يعلى : ٢/ ١٦٨/ ٨٦٢ .

ترجمة الحديث جناب جعفر نے اپنے باپ محمد سے بیان کیا، انہوں نے کہا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مجوسیوں کے بارے میں پوچھا (کہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟) تو انہوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: ان سے اہل کتاب والا معاملہ کرو۔

شرح الحدیث اس حدیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

① ...... مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے کی دلیل ملتی ہے۔ ''جزیہ'' اس مال کو کہتے ہیں جو اہل کتاب اور دیگر کفار سالانہ مسلمانوں کو اس عوض میں دیتے ہیں کہ مسلمان ان سے قتال نہیں کریں گے، اور مسلمانوں کے درمیان انہیں رہنے کی اجازت دی جائے گی، ان کی جانیں اور ان کا مال محفوظ رہے گا اور اس کی مقدار مالدار، متوسط اور فقیر کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی ہے، جس کی تعیین مسلمان حاکم یا اس کا نمائندہ کرے گا۔

علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے گا یا دوسرے کافروں سے بھی، ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور سفیان ثوری کا خیال ہے کہ اہل کتاب کے علاوہ کسی سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا، یہ لوگ مجوس کو بھی اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا اور مالک اور اوزاعی کی رائے ہے کہ تمام کافروں سے جزیہ لیا جائے گا۔

② ...... ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اہل کتاب سے جزیہ لینا نص قرآنی سے ثابت ہے جبکہ مجوسیوں سے جزیہ لینا سنت سے ثابت ہے۔ [1]

③ ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیہ وصول نہیں کرتے تھے مگر جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی تو جزیہ لینا شروع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے، یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

جزیہ کے بارے میں ایک غیر مسلم کا تجزیہ:

جان بیگٹ المعروف ''جنرل گلپ پاشا'' ایک فوجی جنرل کی حیثیت سے طویل عرصہ تک عرب ممالک میں رہے۔ اس دوران انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں واضح حقائق جاننے کا موقع فراہم ہوا۔ تب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب "The life and times of Muhammad" لکھی، چنانچہ اس کتاب میں موصوف آخری باب میں دین اسلام کی اشاعت اور حیرت انگیز ترقی پر تفصیلی تبصرہ اور اسلام کی اشاعت کے حقائق و اسباب بیان کرتے ہوئے ''اسلام کا پھیلاؤ بحیثیت مذہب'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

مختلف دور میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے جزیے وصول کیے گئے جزیے کی متعینہ رقم میں حالات کے لحاظ سے کمی بیشی ہوا کرتی تھی۔ اس لیے ہمارے واسطے یہ مشکل ہے کہ جزیہ کی شرح کو یہاں پاؤنڈ اور پنس

---

[1] نیل الأوطار: ٨/ ٦٥.

کے حساب سے پیش کریں۔ عام طور پر یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہر آدمی کو دو پاؤنڈ یا ۵ ڈالر جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اگر اس کا پانچ یا دس گنا بھی انہیں دینا پڑتا تو یہ اتنی بڑی رقم نہیں تھی کہ وہ ادا نہ کر سکتے ہوں۔ یہ جزیہ صرف مردوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ محتاجوں، راہبوں اور چرچ میں رہنے والوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ یہ لوگ جزیے سے مستثنیٰ قرار دیے گئے تھے اس معمولی اور حقیر رقم کو جزیے کے طور پر ادا کر دینے کے بعد عیسائی اور یہودی فوجی خدمات کی ادائیگی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کر لیتے تھے صرف مسلمانوں کے فرائض میں فوجی خدمات شامل تھیں۔

جزیے کے طور پر ایک معمولی رقم ادا کر دینے کے بعد فوجی خدمات سے چھٹی پا جانا یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے واقعی ایک سستا سودا تھا۔ جزیہ وصول کرنے کے بعد مسلمانوں کا یہ فرض بن جاتا تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے جان و مال کی حفاظت کریں۔ مسلمانوں کے ذمے فوجی فرائض کے علاوہ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی تھا۔ یہودی اور عیسائی زکوٰۃ سے مستثنیٰ تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ خاصی رعایت کی جاتی تھی۔ مالی اعتبار سے بھی ان کا جزیہ مسلمانوں کی زکوٰۃ کے مقابلے میں انفرادی طور پر بہت ہی کم ہوتا تھا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے شہریوں کے ہتھیار ڈال دینے کو قبول کر لینے کے بعد ان کو اپنے خط میں لکھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو تمہارے لیے جزیہ واجب الادا ہوگا۔ اگر ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکیں تو تم کو جزیہ دینے کی ضرورت نہیں۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے حفاظت کرنے کے فرض کو انتہائی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ نبھایا۔ ۶۳۵ء میں انہوں نے دمشق پر قبضہ کیا۔ شام کے ایک بڑے حصے کو بغیر لڑائی کے اپنے قبضے میں لے لیا۔ وہاں کے عیسائیوں سے جزیہ وصول کیا۔ مسلمانوں کے اس قبضہ کرنے کے دوسرے ہی سال بیزنطینیوں کی ایک تازہ دم فوج نے عربوں کو شام چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ شام چھوڑنے سے پہلے مسلمانوں کے کمانڈر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جن ذمیوں سے جزیہ وصول کیا ہے وہ سب کا سب ان کو لوٹا دیا جائے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عربوں نے یہ جزیہ ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت کے بدلے میں وصول کیا تھا۔ اب چونکہ مسلمان شام کے ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے کے موقف میں نہیں ہیں اس لیے جمع کیا ہوا جزیہ واپس کر دیا جائے۔

مجھے یاد نہیں پڑتا کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی واقعہ اس نوعیت کا ہو کہ کسی حکومت نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہ ہو سکنے کی وجہ سے عوام سے وصول کیے ہوئے ٹیکس کو عوام میں پھر سے لوٹا دیا ہو۔

آغاز اسلام سے قبل صحرائے شام کے بہت سے بدوی قبائل عیسائیت کو اپنا مذہب بنائے ہوئے تھے۔

جب مسلمانوں نے شام اور عراق پر حملہ کیا تو شام کے یہ عیسائی عرب مسلمانوں کی طرف سے لڑنے لگے اس لیے کہ ان کا طرز زندگی عربوں سے ملتا جلتا تھا۔ ان کی زبان عربی تھی۔ جب مسلمانوں کی طرف سے اہل کتاب بھی جنگ میں حصہ لیتے تو ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان کو اپنا مذہب بدلنے کے لیے بھی نہیں کہا جاتا تھا۔ [1]

[34]...... حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ ، قَالَ : قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، ذَكَرَ الْمَجُوسَ فَقَالَ : مَا أَدْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ فِي أَمْرِهِمْ ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ .

تخریج الحدیث سنن الکبرىٰ للبیهقی : ۹/ ۱۸۹ ، مسند بزار ، قم : ۱۰۵٦ ، ارواء الغلیل : ۷/ ۳۰۸ .

ترجمة الحدیث جعفر اپنے باپ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوس کا ذکر کیا اور کہا: مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں، عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو اہل کتاب کے ساتھ کرتے ہو۔

[35]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : قَالَ عُمَرُ - وَهُوَ فِي مَجْلِسٍ بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ - : مَا أَدْرِي كَيْفَ أَصْنَعُ فِي الْمَجُوسِ ؟ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ : سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ .

تخریج الحدیث معرفة الصحابة لأبی نعیم : ۱/ ۳۹۵ ، ٤۹۳ ، التلخیص الحبیر : ۳/ ۱۷۲ ، نصب الرایة للزیلعی : ۳/ ٤٤۹ .

ترجمة الحدیث جعفر اپنے باپ محمد سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر اور قبر اطہر کے درمیان والی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے: مجھے معلوم نہیں کہ میں مجوس کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا: ان کے بارے میں وہی طریقہ اپناؤ جو اہل کتاب کے بارے میں اپناتے ہو۔

[1] تلخیص: محمد رسول اللہ، ترجمہ The life and times of Muhammad، ص: ۵۱۸، ۵۵۱۔

شرح الحديث دیکھئے فوائد نمبر ۳۳۔

[36]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ بَجَالَةَ ، يُحَدِّثُ أَبَا الشَّعْثَاءِ وَعَمْرَو بْنَ أَوْسٍ الثَّقَفِيَّ عَامَ حَجِّ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَهُوَ جَالِسٌ إِلَى دَرَجِ زَمْزَمَ سَنَةَ سَبْعِينَ ، قَالَ : كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ ، فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ . اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَكَاهِنٍ ، وَفَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ ، وَامْنَعُوهُمْ مِنَ الزَّمْزَمَةِ ، قَالَ : فَقَتَلْنَا ثَلاثَ سَوَاحِرَ ، وَفَرَّقْنَا بَيْنَ كُلِّ [رَجُلٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَحُرْمَتِهِ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَصَنَعَ طَعَامًا كَثِيرًا فَدَعَا] مَجُوسَ وَعَرَضَ السَّيْفَ عَلَى فَخِذِهِ ، فَأَكَلُوا بِغَيْرِ زَمْزَمَةٍ وَأَلْقَوْا وَقْرَ بَغْلٍ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنْ وَرِقٍ ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ يَأْخُذُ مِنَ الْمَجُوسِ الْجِزْيَةَ حَتَّى شَهِدَ عِنْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ .

تخريج الحديث صحيح بخارى، كتاب الخمس، باب الجزية والموادعة، رقم: ٣١٥٦، سنن ابوداؤد، كتاب الخراج، باب فى اخذ الجزية من المجوس، رقم: ٣٠٤٣، مسند احمد: ١/ ١٩٠، مسند ابى يعلى، رقم: ٨٦٠.

ترجمة الحديث بجالۃ نے ابوشعثاء اور عمرو بن اوس ثقفی کو بیان کرتے ہوئے سنا اور یہ اس سال کا واقعہ ہے جس سال مصعب بن عمیر نے بصرہ والوں کے ساتھ حج کیا یعنی سن ۷۰ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ زمزم کی سیڑھی پر بیٹھے ہوئے تھے، کہتے ہیں ان دنوں میں جزء بن معاویہ احنف بن قیس کے چچا کا کاتب تھا تو عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال قبل اُن کا خط آیا کہ ہر جادوگر اور کاہن کو قتل کردو اور جس مجوسی نے اپنی محرم عورت کو بیوی بنایا ہو تو ان کے درمیان جدائی ڈال دو اور زمزم سے انہیں روکو، کہتے ہیں کہ کہا: ہم نے تین جادوگروں کو قتل کیا اور ہر مجوسی آدمی اور کتاب اللہ کے مطابق اس کی ذی محرم بیوی کے درمیان جدائی ڈالی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا تھا، لیکن جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے پارسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (تو وہ بھی لینے لگے تھے)

شرح الحديث ①...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جادو کفر ہے اور اس کا سیکھنے والا کافر ہے۔ [1]

[1] فتح الباری: ۱۰/ ۲۲۴.

②...... ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ قتل کر دیا جائے۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ جادوگر جو جھاڑو پر سوار ہو جائے اور ہوا میں لہرائے اس طرح کرتب دکھانے کے سبب وہ کافر ہے اسے قتل کر دیا جائے۔ [1]

③...... مجوسیوں میں محرم سے نکاح کرنا جائز تھا۔ مثلاً وہ بہن بیٹی سے نکاح کر لیتے تھے، تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس قبیح فعل کو اپنے زمانے میں ختم کروا دیا۔ [2]

④...... معلوم ہوا کہ پارسیوں کو بھی حکم اہل کتاب کا سا ہے۔ امام شافعی اور عبد الرزاق نے نکالا کہ پارسی اہل کتاب تھے، پھر ان کے سردار نے بدتمیزی کی، اپنی بہن سے صحبت کی اور دوسروں کو بھی سمجھایا کہ اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ آدم علیہ السلام اپنی لڑکیوں کا نکاح اپنے لڑکوں سے کر دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور جنھوں نے انکار کیا، ان کو اس نے مار ڈالا۔ آخر ان کی کتاب مٹ گئی اور حدیث میں واضح آیا ہے کہ پارسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا سا سلوک کرو۔

[37]...... حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبَانُ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَارِظٍ ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعُودُهُ وَهُوَ مَرِيضٌ فَقَالَ لَهُ : وَصَلَتْكَ رَحِمٌ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : أَنَا الرَّحْمَنُ وَالرَّحِمُ مِنِّي اشْتَقَقْتُهَا مِنِ اسْمِي ، فَمَنْ يَصِلْهَا أَصِلْهُ وَمَنْ يَقْطَعْهَا أَقْطَعْهُ .

تخريج الحديث انظر الحديث الذي بعده .

ترجمة الحديث جناب ابراہیم بن عبد اللہ بن قارظ نے بیان کیا کہ وہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس بیمار پرسی کے لیے آئے۔ وہ اس وقت بیمار تھے تو (عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے) انہیں کہا: تجھے صلہ رحمی کا عمل ملائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں ''رحمٰن'' ہوں اور ''رحم'' مجھ سے ہے، میں نے اسے اپنے نام سے نکالا ہے، جو اسے ملائے گا میں اُسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے گا میں اُسے کاٹ ڈالوں گا۔

[38]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَارِظٍ ، أَنَّ أَبَاهُ ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ ، دَخَلَ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ يَعُودُهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : وَصَلَتْكَ رَحِمٌ

---

[1] المغنى ابن قدامه : ۳/ ۵۲۳ .

[2] دیکھئے تفصیل کے لیے: احکام ابن حزم : ۱/ ۱۵۵ ، تنقیح الرواہ : ۳/ ۱۷۸ .

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : أَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحِمُ ، شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنِ اسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ أَوْ قَالَ : مَنْ يَبُتُّهَا أَبُتُّهُ .

تخریج الحدیث سنن ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، رقم: ۱۶۹۴۔ مسند احمد: ۲/ ۴۹۸، مسند ابی یعلی، رقم: ۵۹۵۳، مسند بزار: ۳/ ۲۰۶۔ ۹۹۲.

ترجمۃ الحدیث عبد اللہ بن قارظ روایت کرتے ہیں کہ وہ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے، سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: صلہ رحمی تجھے ملائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں ''رحمٰن'' ہوں اور ''رحم'' کو میں نے اسے اپنے نام سے نکالا ہے، جس نے اسے ملایا، میں اُسے ملاؤں گا اور جس نے اسے کاٹا میں اُسے کاٹوں گا، یا (یہ الفاظ استعمال کیے) مَنْ بتها أبته .

شرح الحدیث دیکھئے فوائد نمبر ۱۵۔

[39]...... حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْيَشْكُرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ثَلَاثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، الْقُرْآنُ وَالرَّحِمُ تُنَادِي أَلَا مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ .

تخریج الحدیث تقدم تخریجه، رقم: ۲۸ .

ترجمۃ الحدیث حضرت عبدالرحمٰن (بن عوف) القرشی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی، (ایک) قرآن اور (دوسرے) صلہ رحمی آواز دے گی، خبردار! جس نے مجھے ملایا، اللہ اُسے ملائے گا اور جس نے مجھے کاٹا اللہ تعالیٰ اُسے کاٹ ڈالے گا۔

[40]...... حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى أَبِي مُرَّةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، فَمَرَّ بِلَالٌ ، فَدَعُوهُ فَسَأَلُوهُ عَنْ وُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ ، فَقَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الْحَاجَةَ فَيَدْعُونِي فَآتِيهِ بِالْمَاءِ فَيَمْسَحُ عَلَى مُوقَيْهِ وَعِمَامَتِهِ .

تخریج الحدیث سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین، رقم: ۱۵۳، سنن الکبریٰ للبیهقی: ۱/ ۲۸۸، مصنف ابن ابی شیبة: ۱/ ۱٦۷، ۱۹۲۹، مستدرك حاکم: ۱/ ۱۷۰، معجم کبیر للطبرانی ۱/ ۳۵۹، ۳٦۰/ ۱۱۰۰ و ۱۱۰۱.

ترجمة الحدیث جناب ابوعبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے بارے میں استفسار کیا، انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے آتے تو مجھے بلاتے، میں اُن کے پاس پانی لاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامہ اور اپنے موزوں پر مسح کرتے۔

شرح الحدیث مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوں اور پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے، تفصیل آئندہ کی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

پگڑی پر مسح کرنا:

سر پر پگڑی باندھی ہو تو اس پر مسح کرلیں، اس حالت میں مسح پیشانی سے شروع کریں، حدیث پاک میں ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو اپنی پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''اگر زخم پر پٹی بندھی ہو تو دورانِ وضو میں پٹی پر مسح کرلیں اور اس کے اردگرد کو دھولیں۔'' [2]

موزوں اور جرابوں پر مسح کرنا:

سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا ، فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا .)) [3]

''ایک سفر میں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے بوقت وضو چاہا کہ آپ کے دونوں موزے اُتار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں رہنے دو، میں نے انہیں حالت طہارت میں پہنا تھا۔ پھر آپ نے ان پر مسح کیا۔''

چنانچہ ارزق بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کرتے ہوئے اپنی اون

[1] قرآن وسنت کی روشنی میں فقہی احکام ومسائل، ص: ۵۱۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، رقم: ۸۳/ ۲۷٤.
[3] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، رقم: ۲۰٦.

کی جرابوں پر مسح کیا۔ میں نے کہا: آپ ان پر بھی مسح کرتے ہیں؟ تو سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ بھی خفاف یعنی موزے ہیں لیکن اُون کے ہیں۔'' ❶

پس ثابت ہوا کہ ''جراب'' پاؤں پر چڑھانے والے لباس کو کہتے ہیں، وہ خواہ چمڑے کا ہو، سوتی ہو یا اونی، جیسا کہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کر دی۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو جاننے والا کون ہوسکتا ہے؟ لہٰذا جرابوں پر مسح کیا جائے گا۔

علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کے تحت رقمطراز ہیں:

''یہ حدیث قولاً وفعلاً سیّدنا انس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، مگر ہم نے اسے قابل حجت تصور کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے صرف فعل پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ صراحتاً جرابوں کو اون کے موزے قرار دیا ہے اور سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ صاحب لغت صحابی ہیں، اور زبانوں کے اختلاف اور ملاپ اور عجمیت کے اثرات داخل ہونے سے قبل کے لغت دان ہیں۔ جب وہ وضاحت فرما رہے ہیں۔ خُف سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بھی قدم کو ڈھانپ لے، چاہے چمڑے کی ہو یا غیر چمڑے کی۔ لوگوں میں جو یہ وہم گردش کرتا آ رہا ہے کہ موزہ وہی ہوگا جو چمڑے کا ہوگا۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرما کر اس کو دور کر دیا۔ شارع علیہ السلام سے جس کی کوئی وضاحت نہیں آئی کہ چمڑے کا ہونا ہی موزے کی تعریف ہے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی بات ازروئے حجت ہزار دفعہ خلیل، ازہری، جوہری اور ابن سیّد الناس جیسے لغت دانوں سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے، کیونکہ یہ لوگ اکثر طور پر لغت کی بات کو بغیر سند نقل کرتے ہیں۔ اس کے باوجود علماء ان کی بات کو قابل احتجاج تصور کرتے ہیں اور جو بات مصدر اوّل صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باسنادِ صحیح تفسیراً مروی ہے۔ وہ بات تو بالاولیٰ قابل اعتماد ہونی چاہیے۔'' ❷

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں:

''حضرت انس صحابی اور عربی الاصل ہیں، وہ ''خُف'' کے معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ صرف چمڑے کا ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر اس چیز کو شامل ہے جو قدم کو چھپا لے، آپ کی یہ وضاحت معنی کے اعتبار سے نہایت دقیق ہے کیونکہ ان کے نزدیک لفظ ''جـــوربیـــن'' لغوی، وضعی معنی کے لحاظ سے''

---

❶ الکنیٰ والاسماء للدولابی: ۱/ ۱۸، السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱/ ۲۸۵.

❷ رسالہ جرابوں پر مسح، از جمال الدین القاسمی، ص: ۱۹ (مترجم)۔

خُفّین ''کے مدلول میں داخل ہیں اور''خفین'' پر مسح میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا جرابوں پر مسح میں کسی اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے۔''[1]

اور سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہم کے لیے ایک فوجی دستہ بھیجا، جنھیں سردی سے تکلیف ہوئی، جب وہ واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے سخت سردی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ:

((اَنْ یَّمْسَحُوْا عَلَی الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِیْنِ .)) [2]

''وہ وضو کرتے وقت پگڑیوں اور جرابوں پر مسح کرلیا کریں۔''

((التساخین)) کا لفظ''س، خ، ن'' سے ماخوذ ہے، جس کا معنی گرم کرنے والی اشیاء ہے، جس میں جرابیں اور موزے داخل ہیں۔

سیّدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔''[3]

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''علی بن ابی طالب، ابومسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث (رضی اللہ عنہم) جرابوں پر مسح کرتے تھے اور اسی طرح کی روایات عمر بن خطاب اور ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے بھی ہیں۔''[4]

ابن حزم رحمہ اللہ نے بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جرابوں پر مسح کرنا ذکر کیا ہے۔ جن میں عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمرو اور ابو وائل رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔[5]

ابن المنذر نے کہا: اسحاق بن راہویہ نے فرمایا:''صحابہ کا اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔''[6]

یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی آخر عمر میں جرابوں پر مسح کے قائل ہو گئے تھے۔ یعنی انہوں نے رجوع کر لیا تھا۔[7]

---

[1] محلیٰ ابن حزم: ۲/ ۸۵.

[2] مسند أحمد: ۵/ ۲۷۵، سنن ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، رقم: ۱۴۶۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے''صحیح'' کہا ہے۔

[3] سنن ترمذی، کتاب الطھارۃ، رقم: ۹۹۔ مسند أحمد: ۴/ ۲۵۲۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، رقم: ۵۵۹۔ سنن ابو داؤد، رقم: ۱۵۹. محدث البانی نے اسے''صحیح'' کہا ہے۔

[4] سنن ابو داؤد، کتاب الطھارۃ، تحت الحدیث: ۱۵۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے''حسن صحیح'' کہا ہے۔

[5] المحلی: ۱/ ۶۱۳.

[6] الأوسط لابن المنذر: ۱/ ۴۶۴، ۴۶۵.

[7] اللباب: ۱/ ۱۶۰.

ملا مرغینانی لکھتے ہیں:

((وَعَنْهُ أَنَّهُ رَجَعَ إِلَى قَوْلِهَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى .)) ❶

''اور امام صاحب سے مروی ہے کہ انہوں نے صاحبین کے قول پر رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ صالح بن محمد ترمذی نے کہا کہ میں نے ابو مقاتل سمرقندی سے سنا، آپ فرماتے ہیں: ''میں امام ابو حنیفہ کے پاس ان کے مرض الموت میں موجود تھا، چنانچہ آپ نے پانی منگوایا اور وضو کیا، جب کہ آپ نے جرابیں پہن رکھی تھیں' جوتا نہیں پہنا تھا، لیکن آپ نے جرابوں پر مسح کیا، پھر فرمانے لگے: آج میں نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا کرتا تھا کہ میں نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ ❷

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جرابوں پر مسح کے جواز کے قائلین کئی اہل علم ہیں، ان میں سے سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق قابل ذکر ہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ ابن باز رحمہ اللہ فتاویٰ ابن باز (۴۶/۱) میں رقمطراز ہیں کہ موزوں اور جرابوں پر مسح جائز ہے۔

جوتوں پر مسح کرنا:

اُن جوتوں پر جو پاک صاف ہوں، مسح کرنا جائز ہے۔ چنانچہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔'' ❸

اور سیّدنا ابو الاشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جوتوں اور جرابوں پر مسح کیا۔'' ❹

مسح کرنے کا طریقہ:

مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ پانی سے تر کر کے پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح کر لیں۔ سیّدنا مغیرہ

---

❶ الهداية: ١/ ٦١.

❷ سنن ترمذی، ابواب الطهارة، باب فی المسح عل الجوربين والنعلين، تحت حديث، رقم: ٩٩، طبع مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض.

❸ سنن ابو داؤد، كتاب الطهارة، رقم: ١٥٩ ـ سنن ترمذی، كتاب الطهارة، رقم: ٩٩ ـ امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، رقم: ٥٦٠ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سے ''صحیح'' کہا ہے۔

بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ موزوں کے اوپر ظاہر والے حصہ پر مسح کرتے تھے۔'' ❶

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''اگر دین محض انسانی رائے سے بنتا تو پھر مسح علی الخفین میں پاؤں کی نچلی جانب مسح کیا جاتا اور یہ زیادہ درست تھا کہ پاؤں کے ظاہر والے حصے پر مسح کیا جائے۔ جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر ظاہر والے حصہ پر مسح کرتے۔'' ❷

مسح کی مدت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهُنَّ لِلْمُسَافِرِ ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ .)) ❸

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن رات مسح کی مدت مقرر کی۔''

نوٹ: ...... مسح کی مدت پہلے مسح سے شمار ہوگی۔ اگر جورابیں اور موزے پہن کر سفر شروع کر دیا تو مسافر والی مدت تک مسح کریں اور اگر سفر میں مسح شروع کیا ہے اور گھر آ گئے ہیں تو مقیم کی مدت تک مسح کریں گے، یعنی اگر مسح کرتے ہوئے مقیم کی مدت سے اوپر وقت ہو گیا ہے تو مسح نہ کریں۔ ❹

حالت جنابت میں مسح کا حکم:

جنبی ہونا مسح کی مدت ختم کر دیتا ہے۔ سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ ، وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ .)) ❺

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم سفر میں تین دن رات تک پاخانہ، پیشاب اور نیند کی وجہ سے اپنے موزے نہ اتاریں، لیکن جنبی ہونے پر اتارنے ہوں گے۔''

❶ سنن ترمذی ، کتاب الطهارة ، رقم: ۹۸۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة ، رقم: ۱۶۱۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن'' اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۱۶۲۔ سنن دار قطنی : ۱/ ۲۷۶۔ بلوغ المرام، رقم : ۵۵۔ حافظ ابن حجر اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، رقم: ۲۷۶ . ❹ الکافی لابن قدامة: ۱/ ۸۰ .

❺ سنن ترمذی، ابواب الطهارة، رقم: ۹۶۔ سنن نسائی ، کتاب الطهارة، رقم: ۱۲۷۔ سنن ابن ماجة ، رقم: ۴۷۸۔ إرواء الغليل، رقم: ۱۰۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[41]...... حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عُمَرُ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي قَاصٌّ فِلَسْطِينَ ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ ، يَقُولُ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : ثَلاثٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِنْ كُنْتُ حَالِفًا عَلَيْهِنَّ : لا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا ، وَلا يَعْفُو عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ ، إِلا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ ، إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ .

تخريج الحديث مسند احمد : ١/ ١٩٣ ، مسند ابی یعلی ، رقم : ٨٤٩ ، صحيح ترغيب وترهيب : ٨١٤ ، معجم صغير طبرانی ، رقم : ١٤٢ .

ترجمة الحديث فلسطین کے کسی قصہ گوشخص نے بیان کیا، کہا کہ: میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! میں حلف اٹھا کے کہتا ہوں: مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، لہٰذا صدقہ کیا کرو، اگر کوئی آدمی ظلم کے بدلے معاف کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عزت میں بلندی دے گا بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مطلوب ہو اور اگر کوئی آدمی بھیک مانگنا شروع کردے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

[42]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي قَاصٌّ فِلَسْطِينَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ ، يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِنْ كُنْتُ لَحَالِفًا عَلَيْهِنَّ لا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا ، وَلا يَعْفُو رَجُلٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ يَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَلا يَفْتَحُ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلا فَتَحَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ .

تخريج الحديث انظر ما قبله .

ترجمة الحديث فلسطین کے کسی قصہ گوشخص نے نے بیان کیا، کہا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ کہہ رہے تھے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر ان چیزوں پر میں حلف اٹھاؤں (تو میری بات درست ہے)، صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، اگر کوئی آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر کسی ظلم کے بدلے درگزر کرتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

اس کی عزت بلند کرے گا اور اگر کوئی آدمی بھیک مانگنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

① ...... صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص صدقہ و خیرات اللہ کی خوشنودی کے لیے کرتا ہے، تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اُسے اس کا بدلہ کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے اور بسا اوقات وہ بڑھ کر سات سو گنا زیادہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝﴾ (الروم: ۳۰/ ۳۹)

اور تم لوگ جو سود دیتے ہو، تاکہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہوجائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، اور تم لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے، ایسے ہی لوگ اسے کئی گنا بڑھانے والے ہیں۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝﴾ (السباء: ۳۴/ ۳۹)

''اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔''

معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ کیونکہ صدقہ کی جگہ اللہ تعالیٰ اور مال دے دیتا ہے۔ بعض اوقات اس مال کو بڑھا دیتا ہے۔

② ...... اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو معاف کر دینے کی وجہ سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اضافہ دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہوگا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: ((وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا.)) [1]

''اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی بدولت بندے کی عزت بڑھا دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا۔ جنگ احد میں کافروں نے نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید کیے، سر پھوڑا، حضور ﷺ ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ان پر بددعا فرمائیے، نبی ﷺ نے فرمایا: میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ اللہ نے مجھے لوگوں کو

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٦٥٩٢.

اپنی بارگاہ میں بلانے کے لیے بھیجا ہے، اس کے بعد یہ دعا فرمائی: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما، وہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔ [1]

③...... اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین اسلام نے بھیک مانگنے کی مذمت کی ہے۔ بھیک مانگنے سے انسان غنی نہیں بن سکتا۔ اصل غنی تو دل کی غنی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اے لوگو! سمجھ لو لالچ فقیری ہے اور لوگوں سے ناامید رہنا غنا ہے اور (یہ حقیقت ہے) جب کوئی شخص لوگوں سے امیدیں وابستہ نہیں رکھتا تو وہ ان سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْغَةُ لَحْمٍ)) [3]

''ایک شخص (باوجود غنا کے) لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے قیامت کے دن وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت بالکل نہیں ہوگا۔''

[43]...... حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَوَّادٍ ، عَنْ رَجُلٍ ، لَمْ يُسَمِّهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لا يَغْلِبَنَّكُمُ الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلاتِكُمُ الْعِشَاءِ ، وَإِنَّمَا يُعْتِمُ أَصْحَابُ الإِبِلِ .

تخريج الحديث انظر ما بعده.

ترجمة الحديث غیر معروف شخص نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعراب تم پر تمہاری عشاء کی نماز کے نام پر غلبہ حاصل نہ کر جائیں۔ اونٹوں والے (عشاء کے وقت دیر سے) اونٹنیوں کا دودھ دوہتے ہیں (اور وہ اس نماز کو عتمہ کہتے ہیں، کہیں وہ لوگ یہی نام مشہور نہ کر دیں)۔

[44]...... حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَمَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي شَيْخٌ ، مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ يُقَالُ لَهُ غَيْلانُ ، عَنْ عَبْدِ

---

[1] الشفاء للقاضي عياض، ص: ٤٧.   [2] المشكاة، كتاب الزكاة، رقم: ١٨٥٦.

[3] صحيح بخارى، كتاب الزكاة، رقم: ١٤٧٤، صحيح مسلم، رقم: ١٠٤/ ١٠٤٠، سنن النسائى، رقم: ٢٥٨٥، مسند أحمد: ٢/ ١٥.

الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا تَغْلِبَنَّكُمُ الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلاتِكُمْ فَإِنَّهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ الْعِشَاءِ، وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الْعَتْمَةُ لِإِعْتَامِ الإِبِلِ أَحْلابَهَا.

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب وقت العشاء وتاخيرها، رقم: ٦٤٤، سنن ابوداؤد، رقم: ٤٩٨٤، سنن نسائی، رقم: ٥٤١، سنن ابن ماجه، رقم: ٧٠٤، مسند احمد: ٢/ ١٠، صحيح ابن خزيمه، رقم: ٣٤٩، صحيح ابن حبان، رقم: ١٥٤١، مسند شافعی: ١/ ٢٨، معجم اوسط للطبرانی، رقم: ٧٣٩١.

ترجمة الحديث اہل طائف کے غیلان نامی بوڑھے شخص نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعراب تم پر تمہاری نماز کے نام پر غلبہ حاصل نہ کر جائیں، یہ اللہ عز وجل کی کتاب میں نمازِ ''عشاء'' ہے، اس کا نام ''العتمہ'' اونٹنیوں کا دودھ عشاء کے وقت دیر سے دوہنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

شرح الحديث قرآن مجید میں عشاء کی نماز کا ذکر اس کے نام کے ساتھ آیا ہے، جہاں یہ حکم ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بچے اور غلام بھی اجازت لے کر گھر اور کمرے میں آئیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا...... عَوْرَاتٍ لَّكُمْ﴾ (النور: ٢٤/ ٥٨) بدوی لوگ نماز مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ سے موسوم کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''لا تغلبنكم الأعراب على اسم صلاتكم'' ''بدویوں کی اصطلاح غالب نہیں ہونی چاہیے'' بلکہ ان کو مغرب اور عشاء ہی کے ناموں سے پکارا جائے۔ عتمہ وہ باقی دودھ جو اونٹنی کے تھنوں میں رہ جاتا اور تھوڑی رات گزرنے کے بعد اسے نکالتے۔ بعض اہل لغت نے کہا کہ عتمہ کے معنی رات کی تاریکی تک دیر کرنا چونکہ اس نماز کا وقت یہی وقت ہے۔ اس لیے اسے عتمہ کہا گیا۔ بعض احادیث میں نماز عشاء کو عتمہ کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے درجہ جواز دیا گیا۔ مگر بہتر یہی ہے کہ لفظ عشاء ہی سے پکارا جائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت آپ نے اس خیال سے کی عشاء کے معنی لغت میں تاریکی کے ہیں اور یہ شفق ڈوبنے کے بعد ہوتی ہے۔ پس اگر مغرب کا نام عشاء پڑ جائے تو احتمال ہے کہ آئندہ لوگ مغرب کا وقت شفق ڈوبنے کے بعد سمجھنے لگیں۔ [1]

[1] فتح الباری: ٢/ ٥٨-٥٩، طبع دارالسلام، پاکستان۔

[45]...... حَدَّثَنَا أَبُوبَكْر بن أَبِی شَیْبَة ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عَبْدُالرَّحْمَنِ: إِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا فَرَرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ، وَلَا تَخَلَّفْتُ عَنْ بَدْرٍ ، وَلَا خَالَفْتُ سُنَّةَ عُمَرَ ، قَالَ: فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عُثْمَانُ : أَمَّا قَوْلُكَ فَرَرْتُ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَدْ صَدَقْتَ ، فَقَدْ عَفَا عَنِّيْ ، وَأَمَّا سُنَّةُ عُمَرَ فَوَاللّٰهِ مَا أُطِيْقُهَا اَنَا وَلَا أَنْتَ .

تخریج الحدیث مسند بزار: ۲، رقم: ۳۸۰، ۳۹۵، مسند احمد: ۱/ ۵۸، رقم: ۴۹۰، مجمع الزوائد: ۹/ ۹۵.

ترجمة الحدیث شقیق نے بیان کیا، کہا کہ حضرت عثمان اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی رنجش ہوگئی، چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا: بلاشبہ اللہ کی قسم! میں حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگا نہیں تھا، اور بدر سے پیچھے رہا اور نہ ہی امیر عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کی مخالفت کی۔ (راوی نے) کہا: تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کا یہ کہنا کہ میں حنین کے دن بھاگ گیا تو تم نے یقیناً سچ کہا، مگر (اللہ نے) مجھے معاف کردیا تھا اور جو امیر عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کا معاملہ ہے تو اللہ کی قسم! نہ تو اس کی طاقت رکھتا ہے اور نہ میں۔

شرح الحدیث پس منظر: جناب عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان حالات کشیدہ تھے، ایک دن حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی ملاقات ولید بن عقبہ سے ہوئی۔ تو ولید نے کہا: مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں؟ چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میری طرف سے عثمان کو پیغام دینا کہ میں نے احد سے فرار اختیار نہیں کیا تھا، اور نہ میں بدر سے پیچھے رہا اور نہ میں نے امیر عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کو ترک کیا ہے۔ پس وہ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا۔

دراصل اس پیغام کے ذریعے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیے تھے کہ:

(۱) آپ نے اُحد کے دن فرار اختیار کیا تھا۔ (۲) آپ نے بدر میں شرکت بھی نہیں کی تھی۔ (۳) آپ بیعت رضوان میں شریک نہیں تھے اور (۴) آپ نے امیر عمر رضی اللہ عنہ جیسا زہد، فکر آخرت، رعیت کا خیال، فساد فی الارض کا خاتمہ نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی غلط فہمی کے ازالہ کے لیے صفائی پیش کرتے ہوئے

اسی قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ: ① اُحد کے دن مدینہ کی طرف بھاگنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا تھا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۵۵)

''تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی، جس دن دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آ گئے لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا، اللہ تعالیٰ بخشنے والا بردبار ہے۔''

لہٰذا اس وجہ سے مجھ پر عیب لگانا درست نہیں۔ اور ② بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی جو بات ہے وہ تو مجھے جناب رسول کریم ﷺ نے مشرکین کی طرف اپنا سفیر مقرر کرکے بھیجا اور مسلمانوں میں میرے قتل کی افواہ پھیلی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرکین سے قتال کے سلسلہ میں بیعت کی دعوت دی اور آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق ارشاد فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے'' اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ اور یاد رہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا بایاں ہاتھ لوگوں کے دائیں ہاتھوں سے افضل ہے۔ ③ اور بدر سے پیچھے رہنے کا جو اعتراض ہے دراصل رقیہ بنت رسول ﷺ (میری زوجہ محترمہ) بیماری میں مبتلا تھیں۔ تو مجھے جناب رسول کریم ﷺ نے ان کی تیمارداری کے لیے گھر پر رکنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ان کی وفات ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں میرے لیے حصہ مقرر فرمایا تو گویا میں شریک بدر شمار کیا گیا۔ اور ④ رہی سنت عمر رضی اللہ عنہ کو ترک کرنے کی بات تو میں نے سنت عمر کو چھوڑا نہیں، بلکہ ((وہ بہت نیک، زاہد، رعایا کا خیال رکھنے والے، عادل، فساد فی الارض کو ختم کرنے والے، فتنوں کا سدباب کرنے والے شخص تھے) میں اور تم اس کی رعایت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ [1]

﴿ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

(البقرۃ: ۲/ ۱۴۱)

اس چیز کو بنیاد بنا کر روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خبث باطن کی تردید کے لیے تفصیل مزید:

① عثمان رضی اللہ عنہ اور غزوۂ بدر:

جب مسلمان غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوئے اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ رقیہ رضی اللہ عنہا چیچک کی بیماری میں

[1] مسند أحمد: ۱/ ۶۸، رقم: ۴۹۰، مسند بزار: ۲/ ۳۴، رقم: ۳۸۰، رقم: ۳۹۵.

مبتلا تھیں۔ لیکن اس کے باوجود جس وقت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے قریش کے تجارتی قافلے کو چھیڑنے کے لیے نکلنے کا حکم دیا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل میں جلدی کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں منع کر دیا، اور رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کے لیے ان کو گھر پر محترمہ صابر و طاہرہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں رہے۔ جب مرض بڑھ گیا اور موت کے آثار نمودار ہوئے اس حالت میں رقیہ رضی اللہ عنہا کو جب کہ موت نے انھیں گھیر رکھا تھا اپنے والد محترم رسول اللہ ﷺ جو بدر میں مشغول تھے اور اپنی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا کی دیدار کے انتہائی شوق میں بے تاب تھیں، جو مکہ میں تھیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ آنسوؤں کے ساتھ ان پر ٹکٹکی لگائے ہوئے تھے اور جیسے غم سے دل پھٹا جا رہا تھا۔ [1]

سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کے ساتھ موت کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جاملیں، رسول اللہ ﷺ کا دیدار نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ میدان بدر میں صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کے عمل میں مشغول تھے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اپنی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہ کر سکے۔ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین ہوئی، لوگ آپ کے پاک جسم کو کندھوں پر اٹھا کر قبرستان روانہ ہوئے، آپ کے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ غمگین پیچھے پیچھے چلتے، جب جنازہ ''بقیع'' پہنچ گیا آپ کو وہاں دفن کر دیا گیا، لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ کو دفن کر کے جب لوگ واپس آ رہے تھے تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہو کر فتح و نصرت کا مژدہ جانفزا لے کر مدینہ پہنچے، اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی سلامتی اور مشرکین کے قتل و قید کی خوشخبری سنا رہے تھے۔ مسلمانانِ مدینہ کے چہروں پر فتح و نصرت کی ان خبروں سے خوشی اٹڈ آئی، عثمان رضی اللہ عنہ بھی انھیں لوگوں میں سے تھے لیکن رقیہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا غم چھپا نہ سکے۔

مدینہ واپسی پر رسول اللہ ﷺ کو رقیہ رضی اللہ عنہا کے وفات کی خبر ملی، آپ بقیع تشریف لے گئے، ان کی قبر پر کھڑے ہو کر آپ نے بخشش و غفران کی ان کے لیے دعا کی۔ [2]

عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے بزدلی یا راہ فرار اختیار کرتے ہوئے پیچھے نہیں ہوئے تھے۔ جیسا کہ اہل بدعت کا زعم باطل ہے، اور نہ ہی ان کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی مخالفت تھی، جو فضیلت اہل بدر کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں میدان بدر میں حاضری کی وجہ سے حاصل ہوئی وہ فضیلت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہوئی کیوں کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوسروں کی طرح روانہ ہوئے تھے، لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر

---

[1] نساء اهل البيت، احمد خليل جمعه: ٤٩١ـ٥٠٤.

[2] دماء على قميص عثمان بن عفان، ص: ٢٠.

رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کے لیے ان کو واپس کر دیا تھا، لہٰذا آپ کا بدر سے پیچھے رہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری میں تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر کیا، اور اس طرح آپ اہل بدر کے ساتھ مال غنیمت، فضیلت اور اجز وثواب میں شریک رہے۔ [1]

عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے کہ ایک شخص مصر سے حج کے لیے آیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا میں آپ سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں اللہ واسطے آپ مجھے بتائیں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بدر سے غائب رہے اور شریک نہ ہوئے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں لیکن بدر سے ان کا غائب ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کی زوجیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر (رقیہ رضی اللہ عنہا) بیمار تھیں، جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رکنے کا حکم دیا، اور فرمایا: تمھیں بدر میں شریک ہونے والے کے برابر اجر وثواب اور حصہ ملے گا۔ [2]

اور ابووائل، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی وجہ سے پیچھے رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں میرے لیے حصہ مقرر فرمایا۔ اور زائدہ اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ مقرر کیا تو گویا وہ شریک رہا۔ [3] اور عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار بالاتفاق بدری صحابہ میں ہوتا ہے۔ [4]

2 عثمان رضی اللہ عنہ اور غزوہ احد:

غزوہ احد کے اندر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ابتدائی مرحلہ میں فتح نصیب فرمائی، اور مسلمانوں کی تلواریں مشرکین کی گردن پر اپنا کام کرتی رہیں، مشرکین کو ہزیمت وشکست میں شکست نہ رہا اور مشرکین کے پرچم بردار یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے قتل ہوتے رہے، اور پرچم سے قریب ہونے کی ہمت کسی میں باقی نہ رہی، اب مشرکین شکست خوردہ ہو چکے تھے اور خواتین جو گا گا کر دف بجا بجا کر ہمت دلا رہی تھیں سب کچھ چھوڑ کر آہ و بکا کرنے لگیں، اور دف وغیرہ پھینک کر خوفزدہ ہو کر پنڈلیاں کھولے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں...... لیکن اچانک معرکے کا توازن بگڑ گیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جن تیر اندازوں کو پہاڑ کے اوپر مقرر کیا گیا تھا اور ان کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ معرکہ کا نتیجہ کچھ بھی ہو اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں ان میں سے چند کے علاوہ بقیہ نے اپنی جگہ چھوڑ دی، اور پہاڑی سے اتر کر دوسروں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ تب تک

---

[1] كتاب الامامة والرد على الرفضة، الأصبهاني، ص: ٣٠٢.

[2] صحيح بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبی، رقم: ٣٦٩٨.

[3] الامامة والرد على الرافضة، ص: ٣٠٤. [4] عثمان بن عفان، صادق عرجون، ص: ٤٧.

خالد بن ولید نے جو قریشی شہسواروں کے قائد تھے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے شہسواروں کو لے کر عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اولا جو پہاڑی پر تیر انداز باقی تھے جن میں عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے جو تیر اندازوں کے امیر تھے، انھیں قتل کیا پھر جو مسلمان بالکل غافل تھے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے خالد بن ولید نے ان پر دھاوا بول دیا، مسلمان اس اچانک حملے سے اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئے اور ان کا ایک گروہ مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، انھیں میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی تھے، یہ لوگ اس وقت تک واپس نہ ہو سکے جب تک کہ جنگ ختم نہ ہوئی، اور دوسرا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قتل کی افواہ سن کر حیران و پریشان ہو کر رہ گیا، اور تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹا رہا۔ پہلے گروہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۵۵)

''تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی، جس دن دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تھی یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے میں آ گئے لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا اور تحمل والا۔''

جب اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف کر دیا تو پھر مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کوئی التباس باقی نہیں رہا لہٰذا اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پر انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔ [1]

3 حضرت عثمان اور بیعت الرضوان

بیعت رضوان کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر نزول فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ایک خصوصی سفیر قریش کے پاس روانہ فرمائیں جو ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد و موقف کی وضاحت کر دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح و آشتی کا پیغام لے کر آئے ہیں قتال کا کوئی ارادہ نہیں، مقامات مقدسہ کے احترام کے آپ حریص ہیں، عمرہ کرنے آئے ہیں، عمرہ ادا کر کے مدینہ واپس ہو جائیں گے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم قریش کے پاس جاؤ اور انھیں بتاؤ کہ ہم کسی سے قتال کرنے نہیں آئے ہیں، ہم خانہ کعبہ کی زیارت اور اس کی حرمت کی تعظیم کے لیے آئے ہیں، ہماری ساتھ ہدی کے جانور ہیں ہم انھیں ذبح کریں گے اور واپس ہو جائیں گے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اس مہم پر روانہ ہوئے، بلدح مقام پر پہنچے تو قریش کے لوگ انھیں وہاں ملے، انھوں نے آپ سے سوال کیا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے

[1] ذوالنورين مع النبی، د: عاطف لماضة، ص: ۳۲.

پاس بھیجا ہے۔ وہ تمھیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ظاہر اور اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔ اگر یہ منظور نہیں ہے تو تم ان کا راستہ چھوڑ کر خاموش ہو جاؤ، دوسروں کو اس کے لیے چھوڑ دو، اگر وہ محمد ﷺ پر غالب آگئے تو تمہارا مقصد پورا ہو گیا اور اگر محمد ﷺ غالب آگئے تو پھر تمھیں اختیار ہو گا چاہے تم اس دین میں داخل ہو جاؤ جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں یا پھر تم ان سے اس حالت میں قتال کرو جب کہ تمہاری تعداد زیادہ ہو اور قوت و طاقت حاصل ہو، کیوں کہ فی الحال جنگ نے تمھیں کمزور کر دیا ہے اور سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو جاری رکھے ہوئے تھے جو کفار کو ناگوار گزر رہی تھی، وہ آپ کی باتوں کو یہ کہہ کر ٹالتے جاتے تھے کہ جو آپ کہہ رہے ہیں ہم نے سن لیا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ زبردستی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے، آپ واپس جائیں اور اپنے ساتھی سے کہہ دیں وہ یہاں نہیں آسکتے۔ یہ موقف دیکھ کر ابان بن سعید بن العاص نے آپ کو خوش آمدید کہا اور پناہ دی اور کہا آپ اپنی مہم سے رکیں نہیں پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور عثمان کو اپنے ساتھ سوار کر لیا اس طرح عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہوئے۔ فرداً فرداً سرداران قریش سے ملاقات کی۔ ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ وغیرہم جن سے بلدح میں ملاقات کی تھی، اور وہ لوگ جن سے صرف مکہ میں ملاقات ہوئی سب ہی آپ کی بات کو یہ کہہ کر ٹالتے رہے کہ ”محمد کبھی بھی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔“ [1] مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پیش کش کی وہ خانہ کعبہ کا طواف کر لیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ [2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مستضعفینِ مکہ کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا، اور جلد مشکلات سے نجات پانے کی بشارت سنائی۔ [3] اور ان سے زبانی پیغام رسول اللہ ﷺ کے نام لیا جن میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو ذات آپ ﷺ کو حدیبیہ پہنچا سکتی ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ آپ کو مکہ کے اندر داخل کر دے۔ [4]

ابھی آپ رضی اللہ عنہ مکہ ہی میں اپنی مہم میں لگے ہوئے تھے کہ مسلمانوں میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے، ان حالات کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرکین سے قتال کے سلسلہ میں بیعت کی دعوت دی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہاتھوں پر

---

[1] زادالمعاد، ابن القیم: ۳/ ۲۹۰، السیرة النبویة، ابن ھشام: ۳/ ۳٤٤.

[2] زادالمعاد ۳/ ۲۹.

[3] زادالمعاد: ۳/ ۲۹۰.

[4] غزوة الحدیبیة، ابو فارس، ص: ۸۵.

موت کی بیعت کی۔ ❶

سب سے پہلے آپ ﷺ کے دست مبارک پر ابوسنان عبداللہ بن وہب الاسدری رضی اللہ عنہما نے بیعت کی ❷ اس کے بعد تمام لوگوں نے بیعت کی۔ ❸

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے'' اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ ❹

اس موقع پر درخت کے نیچے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت لی ان کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ ❺

قرآن کریم میں ان نفوس قدسیہ کا تذکرہ آیا ہے جنھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی، اور قرآن و حدیث کے بہت سے نصوص میں ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (الفتح: ٤٨/ ١٨)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اسے اللہ نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انھیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے روز ہم سے ارشاد فرمایا:

((أَنْتُم الْيَوْمَ خَيْرُ أَهْلِ الْاَرْضِ .))

''تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو۔''

اس وقت ہم ایک ہزار سو تھے اگر میری بینائی کام کرتی تو میں تمھیں اس درخت کا مقام دکھا دیتا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ ❻

---

❶ صحيح بخاري، كتاب المغازي، رقم: ٤١٦٩ .

❷ السيرة النبوية فى ضوء المصادر الأصلية، ص: ٤٨٦ .

❸ السيرة النبوية فى ضوء المصادر الأصلية، ص: ٤٨٦ .

❹ صحيح السيرة النبوية، ص: ٤٠٤ . ❺ السيرة النبوية فى ضوء المصادر الأصلية، ص: ٤٨٢ .

❻ صحيح مسلم، كتاب الإمارة، رقم: ٤٨١١ .

یہ حدیث اصحاب شجرہ کی فضیلت میں صریح ہے اس وقت مکہ و مدینہ وغیرہ میں مسلمان موجود تھے۔

اس سے بعض شیعہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر استدلال کیا ہے بایں طور پر کہ اس وقت علی رضی اللہ عنہ مخاطبین اور ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ نہ تھے، لیکن یہ استدلال باطل ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی تھی، لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ اس خیریت میں ان کے مساوی قرار پائے اور حدیث میں بعض کو بعض پر فضیلت دینی مقصود نہیں ہے۔ [1]

حدیبیہ کے سلسلہ میں محبّ طبری نے عثمان رضی اللہ عنہ کے چند خصائص کا تذکرہ کیا ہے:

1. جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔
2. عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام مکہ میں قیدی مسلمانوں تک پہنچایا۔
3. ترک طواف کے سلسلہ میں ان کی موافقت کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ [2]
4. ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی تو لوگوں نے کہا: ابوعبداللہ کو بحالت امن طواف مبارک ہو، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میں طواف نہ کروں عثمان طواف نہیں کر سکتے۔ [3]

یہ اتہام لگا کر لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر ظلم ڈھایا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت میں شرکت نہیں کی اور غائب رہے۔

ارکان خلافت کو ڈھانے کے لیے فتنہ رچا گیا اور اس سلسلہ میں جو اتہامات عثمان رضی اللہ عنہ پر باندھے گئے انھیں میں سے ایک اتہام یہ بھی ہے۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیج رکھا تھا، لوگوں نے بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان اللہ و رسول کی ضرورت میں لگے ہیں، پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا، عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے رسول

---

[1] فتح الباری: ۷/ ۴۴۳. [2] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ص: ۴۹۰، ۴۹۱.
[3] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ص: ۴۹۱.
[4] ذوالنورین مع النبی، ص: ۳۲.

اللہ ﷺ کا ہاتھ لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ [1]

اللہ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

[46]..... حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ : دَخَلَ عَلَيْهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ، فَقَالَ : يَا أُمَّه ، إِنِّي يُهْلِكُنِي كَثْرَةُ مَالِي ، أَنَا أَكْثَرُ قُرَيْشٍ مَالًا ، قَالَتْ : يَا بُنَيَّ ، تَصَدَّقْ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ مِنْ أَصْحَابِي مَنْ لا يَرَانِي بَعْدَ أَنْ أُفَارِقَهُ ، قَالَ : فَخَرَجَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَلَقِيَ عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ ، فَجَاءَ عُمَرُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ : بِاللَّهِ مِنْهُمْ أَنَا ؟ قَالَتْ : لا وَلَنْ أَقُولَ لأَحَدٍ بَعْدَكَ .

تخریج الحدیث مسند احمد : ٦/ ٣١٧۔ ٢٩٠ ، قال شعیب الارنووط : اسناده صحیح ، مسند ابی یعلی ، رقم : ٧٠٠٣ ، معجم طبرانی الکبیر : ٢٣/ ٣٩٤ ، ٩٤١ .

ترجمة الحدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اُن کے پاس عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا: اے اماں جان! میری کثرت مال نے مجھے ہلاک کر دیا ہے۔ میرے پاس اہل قریش میں سب سے زیادہ مال ہے۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بیٹے صدقہ کر دو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے، میرے صحابہ میں سے ایسا بھی ہوگا جو میرے ساتھ ملاقات کر کے جدا ہوگا تو پھر وہ مجھے کبھی نہیں دیکھے گا۔ (راوی نے) کہا: تو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نکلے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان کو جو اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا وہ بتایا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کی قسم! وہ تو میں ہوں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، اور میں تمہارے بعد ہرگز کسی کو یہ حدیث نہیں بتاؤں گی۔

شرح الحدیث ①.....صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس دولت آئی تو پھر انہیں یہی فکر لاحق رہتی تھی کہ دولت ہمیں اللہ تعالیٰ سے دور نہ کر دے۔

②.....اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے صدقہ کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ دولت ہو تو کثرت سے صدقہ کرنا چاہیے۔

[47]..... أَخْبَرَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الأَسْوَدِ أَبُو الأَسْوَدِ صَاحِبُ الْكَرَابِيسِيِّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ ، قَالَ : حَدَّثَنِي الثِّقَةُ ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ ، زَارَ مَرِيضًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : فَقَالَ : أَذْكُرُ كَلامًا ، قَالَ :

[1] سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم : ٣٧٠٢، سیر سلف الصالحین : ١/ ١٨١ .

لا تَقُولُوا هٰكَذَا ، وَلٰكِنْ قُولُوا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَادَ مَرِيضًا : اللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ مَا يَجِدُ وَآجِرْهُ فِيمَا ابْتَلَيْتَهُ .

تخریج الحدیث اسناده ضعيف فيه رجل مبهم، المطالب العالية، ق : ٨٤/ أ.

ترجمة الحديث ثقہ راوی نے بیان کیا کہ سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی مریض کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ (راوی نے کہا) تو انہوں نے کہا: میں ایک کلام ذکر کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اس طرح نہ کہو بلکہ اس طرح کہو جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مریض کی عیادت کرتے وقت دعائیہ کلمات کہتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ مَا يَجِدُ وَآجِرْهُ فِيْمَا ابْتَلَيْتَه" "اے اللہ! اسے جو (بیماری) ہے اسے دور کر دے اور جس آزمائش میں تو نے اسے ڈالا ہے اس سے نجات دے۔"

شرح الحديث اس حدیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

①..... "زَارَ مَرِيْضًا" مریض کی تیمارداری کرنا۔ مریض کی تیمارداری کرنا اس کا حق ہے اور یہ عمل بڑی فضیلت کا حامل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ جب اسے ملے اس پر سلام کہے اور جب دعوت دے تو اسے قبول کرے۔ جب نصیحت طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرے اور جب چھینک مارے اور الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دے، اور جب بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرے، اور جب وہ فوت ہو تو اس کے پیچھے جائے (نماز جنازہ ادا کرے)۔ [1]

اس کا صلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا)) [2]

"جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے، آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے تم خوش رہو تمہارا چلنا خوش گوار ہو اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنا لیا۔"

②..... "لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم" سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بالکتاب والسنۃ واضح ہوتا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب السلام، رقم: ٢١٦٢، سنن ترمذى، رقم: ٢٧٣٧، مسند أحمد: ٢/ ٣٧٢، صحيح ابن حبان، رقم: ٢٤٢، الأدب المفرد للبخارى، رقم: ٩٢٥.

[2] سنن ترمذي، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى عيادة المريض، رقم: ٩٦٩.

③...... مریض کے پاس دعا پڑھنا مسنون عمل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو کوئی بیمار ہو جاتا اس کی عیادت فرمایا کرتے، عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے، بیمار کو تسلی دیتے "لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ" فرمایا کرتے تھے۔ [1]

[48]...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالْقَانِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مُطَرِّفٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ كَثِيرٍ ، عَنْ رَجُلٍ ، قَالَ : كَانَ كَعْبٌ يَقُصُّ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُولُ : لا يَقُصُّ إِلا أَمِيرًا أَوْ مَأْمُورًا أَوْ مُخْتَالًا ، قَالَ : فَأَتَى كَعْبٌ ، فَقِيلَ لَهُ : ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ ، هَذَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يَقُولُ : كَذَا وَكَذَا فَتَرَكَ الْقَصَصَ ، ثُمَّ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَمَرَهُ بِالْقَصَصِ فَاسْتَحَلَّ ذَاكَ بِذَاكَ .

تخريج الحديث معجم طبرانی کبیر : ١٨/ ٧٦ ، رقم : ١٤٠ ، سنن ابوداؤد ، كتاب العلم ، باب فی القصص ، رقم : ٣٦٦٥ ، سنن ابن ماجه ، كتاب الادب ، باب القصص ، رقم : ٣٧٥٣ ، مسند احمد : ٢/ ١٧٨ ، قال الشيخ الالبانی: صحيح .

ترجمة الحديث ایک آدمی نے روایت کیا، کہا کہ: کعب رضی اللہ عنہ قصہ گوئی کرتے تھے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا: قصے امیر بیان کرسکتا ہے یا جسے حکم دیا جائے یا پھر فخر وتکبر کرنے والا۔ (راوی نے) کہا: تیری ماں تجھے گم پائے یہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں۔ تو انہوں نے قصے بیان کرنے کا عمل ترک کر دیا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں قصے بیان کرنے کا حکم دیا تو بایں وجہ انہوں نے قصے بیان کرنے کو حلال سمجھا۔

[49]...... حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ، عَنْ مُطَرِّفٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ كَثِيرٍ ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قَالَ: كَانَ كَعْبُ الْأَحْبَارِ يَقُصُّ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لَا يَقُصُّ إِلَّا مَأْمُوْرٌ أَوْ مُرَائِي ، قَالَ: فَأَتَى كَعْبٌ فَقِيْلَ لَهُ ، ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ هَذَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَتَرَكَ الْقَصَصَ ثُمَّ إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَمَرَهُ بِالْقَصَصِ فَاسْتَحَلَّ ذَاكَ بِذَاكَ .

تخريج الحديث انظر ما قبله .

ترجمة الحديث کعب الاحبار قصے بیان کرتے تھے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: قصے یا تو

[1] زاد المعاد : ٢/ ٥ .

جسے حکم دیا جائے وہ بیان کرتا ہے، یا جو دکھلاوا کرتا ہے۔ انہوں نے (یعنی راوی) کہا کعب آئے اور انہیں کہا گیا، تیری ماں تجھے گم پائے یہ تو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایسا ایسا کہہ رہے تھے، اس کے بعد انہوں نے قصے بیان کرنے کا عمل چھوڑ دیا، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا تو بایں وجہ انہوں نے (قصوں کو بیان کرنا) حلال سمجھا۔

شرح الحدیث اس حدیث سے درج ذیل مسائل کا اثبات ہوا:

① ...... انبیائے کرام علیہم السلام اور سلف صالحین کے واقعات بیان کرکے عوام کو وعظ ونصیحت کرنا اہم منصب ہے۔

② ...... اسلامی حکومت میں خطبہ دینا حکمران کا حق ہے۔ مختلف شہروں میں اپنے نائب (گورنر اور مقامی حکام) مقرر کرنا بھی اس کا فرض ہے جو اپنے اپنے مقام پر عوام کی دینی راہنمائی کریں اور انتظامی معاملات کی نگرانی اور راہنمائی بھی کریں۔

③ ...... شرعی امیر کی اجازت کے بغیر وعظ کرنے کا مقصد اپنی علمیت کا اظہار ہوسکتا ہے جو ریا کاری ہے۔

④ ...... جب اسلامی سلطنت قائم نہ ہو تو ہر عالم کی دینی راہنمائی کا ذمہ دار ہے لیکن دین کے علم سے بے بہرہ شخص محض اپنی قوت بیان کرکے زور پر عوام کا قائد بننے کی کوشش کرے گا تو گمراہی پھیلانے کا باعث ہوگا۔

[50] ...... حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ اِسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ وَقَدْ اِشْتَعَلَتِ الْأَرْضُ بِالْوَبَاءِ فَأَشَارُوْا عَلَيْهِ بِالرُّجُوْعِ وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ غَائِبًا فَجَاءَ فَقَالَ أَنَا أُحَدِّثُكُمْ فَحَدَّثَ مِثْلَ أُسَامَةَ فَرَجَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

تخریج الحدیث تخریج گزر چکی ہے۔

ترجمة الحدیث زہری نے بیان کیا، کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکلے، جب "سرغ" مقام پر پہنچے، لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور زمین وباء سے بھڑک چکی تھی، لوگوں نے انہیں واپس جانے کے لیے اشارۃً کہا، اس وقت حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے، پھر وہ آ گئے اور کہا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں، پھر انہوں نے اسامہ کی طرح حدیث بیان کی تو امیر عمر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے۔

[51] ...... حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَبَرَهُ أَرْبَعَةٌ آخِرُهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ

تخریج الحدیث سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب کم یدخل القبر، رقم: ۳۲۰۹، سنن الکبریٰ للبیهقی: ٤/ ٥٣، مسند ابی یعلی، رقم: ۲۳٦۷، مصنف ابن ابی شیبه، رقم: ۱۱٦٤٤.

ترجمة الحديث شعبی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو چار آدمیوں نے قبر میں اُتارا تھا، اُن میں سے آخری عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

شرح الحدیث ①...... نبی کریم ﷺ کی تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزہ و اقارب نے انجام دی۔ فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے پردہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موقع پر موجود تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ان ہی نے پردہ بھی کیا تھا چونکہ اس شرف میں ہر شخص شریک ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اندر سے کواڑ بند کر لیے تھے۔ انصار نے دروازہ پر آواز دی کہ اللہ کے لیے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ واقدی کا بیان ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میں کس کا حق نہیں ہے، اس لیے اگر سب کو اجازت دی گئی تو کام رہ جائے گا لیکن (انصار کے اصرار پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اوس ابن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کو جو اصحابِ بدر میں تھے اندر بلالیا، وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جسم مبارک کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل رضی اللہ عنہما جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ ❶

②...... قباء کے ''غرس'' نامی کنویں کے پانی سے آپ ﷺ کو نہلایا گیا، جو کنواں سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا تھا اور نبی کریم ﷺ اُس کا پانی پیا کرتے تھے۔ ❷

③...... کفن کے لیے پہلے جو کپڑا انتخاب کیا گیا تھا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یمن کی بنی ہوئی ایک چادر تھی لیکن بعد کو اتار لی گئی۔ ❸ اور تین سوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے کفن میں دیے گئے ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ ❹

④...... مدینہ میں دو صاحب قبر کھودنے میں ماہر تھے، حضرت ابوعبیدہ جراح اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہما، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اہل مکہ کے دستور کے مطابق صندوقی قبر کھودتے تھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی۔ لوگوں میں اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اختلاف مناسب نہیں۔

❶ طبقات ابن سعد : ۲/ ۲۸۰ .

❷ دلائل النبوة للبيهقي : ۷/ ۲٤٥ ، طبقات ابن سعد : ۲/ ۲۸۰ .

❸ صحيح مسلم ، كتاب الجنائز ، ص ۲۰ .

❹ صحيح بخاری ، كتاب الجنائز ، رقم : ۱۲٦٤ ، صحيح مسلم ، سنن ابوداؤد ، كتاب الجنائز ، رقم : ٤٥ ، دلائل النبوة للبيهقي : ۷/ ۲٤۷ ، طبقات ابن سعد : ۲/ ۲۸۲ .

دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجا جائے۔ ❶ جو پہلے آجائے۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجے۔ اتفاق یہ کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ گھر پر موجود نہ تھے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ہی مدینہ کے رواج کے مطابق قبر کھودی جو لحدی یعنی بغلی تھی۔ چونکہ زمین نم تھی اس لیے جس بستر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی وہ قبر میں بچھا دیا گیا۔

⑤...... جنازہ تیار ہوگیا تو لوگ نماز کے لیے ٹوٹے (جنازہ حجرے کے اندر تھا، باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے) پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے اور پھر غلاموں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہ تھا۔ ❷

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی:

((إن الله وملائكته يصلون على النبى يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما. اللهم ربنا لبيك وسعديك صلوة الله البر الرحيم والملائكة المقربين والنبيين والصديقين والصالحين وما سبح لك من شيء يا رب العالمين على محمد بن عبد الله خاتم النبيين وسيد المرسلين وإمام المتقين ورسول رب العالمين الشاهد المبشر الداعي بإذنك السراج المنير وبارك عليه وسلم.)) ❸

⑥...... پھر بالآخر بدھ کی رات آپ کو قبر کے حوالے کردیا گیا۔ ❹ جسم مبارک کو حضرت علی، فضل بن عباس (اسامہ بن زید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ ❺

نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

''میری جان فدا ہو اس قبر پاک پہ جس میں تو آسودہ خاک ہے۔ اس قبر پاک میں پاکباز اور صاحب جود وسخا ہستی آرام فرما ہے۔''

---

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، رقم: ١٥٥٧.
❷ البداية والنهاية: ٥/ ٢٣٢، طبقات ابن سعد: ٢/ ٢٩١، تاريخ الطبرى: ٣/ ٢١٣.
❸ مواهب اللدنيا، زرقانى، ٨/ ٢٩٣، مطبوعه ازهريه مصريه ١٣٢٨هـ.
❹ السيرة لإبن هشام: ٤/ ٤١٨.
❺ سنن ابوداؤد، كتاب الجنائز، رقم: ٣٢٠٩.

وہ کتنے ہی درد انگیز لمحات ہوں گے جب سید الانبیاء والمرسلین کو قبر کے حوالے کیا جارہا ہوگا۔ اس انتہائی درد انگیز وقت کا تصور کر کے کوئی مسلمان اپنے آنسو ضبط نہیں کرسکتا۔ آیئے ہم آپ کی پیاری محبوب بیٹی سیّدۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے الفاظ میں اس طرح اظہار ملال کریں اور آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگائیں:

أُغْبِرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ وَكُوِّرَتْ   شَمْسُ النَّهَارِ وَأَظْلَمَ الْعَصْرَانِ
وَالْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ   أَسَفًا عَلَيْهِ كَثِيرَةُ الرَّجْفَانِ
فَلْيُبْكِهِ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا   وَلْيُبْكِهِ مُضَرٌ وَكُلُّ يَمَانِ
وَلْيُبْكِهِ الطَّوْدُ الْمُعَظَّمُ جَوُّهُ   وَالْبَيْتُ ذُو الْأَسْتَارِ وَالْأَرْكَانِ
يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ ضَوْئُهُ   يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النِّيرَانُ
صَلَّى عَلَيْكَ مُنْزِلُ الْقُرْآنِ

''آسمانوں کے کنارے غبار آلود ہوگئے، دن کو طلوع ہونے والا سورج لپیٹ دیا گیا۔ دن رات کی طرح ہوگئے۔ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زمین بھی کانپ رہی ہے اور اظہارِ غم میں پیش پیش ہے۔ مشرق و مغرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر روئیں اور قریشی و یمنی مل کر آنسو بہائیں۔ مقدس فضا والا طور پہاڑ، غلافوں اور رکنوں والا بیت اللہ آپ پر نوحہ کریں۔ اے آخری رسول و نبی جن کا نور بابرکت اور روز افزوں تھا! قرآن نازل کرنے والا آپ پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔''[1]

[52]...... حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ بَجَالَةَ، يُحَدِّثُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ مِنَ الْمَجُوسِ الْجِزْيَةَ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ.

تخریج الحدیث سنن ترمذی، کتاب السیر، باب اخذ الجزیة من المجوس، رقم: ١٥٨٧، سنن الدارمی، کتاب السیر باب فی آخذ الجزیة من المجوس، مسند احمد: ١/ ١٩٤، مسند حمیدی: ١/ ٣٥، رقم: ٦٤، مصنف ابن أبی شیبة: ٦/ ٤٢٩، رقم: ٣٢٦٤٨.

ترجمة الحدیث جابر بن زید نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجوس سے جزیہ نہیں لیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شہادت دی کہ رسول اللہ نے ہجر کی مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔

[1] الروض الأنف للسهيلي: ٤/ ٢٧٥.

فهرس الأحاديث

(أ) القولية

(ب) الفعلية

فهرس الآثار

فهرس الأعلام

❁ أولًا: الأسماء

❁ ثانياً الكنى:

انصار السنہ پبلیکیشنز

کے زیر اہتمام

سلسلة خدمة الحديث النبوی

کے عنوان سے شائع کردہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

ترجمہ، شرح اور تحقیق وتخریج کے ساتھ

اسلامی اکادمی

الفضل مارکیٹ، 17- اردو بازار لاہور فون: 042-37357587